# تقلیدِ شرعی کی ضرورت

مؤلف
حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری رحمہ اللہ
(صاحب فتاویٰ رحیمیہ)



پسند فرمودہ
حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم العالیہ
اُستاذُ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

بیتُ الاشاعت کراچی
0321-7556284

# تقلیدِ شرعی کی ضرورت

مؤلف

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ

(صاحبِ فتاویٰ رحیمیہ)

پسند فرمودہ

حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل صاحب دامت برکاتہم

اُستاذُ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی



بیت الاشاعت کراچی

0321-7556284

نام کتاب ■ تقلیدِ شرعی کی ضرورت

مؤلف ■ حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری



# فہرست مضامین

**Dr. Manzoor Ahmed Maingal**
Principal Jamia Siddiquia
P.H.D. Jamshoro University Sindh
0322 - 2870363 , 0333 - 7974023




حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل
رئیس جامعہ صدیقیہ
پی ایچ ڈی۔ سندھ یونیورسٹی جامشورو

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله و كفى وسلام على عباده الذين اصطفى ،أما بعد!

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کو اپنی عبادت واطاعت اور منشاء ومرضی کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے پیدا فرمایا ہے، اوراس کو اپنی تعلیمات سے روشناس کروانے کے لئے ہر زمانے میں مختلف اقوام وقبائل میں اپنے برگزیدہ بندے مبعوث فرمائے، انبیاء سابقہ علیہم الصلاۃ والسلام کی بعثت زمان ومکان اور اقوام کے ساتھ خاص تھی، جبکہ خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کی بعثت تا قیامت روئے زمین کے تمام انسانوں کی طرف ہوئی، حضور اکرم ﷺ اللہ کے آخری نبی ہیں، قرآن مجید اللہ کی آخری کتاب اور امت محمد یہ علی صاحبہا ألف ألف سلام آخری امت ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ﴿اليوم اكملت لكم دينكم﴾ سے حضور اکرم ﷺ کو عطا کی گئی شریعت کی تکمیل کا اعلان فرمادیا، اس دین مبین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری کی جائے اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزاری جائے، حضور اکرم ﷺ کی اطاعت بھی درحقیقت حسب ارشادِ خداوندی ﴿من يطع الرسول فقد اطاع الله﴾ اللہ کی اطاعت ہے، لہذا اللہ اور رسول کے علاوہ کسی اور کی اطاعت کرنا اور اسے مستقل بالذات مطاع سمجھنا کسی طرح بھی روا نہیں۔

یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن وسنت اور دین میں کچھ احکام تو ایسے ہیں جن کے سمجھنے میں عام وخاص سب یکساں ہیں، نہ ان میں کوئی اجمال ہے، نہ ہی ابہام وتعارض، یہ احکام قرآن وحدیث سے صراحتاً ثابت ہیں، جبکہ قرآن وسنت میں بہت سارے احکام ایسے بھی ہیں جن میں اجمال وابہام پایا جاتا ہے، قرآن مجید کی بعض آیات ظاہراً آپس میں، یا سنت سے متعارض ومتصادم معلوم ہوتی ہیں، اسی طرح قرآن وسنت کی ایک ہی عبارت کئی معانی ومطالب کو محتمل ہوتی ہے، اور ان میں بظاہر کوئی وجہ ترجیح بھی نہیں ہوتی، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد'' (ص:۳۴) میں اسی مضمون کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: ''مسائل تین قسم کے ہیں: اول وہ جن میں نصوص متعارض ہیں، دوم وہ جن میں نصوص متعارض نہیں، مگر وجوہ متعددہ کو محتمل ہیں، گوکہ اختلاف نظر سے کوئی معنی قریب، کوئی بعید معلوم ہوتے ہوں، سوم وہ جن میں تعارض بھی نہ ہو اور ان میں ایک ہی معنی ہو سکتے ہوں، پس قسم اول میں رفع تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی، قسم ثانی ظنی الدلالۃ کہلاتی ہے، اس میں تعین احد الاحتمالات کے لئے اجتہاد وتقلید کی ضرورت ہوگی، قسم ثالث قطعی الدلالۃ کہلاتی ہے، اس میں نہ ہم اجتہاد کو جائز کہتے ہیں، نہ اس کی تقلید کو''۔

پہلی اور دوسری قسم کے مسائل میں مجتہد کے اجتہاد پر عمل کرنا، اور اس کے قول کی محض حسن عقیدت کی بنیاد پر، اس کو حق سمجھتے ہوئے بغیر دلیل کے ملاحظہ کئے، اتباع کرنے کو ''تقلید'' کہتے ہیں، پھر اس تقلید کی دو صورتیں ہیں: ایک تو یہ ہے کہ ایک ہی متعین امام ومجتہد پر اعتماد کر کے اسی سے تمام ضروریات دین معلوم کرے، اس کو ''تقلید شخصی'' کہتے ہیں، دوسری صورت یہ ہے کہ کسی ایک شخص پر انحصار نہ کیا جائے، بلکہ جس سے چاہا پوچھ لیا، اس کو ''تقلید غیر شخصی'' کہتے ہیں، نفس تقلید ﴿فاسئلوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون﴾ کی رو سے فرض ہے، چونکہ تقلید غیر شخصی تتبع رخص واتباع ہوی کی وجہ سے ناجائز ہے، تو تقلید شخصی لازم وضروری ٹھہرے گی، اگر اس کی بھی اجازت نہ ہو تو پھر آیت کا استیصال لازم آئے گا اور اس کا کوئی مصداق باقی نہ رہے گا۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''عقد الجید'' (ص:۶۸) میں فرماتے ہیں: ''کسی امام یا مجتہد کی تقلید کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسے بذات خود شریعت ساز قرار دے کر اس کی ہر بات کو واجب الاتباع سمجھا جائے، بلکہ اس سے صرف اور صرف قرآن وسنت کی پیروی مقصود ہے، لہذا برصغیر پاک وہند کے لوگوں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے علم وفہم، ذکاوت وحافظہ، دین ودیانت، تقوی اور پرہیزگاری کی وجہ سے ان کی بیان کی ہوئی تشریح وتعبیر پر اعتماد کیا ہے''۔

مکتوبات امام ربانی میں بقول حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ''اہل اسلام کا سواد اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا پیرو ہے، نیز یہ مذہب اپنے متبعین کی کثرت کے باوجود، اصول وفروع میں تمام مذاہب سے ممتاز ہے اور طرز استنباط جداگانہ طریقہ کا حامل ہے اور یہ بات بھی اس کی حقانیت کی خبر دیتی ہے''۔

**Dr. Manzoor Ahmed Maingal**
Principal Jamia Siddiquia
P.H.D. Jamshoro University Sindh
0322 - 2870363 , 0333 - 7974023




حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل
رئیس جامعہ صدیقیہ
پی۔ایچ۔ڈی۔سندھ یونیورسٹی جامشورو

---

فیوض الحرمین میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مجھے رسول اللہ ﷺ نے بتلایا کہ مذہب حنفی میں ایک بہترین طریقہ ہے، جو اس سنت معروفہ کے سب سے موافق ہے جو امام بخاری اور ان کے اصحاب کے زمانے میں مدون و منقح ہوئی ہے''۔

تاریخ شاہد ہے کہ جب سے تقلید کا بند ٹوٹا ہے لامذہبیت کا دور دورہ ہوا ہے، ہر طرف نئے نئے فتنے خوب زور شور سے سر اٹھا رہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ برصغیر میں مسلمانوں کے اقتدار کے خاتمے اور انگریز کے عہد نحوست کی ابتدا سے ہی یہاں فتنہ و فساد کا آغاز ہوا، لامذہبیت، قادیانیت، نیچریت اور مبتدعین وغیرہ فتنوں نے وجود پایا، ان میں سب سے خطرناک فتنہ لامذہبیت کا ہے، جو سلف صالحین پر بداعتمادی اور دین کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے میں رفض و استشراق کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، اس فرقے کا بانی و موجد عبدالحق بنارسی اور اس کے پیروکار تقلید کو حرام اور شرک، مقلدین مذاہب اربعہ کو گمراہ اور مشرک اور فرقہ ناجیہ سے خارج کہتے چلے آرہے ہیں، پہلے محمدی پھر وہابی کے نام کے ساتھ موسوم ہوئے، جہاد کی منسوخیت پر کتاب لکھ کر سرکار برطانیہ سے نہ صرف انعام وصول کیا، بلکہ ان سے اپنے لئے ''اہل حدیث'' کا نام بھی الاٹ کروایا۔ انگریز حکومت کا منشا بھی یہی تھا کہ تحقیق و ریسرچ کے نام پہ مسلمانوں میں مادر پدر آزادی، دین بیزاری، مذہبی بے راہ روی اور افتراق و تشتت کو ہوا دی جائے، ملکہ وکٹوریہ کے مذہبی آزادی کے اشتہار سے ایک شرذمہ قلیلہ تقلید شرعی ترک کر کے غیر مقلد بنا اور مسلمانوں کے گھروں اور مساجد میں فتنہ برپا کردیا، جس سے اہل اسلام کی انفرادی اور اجتماعی زندگی بری طرح اختلافات کا شکار ہو کر رہ گئی۔

علمائے اہل سنت علمائے دیوبند نے دیگر فتنوں کی طرح لامذہبیت کے فتنے سے نہ صرف عوام کو خبردار کیا، بلکہ اس کے انسداد کے لئے درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور مناظرہ کے میدان میں خدمات انجام دیں، ان علمائے حقانی کے سرخیل حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہما اللہ جیسے اہل علم و تقوی تھے، جنہیں اللہ نے تفقہ فی الدین کی نعمت غیر مترقبہ سے نوازا تھا، اس طائفہ منصورہ میں جہاں ایک طرف ان حضرات کے ساتھ مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہم اللہ جیسے نابغہ روزگار شخصیات کا تذکرہ آتا ہے، تو دوسری طرف اسی سلسلۃ الذہب کی ایک اہم کڑی مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ بھی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ضلع سورت راندیر کی جامع مسجد میں خطیب تھے، آپ خوف خدا، تقوی، وقار، تواضع، شرافت، بردباری، سنجیدگی، دور بینی، فرض شناسی اور مہمان نوازی جیسے اعلی و عمدہ اخلاق حسنہ سے متصف تھے، فقہ و فتاوی کے ساتھ ایک خاص شغف تھا، آپ کے دیئے ہوئے جوابات کی خوبی و خصوصیت یہ تھی کہ وہ عام فہم و مفصل ہونے کے ساتھ ساتھ مدلل اور مختلف کتب فقہ و فتاوی کے حوالہ جات سے مزین بھی ہوتے تھے، جس سے مستفتی کو اطمینان بخش راحت نصیب ہوتی تھی، حضرت کو ابتدا ہی سے اکابرین کی تائید، تصویب اور سرپرستی حاصل رہی، آپ کے تحریر کردہ فتاوی جات ''فتاوی رحیمیہ'' کے نام سے طبع ہو کر اہل علم و افتاء سے داد تحسین وصول کر چکے ہیں، ان فتاوی جات میں جہاں دیگر بہت سارے مسائل اور جزئیات شامل ہیں، وہاں پر اہل بدعت اور خاص کر غیر مقلدین سے متعلق بھی شاندار تحقیق موجود ہے، یہ خاص حصہ حضرت مفتی صاحب کی حیات ہی میں الگ سے ہندوستان میں شائع کیا گیا تھا، اس کے پیش لفظ میں حضرت فرماتے ہیں: ''تقلید کی حقیقت، قرآن و حدیث سے اس کا ثبوت، تقلید کی ضرورت، تقلید سے متعلق اکابر علما کی تحریرات، ائمہ اربعہ کی تقلید پر امت کا اجماع، ترک تقلید کے دینی نقصانات اور تقلید پر اشکالات کے جوابات وغیرہ کے مباحث سپرد قلم ہوئے، الحمدللہ! اس جواب کو اہل فکر نے سراہا اور مشورہ دیا کہ اس کو رسالہ کی **شکل** میں الگ شائع کیا جائے، تا کہ ہر کس و ناکس کو اس سے استفادہ کا موقع ملے، إنشاء اللہ تقلید کی حقیقت سمجھنے کے لئے مفید ثابت ہوگا اور تقلید کے خلاف جو پروپیگنڈا اور شبہات پیش کئے جاتے ہیں، ان کے ازالہ کے لئے کافی و شافی ہوگا''۔

غیر مقلدین اگر تعصب کی عینک اتار کر، کھلے دل و دماغ سے، حق کو سمجھنے اور اسے قبول کرنے کی نیت سے اس کا مطالعہ کریں گے تو امید ہے کہ انہیں سلف بیزاری کے داء عضال سے نجات مل جائے گی۔ مذکورہ کتاب کو ''تقلید شرعی کی ضرورت'' کے نام سے پاکستان میں ''بیت الاشاعت'' کے احباب شائع کر رہے ہیں،

Dr. Manzoor Ahmed Maingal
Principal Jamia Siddiquia
P.H.D. Jamshoro University Sindh
0322 - 2870363 , 0333 - 7974023




حضرت مولانا ڈاکٹر منظور احمد مینگل
رئیس جامعہ صدیقیہ
پی۔ایچ۔ڈی۔ سندھ یونیورسٹی جامشورو

---

اللہ تعالی ان کی اس کوشش کو شرف قبولیت سے نوازے اور امت مسلمہ کے لئے نافع بنائے۔

اہل علم حضرات، طلباء کرام اور تمام مسلمانوں سے میری گذارش ہے کہ وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

وصلی الله تعالی علی خیر خلقه محمد وعلی آله وأصحابه أجمعين الطيبين الطاهرين۔

(مناظر اسلام، وکیل احناف، حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر) منظور احمد مینگل (صاحب زید مجدہم)




۵ رمضان المبارک
۱۴۳۱ ھ

# پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

**الحمد للہ الّذی اعلیٰ المؤمنین بکریم خطابه ورفع درجة العالمین بمعانی کتابه وخصّ المستنبطین منهم بمزیدالاصابة وثوابه والصّلاة والسلام علیٰ النبیّ واصحابه والأئمة المجتهدین واتباعهم وأبی حنیفةؒ واحبابه.**

**امّابعد!**

تقلید سے متعلق ایک استفتاء کا جواب فتاویٰ رحیمیہ جلد چہارم میں شائع ہوکر منظرعام پر آچکا ہے جس میں تقلید کی حقیقت قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت، تقلید کی ضرورت، تقلید سے متعلق اکابرعلماء کی تحریرات، ائمہٴ اربعہ کی تقلید پر امّت کا اجماع، ترک تقلید کے دینی نقصانات اورتقلید پر اشکالات کے جوابات وغیرہ کے مباحث سپرد قلم ہوئے ہیں۔ الحمدللہ اس جواب کو اہل فکر نے سراہا اور مشورہ دیا کہ اس کو رسالہ کی شکل میں الگ شائع کیا جائے تا کہ ہرکس وناکس کو اس سے استفادہ کا موقع ملے۔ ان شاء اللہ تقلید کی حقیقت سمجھنے کیلئے مفید ثابت ہوگا اور تقلید کے خلاف جو پروپیگنڈہ اورشبہات پیش کئے جاتے ہیں ان کے ازالہ کیلئے کافی وشافی ہوگا۔ بزرگوں کی اس خواہش کا احترام کرتے ہوئے اُس کو جوابی شکل میں شائع کیا جارہا ہے۔

حق یہ ہے کہ تقلید ایک امرِ فطری ہے، دنیا کا کوئی کام اس کے بغیرانجام نہیں پاتا۔ ہر ناواقف ماہرفن کے مشورے اوراس کے بتائے ہوئے طریقے پر گامزن ہوتا ہے، پھر نہ معلوم دین ہی کے سلسلے میں اسے کیوں غیرضروری سمجھا جاتا ہے اورترک تقلید پر زور دیا جاتا ہے۔ حالانکہ ہردور میں محدّثین عظام، علماء کباراور مشائخ کرام نے تقلید کو اختیار کیا ہے۔ کیا یہ لوگ علم وفضل میں ان سے بڑھ کر ہیں؟؟؟

ترک تقلید سے جودینی نقصان ظاہر ہورہا ہے اس کا اعتراف خودان کے بڑوں نے کیا ہے۔ اس رسالہ میں اُن کے اکابرین کی تحریرات بھی آپ کے مطالعہ میں آئیں گی، ان شاء اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ اِس حقیر سعی کو اپنی بارگاہ میں شرف قبولیت عطاء فرمائے اور لوگوں کو صحیح بات سمجھنے کی توفیق نصیب فرمائے اور احقر کیلئے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے۔

آمین بحرمة النبیّ الأمیّ صلّیٰ الله علیه
وعلیٰ آله واصحابه و ذرّیاته اجمعین.
وماتوفیقی الّابالله علیه توکّلت والیه انیب

احقر
سیّد عبد الرحیم لاجپوری ثم راندیری غفر اللہ لہ ولوالدیہ
۲۵؍ جمادی الثانیہ ۱۴۱۱ھ
بروز یکشنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# تقلید شرعی کی ضرورت

## سوال:

کیا فرماتے ہیں مولانا مفتی عبدول رحیم صاحب اس مسئلہ میں کہ ہمارے شہر بھروچ میں ایک شخص نے اہلحدیث مذہب قبول کرلیا ہے۔ اور وہ نماز میں ہر رقاعت میں رفع الیدین کرتا ہے، اور زہری نماز میں زہر سے آمین کہتا ہے، تو ہمارے حنفی بھائی اس کو بدعتی کہتے ہیں۔ تو رفع الیدین کرنا اور آمین کہنا سنّت ہے یا بدعت؟ برائے مہربانی سے بقاعدہ محدّثین سے جواب عنا فرمایئے بحوالہ کتاب سے۔

(۲) اس اہلحدیث بھائی کا کہنا ہے کہ نماز میں رفع الیدین کرنا نبی ﷺ اور خلفائے راشدین کی سنّت سے ثابت ہے۔ اور یہ مسئلہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ جلد:۱، ص:۳۷۹ میں ہے کہ آنخضرت ﷺ نے آخر وقت تک رفع الیدین کیا ہے اور آمین بلز ہر کا مسئلہ بھی ہدایہ جلد:۱، ص:۳۶۲ میں موجود ہے۔ تو آمین اور رفع الیدین کرنا سنّت ہے یا بدعت برائے مہربانی بحوالۂ کتاب جواب عنا فرمایئے۔

از بھروچ

## نوٹ:

بعد از تحقیق معلوم ہوا کہ سائل خود ہی غیر مقلد بن چکا ہے اس لئے جواب میں اسی کو مخاطب کیا گیا ہے۔

## الجواب:۔

حامداً و مصلیاً و مسلماً و باللہ التوفیق.

سوال کی عبارت بعینہ وہی ہے جو اوپر لکھی گئی ہے۔سائل تقلید اور مذہب حنفی کو چھوڑ کر غیر مقلّد (لامذہب) بن گیا ہے۔علم کا حال یہ ہے کہ بارہ تیرہ سطر کے سوال میں بیس سے پچیس (۲۵) املاء کی غلطیاں ہیں۔ جب اردو زبان میں اُن کا منتہائے علم یہ ہے کہ اردو صحیح لکھنا آتا ہے نہ پڑھنا۔تو قرآن اور احادیث کی عربی کتابیں کیا سمجھ سکتے ہیں۔

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

حجۃ الاسلام امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

**"وانّما حقّ العوام اَن یؤمنوا ویسلموا ویشتغلوا بعبادتھم ومعایشھم ویترکوا العلم للعلماء فالعامی لویزنی ویسرق کان خیراً له من ان یتکلّم فی العلم فانّ من تکلّم فی اللّٰه وفی دینه من غیرِ اتقان العلم وقع فی الکفر من حیثُ لا یدری کمن یرکب لجّة البحر وھو لایعرف السباحة".**

یعنی عوام کا فرض ہے کہ ایمان واسلام لاکر اپنی عبادتوں اور روزگار میں مشغول رہیں۔علمی بحثوں میں مداخلت نہ کریں اس کو علماء کے حوالہ کر دیں۔عامی شخص کا علمی باتوں میں حجت بازی کرنا، زنا اور چوری سے بھی زیادہ نقصان دہ اور خطرناک ہے، کیونکہ جو شخص دینی علوم میں بصیرت اور پختگی نہیں رکھتا وہ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کے مسائل میں بحث کرتا ہے تو ممکن ہے کہ وہ ایسی رائے قائم کرے جو کفر ہو اور اُس کو اس کا احساس بھی نہ ہو۔اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو تیرنا نہ جانتا ہو اور سمندر کی موجوں میں کود پڑے۔ (احیاء العلوم ص/۳۵ ج/۳)

عام مسلمانوں کو شرعی حکم معلوم کرکے ان پر عمل کرنا ضروری ہے، باریکیوں میں اُلجھنے کی ضرورت نہیں ہے۔حدیث میں ہے کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض

کرنے لگا کہ یارسول اللہ آپ مجھے علمی دقائق بتلائیے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سوالات کئے (۱) تو خدا کی معرفت حاصل کر چکا؟ (۲) تو نے اللہ کے کتنے حقوق اداء کئے؟ (۳) تجھے موت کا علم ہے؟ (۴) تو موت کی تیاری کر چکا؟ آخر میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تم جاؤ، پہلے بنیاد مضبوط کرو۔ اس کے بعد آؤ، پھر میں تمہیں علمی دقائق بتلاؤں گا۔

(جامع بیان العلم ص/۱۳۳)

اور آنحضرت ﷺ کی پیشن گوئی ہے:

**"اتّخذ النّاسُ رؤساً جُهّالاً فَسُئِلوا فافتوا بغير علمٍ فضلّوا و أضلّوا".**

(مشکوٰۃ شریف ص/۳۳ کتاب العلم)

یعنی حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگ جاہلوں کو اپنا پیشوا بنالیں گے اور ان سے مسائل دریافت کریں گے وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ (مشکوٰۃ شریف ص/۳۳)

ان حالات میں تقلید اور مذاہب حقہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) چھوڑ کر غیر مقلد (لا مذہب) بن جانا اور خواہشات نفسانی کی پیروی کرنا اور مجتہدین کی تقلید کو باطل اور شرک سمجھنا اور مذاہب حقہ کو ناحق کہنا اور ائمہ دین کے متعلق کہنا کہ وہ قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں، یہ سب باتیں حرام اور موجب گمراہی ہیں۔ ایسے لوگوں کو تو ''اہلحدیث'' کہنا بھی زیبا نہیں ہے، جس طرح فرقۂ ضالہ منکرین حدیث کو ''اہل قرآن'' کہنا زیبا نہیں، اسی طرح سائل کا اپنے آپ کو اہلحدیث کہنا اور کہلوانا اپنی ذات کو اور قوم کو دھوکہ دینا اور گمراہ کرنا ہے۔

غیر مقلدین کے پیشوا مولانا محمد حسین بٹالوی ''اشاعت السنۃ جلد/۱۱ شمارہ/۱۰ ص/۲۱۱'' میں تحریر فرماتے ہیں: ''غیر مجتہد مطلق کیلئے مجتہدین سے فرار وانکار کی گنجائش نہیں'' اور اسی اشاعت السنۃ کے جلد/۱۱ شمارہ/۱۱ ص/۵۳ میں وضاحت فرماتے ہیں:

''پچیس (۲۵) برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ بالآخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ ان میں سے بعض عیسائی ہو جاتے ہیں اور بعض لا مذہب، جو کسی دین و مذہب کے پابند نہیں رہتے، اور احکام

شریعت سے فسق و فجور تو اس آزادی (غیر مقلدیت) کا ادنیٰ کرشمہ ہے۔ ان فاسقوں میں سے بعض تو کھلم کھلا جمعہ، جماعت اور نماز روزہ چھوڑ بیٹھتے ہیں، سود، شراب سے پرہیز نہیں کرتے، اور بعض جو کسی مصلحت دنیاوی کے باعث فسقِ ظاہری سے بچتے ہیں وہ فسقِ خفی میں سرگرم رہتے ہیں۔ ناجائز طور پر عورتوں کو نکاح میں پھنسا لیتے ہیں، کفر وارتداد اور فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں، مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کا بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ وہ کم علمی کے باوجود تقلید چھوڑ بیٹھتے ہیں''۔

(بحوالہ سبیل الرشاد ص ۱۰ اور کلمۃ الفصل ص ۱۱۰ اور تقلیدِ ائمہ ص ۱۶-۱۷ مولانا اسمٰعیل سنبھلیؒ)

اسی طرح فرقۂ اہلحدیث کے مجدد جناب نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپالی اپنی جماعت اہلحدیث کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

**"فقد نبت فی ھٰذا الزمان فرقۃ ذات سُمعۃٍ وریاءٍ تدعی انفسھا علم الحدیث والقرآن والعمل والعرفان".**

(الحطۃ فی ذکر صحاح الستۃ ۶۷-۶۸)

یعنی اس زمانے میں ایک فرقہ شہرت پسند، ریاکار ظہور پذیر ہوا ہے جو باوجود ہر طرح کی خامی کے اپنے لئے قرآن وحدیث پر علم وعمل کا مدعی ہے حالانکہ اس کو علم وعمل اور معرفت کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔

آگے اسی مضمون کے ذیل میں لکھتے ہیں:

**"فیا للعجب ان یسمّوا انفسھم الموحّدین المخلصین وغیرھم بالمشرکین وھم اشدّ النّاس تعصباً وغلوّاً فی الدّین".**

یعنی بڑے تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین کیونکر خود کو خالص موحد کہتے ہیں اور مقلدین کو (تقلیدِ ائمہ کی وجہ سے) مشرک اور بدعتی قرار دیتے ہیں۔ غیر مقلدین خود تو تمام لوگوں میں سخت متعصب اور غالی ہیں۔

پھر اسی مضمون کے اختتام پر لکھتے ہیں:

**"فما ھٰذا دین الّا فتنة فی الارض وفساد کبیر".**

یعنی یہ طریقہ (جو غیر مقلّدین کا ہے) کوئی دین نہیں، یہ تو زمین میں فتنہ اور فسادِ عظیم ہے۔

(بحوالۂ تقلیدِ ائمہ ص ۱۷۔۱۸)

حضرت شاہ ولیّ اللہ محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ "عقد الجید" میں فرماتے ہیں:

**"باب تاکید الأخذ بالمذاھب الاربعة والتشدید فی ترکھا والخروج عنھا، اعلم انّ فی الاخذ بھٰذه المذاھب الاربعة مصلحةً عظیمةً وفی الاعراض عنھا کلّھا مفسدة کبیرة".**

## ترجمہ: باب سوم

ان چار مذہبوں کے اختیار کرنے کی تاکید میں اور ان کے چھوڑنے اور اور ان سے باہر نکلنے کی ممانعت شدیدہ کے بیان میں۔

اعلم: جاننا چاہئے کہ ان چار مذاہب کے اختیار کرنے میں ایک بڑی مصلحت ہے اور ان سب سے اعراض ورو گردانی کرنا بڑا مفسدہ ہے۔ (عقد الجید مع سلک المرارید ص ۳۱)

اور اسی کتاب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

**"وثانیاً قال رسول اللّٰہ ﷺ اِتَّبِعُوا السّواد الاعظم ولمّا اندرست المذاھب الحقّة کان اتباعھا اتّباعاً للسّواد الاعظم"**

ترجمہ: اور مذہب کی پابندی کی دوسری وجہ یہ کہ رسول خدا ا نے فرمایا ہے: کہ سوادِ اعظم یعنی بڑے معظم جھتے کی پیروی کرو۔ اور چونکہ سوائے ان چاروں مذاہب کے اور مذاہب باقی نہیں رہے تو انکی پیروی کرنا بڑے گروہ کی پیروی کرنا ہے اور ان سے باہر نکلنا بڑی معظم جماعت سے باہر نکلنا ہے۔ (جس میں رسول اللہ کی ہدایت اور تاکیدی ارشاد کی خلاف ورزی لازم آتی ہے)۔

(عقد الجید مع سلک مروارید ص ۳۳)

ملاحظہ فرمایئے! حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہ اللہ مذاہب اربعہ کے مقلّدین کو سوادِ اعظم فرما رہے ہیں اور عامی غیر مقلّد کو سوادِ اعظم سے خارج بتلا رہے ہیں۔ اس لئے جو لوگ

ائمۂ اربعہ میں سے کسی امام کی تقلید نہیں کرتے وہ شتر بے مہار کی طرح ہیں اور درحقیقت وہ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کرتے ہیں، حالانکہ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

"اتّبعوا السّواد الاعظم".

(مشکوٰۃ شریف ص/۳۰۔ مجمع بحار الانوار ص/۱۴۳ ج/۳)

## دوسری حدیث

میں ہے: "علیکم بالجماعة"

تم پر ضروری ہے کہ جماعت کے ساتھ وابستہ رہو۔ (مشکوٰۃ شریف ص/۳۱)

## تیسری حدیث

میں ہے: "انّ اللّٰه لا یجمع امتّی علیٰ ضلالةٍ".

اللہ تعالیٰ میری امت کو ضلالت اور گمراہی پر اکٹھا نہیں کریگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص/۳۰)

## چوتھی حدیث:

"لن تجتمع امّتی علیٰ الضّلالة"(۱).

ترجمہ: میری امّت (کے علماء وصلحاء) کبھی بھی گمراہی پر متفق نہیں ہوں گے۔

## پانچویں حدیث:

"ید الله علی الجماعة ومن شذّ شُذّ فی النار".

یعنی (جس مسئلہ میں مسلمانوں میں اختلاف ہوجائے تو جس طرف علماء وصلحاء کی اکثریت ہو ان کے ساتھ وابستہ ہوجاؤ۔ اس لئے کہ) جماعت پر خدا کا ہاتھ ہے۔ یعنی اس کی مدد شامل حال ہوتی ہے۔ اور جو ان سے الگ رہا (اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائی) وہ جہنم میں تنہا ڈالا جائے گا۔

(مشکوٰۃ شریف ص/۳۰)

---

(۱) قال السخاوي رحمه اللّٰه تعالیٰ: وبالجملةِ فهو حديث مشهور المتن، ذو أسانيد كثيرةٍ وشواهد متعدّدة في المرفوع وغيره. (المقاصد الحسنۃ ص/۴۶۰)

## چھٹی حدیث:

"انّ الشیطان ذئب الانسان کذئب الغنم یأ خذ الشّاذة و القاسیةَ و النّاحیةَ وایّاکم والشعاب وعلیکم با لجماعةِ والعامّةِ".

شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے جس طرح کہ بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے (اور وہ) ایسی بکریوں کو پھاڑتا کھاتا ہے جو ریوڑ سے نکل کر الگ پڑ گئی ہوں۔ یا چرتے چرتے دور نکل گئی ہوں۔ یا جو غفلت کی وجہ سے ایک کنارے رہ گئی ہوں۔ (اسی طرح تم بھی اپنے کو جماعت سے الگ ہونے سے بچاؤ) اور جماعتِ عامّہ (سوادِ اعظم) میں اپنے کو شامل رکھو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔

(مشکوٰۃ شریف ص/۳۱)

## ساتویں حدیث:

"من فارق الجماعة شبراً فقد خلع ربقة الاسلام عن عنقه".

جس نے ایک بالشت کے برابر بھی جماعت سے علیٰحدگی اختیار کی (یعنی چند مسائل میں قلیل مدّت کیلئے بھی ان سے علیٰحدگی اختیار کی) تو بے شک اس نے اپنی گردن میں سے اسلام کی رسّی نکال ڈالی۔ (مشکوٰۃ شریف ص/۳۱)

## آٹھویں حدیث:

"اثنان خیر من واحدٍ وثلاثة خیر من اثنین وار بعة خیر من ثلاثة فعلیکم بالجماعةِ".

یعنی دو ایک سے بہتر ہیں۔ تین دو سے بہتر ہیں اور چار تین سے بہتر ہیں (جب یہ فضیلت ہے) تو جماعت کو لازم پکڑے رہو (یعنی ان میں شامل ہو جاؤ) اس لئے کہ خدا تعالیٰ میری امّت کو ہدایت پر ہی متفق کرتا ہے۔ (موائد العوائد ص/۱۲۲)

## نویں حدیث:

"من خرج من الطّاعة وفارق الجماعة ومات مات میتةً جا هلیّةً".

ترجمہ: جو جماعت سے نکل گیا اور جماعت سے جدا رہتے ہوئے مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ (نسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ)

## دسویں حدیث:

**"ما راٰہ المسلمون حَسناً فھو عند اللہ حسن".**

ترجمہ: جس معاملے کو مسلمان بہتر سمجھیں وہ اللہ تعالی کے ہاں بھی بہتر ہے۔

(احمد فی کتاب السنۃ بحوالہ المقاصد الحسنۃ ص/۳۶۸)

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی علیہ الرحمۃ جو اپنے دور کے بلند پایہ محدّث، بے مثال فقیہ، زبردست اصولی، جامع المعقول والمنقول اور مجتہد تھے۔ جن کو غیر مقلّدین کے پیشوا مولانا صدّیق حسن خانصاحبؒ بھی رئیس المجتہدین اور پیشوا تسلیم کرتے تھے اور آپ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

"اگر وجود او در صدرِ اوّل در زمانہ ماضی بود امام الائمہ بود وتاج المحدّثین شمردہ می شود"

ترجمہ: اگر شاہ صاحبؒ کا وجود صدرِ اول (پہلے زمانے) میں ہوتا تو اماموں کے امام اور مجتہدین کے سردار شمار ہوتے۔

اتنے بلند پایہ عالم تقلید کے متعلق کیا فرماتے ہیں وہ ملاحظہ کیجئے:

**"لاَنّ النّاس لم یزالوا من زمن الصحابۃ الیٰ ان ظھرت المذاھب الاربعۃ یقلّدون من اتّفق من العلماء من غیر نکیر من احدٍ یعتبر انکارہ ولو کان ذٰلک باطلاً لأنکرہ".**

ترجمہ: کیونکہ صحابہؓ کے وقت سے مذاہب اربعہ کے ظہور تک لوگوں کا یہی دستور رہا جو عالم مجتہد مل جاتا اس کی تقلید کر لیتے۔ اس پر کسی بھی معتمد شخصیت نے نکیر نہیں کی۔ اور اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ حضرات (صحابہؓ وتابعینؒ) ضرور نکیر فرماتے۔ (عِقد الجید مع سلک مروارید ص/۲۹)

نیز آپ رحمہ اللہ امام بغوی رحمہ اللہ کا قول بطور تائید نقل فرماتے ہیں:

**”ویجب علیٰ من لم یجمع ھٰذ ہ الشر ائط تقلیدہ فیما یعنُ لہ من الحوادث“.**

ترجمہ: اور اُس شخص پر جوان (اجتہادی) شرائط کا جامع نہیں اس پر کسی مجتہد کی تقلید کرنا واجب ہے ان حوادث (مسائل) میں جو اس کو پیش آویں۔ (عقد الجید ص/۹)

اور فرماتے ہیں:

**”وفی ذٰلک (أی التقلید) من المصالح ما لا یخفیٰ لا سیّما فی ھذ ہ الأیّام الّتی قصُرت فیہ الھمم جدّاً واُشربت النفوس الھویٰ واعجب کلّ ذی رأی برأیہ“.**

ترجمہ: اور اس میں (یعنی مذاہبِ اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے میں) بہت سی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں ہیں، خاص کر اس زمانے میں جبکہ ہمّتیں بہت پست ہوگئی ہیں اور نفوس میں خواہشات نفسانی سرایت کرگئی ہیں اور ہر رائے والا اپنی رائے پر ناز کرنے لگا ہے۔

(حجۃ اللہ البالغۃ مترجم ص/۳۶۱۔ ج/۲)

اور فرماتے ہیں:

**”وبعد المأتین ظھرت فیھم التّمذھبُ للمجتھدین بأعیانھم وقلّ مَن کان لا یعتمد علیٰ مذھب مجتھدٍ بعینہ وکان ھذا ھو الجواب فی ذٰلک الزمان“.**

ترجمہ: اور دوسری صدی کے بعد لوگوں میں متعیّن مجتہد کی پیروی (یعنی تقلید شخصی) کا رواج ہوا اور بہت کم لوگ ایسے تھے جو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ رکھتے ہوں (یعنی عموماً تقلید شخصی کا رواج ہوگیا تھا) اور یہی طریقہ اس وقت رائج تھا۔ (انصاف مع ترجمہ کشّاف ص/۵۹)

اور فرماتے ہیں:

**”وھٰذہ المذاھب الاربعۃ المدوّنۃُ المحّررۃ قد اجتمعت الامّۃ أو من یعتدّ بھا منھا علیٰ جوازتقلیدھا الیٰ یومنا ھٰذا“.**

ترجمہ: اور یہ مذاہبِ اربعہ جو مدوّن مرتّب ہوگئے ہیں، پوری امّت نے یا امّت کے معتمد حضرات نے ان مذاہبِ اربعہ (مشہورہ) کی تقلید کے جواز پر اجماع کرلیا ہے (اور یہ اجماع) آج

تک باقی ہے۔ (اس کی مخالفت جائز نہیں بلکہ موجب گمراہی ہے)۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ص/۳۶۱۔ ج/۱)

اور فرماتے ہیں:

**"وبالجملة فالتمذّهب للمجتهدين سرّاً الهمه الله تعالىٰ العلماء وجمعهم عليه من حيث يشعرون أو لا يشعرون".**

ترجمہ: الحاصل ان مجتہدین (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ میں سے کسی ایک) کے مذہب کی پابندی (یعنی تقلیدِ شخصی) ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء کے دلوں میں الہام کیا ہے اور اس پر ان کو متفق کیا ہے، وہ تقلید کی مصلحت کو جانیں یا نہ جانیں (یعنی تقلید کی حکمت اور خوبی ان کو معلوم ہو یا نہ ہو)۔

(انصاف عربی ص/۴۷۔ انصاف مع کشاف ص/۶۳)

اور فرماتے ہیں:

**"انسان جاهل فی بلاد الهندِ وبلاد ماوراء النهر وليس هناک عالم شافعیّ ولا مالکیّ ولا حنبلیّ ولا کتاب من کتب هٰذه المذاهب وجب عليه ان يقلّد لمذهب ابی حنيفةؒ ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه لانّه حينئذٍ يخلع من عنقه ربقةَ الشريعة ويبقیٰ سدیً مهملاً".**

ترجمہ: کوئی جاہل عامی انسان ہندوستان اور ماوراء النہر کے شہروں میں ہو (کہ جہاں مذہبِ حنفی پر زیادہ تر عمل ہوتا ہے) اور وہاں کوئی شافعی، مالکی اور حنبلی عالم نہ ہو اور نہ ان مذاہب کی کوئی کتاب ہو، تو اس پر واجب ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کے مذہب کی تقلید کرے۔ اور اس پر حرام ہے کہ حنفی مذہب کو ترک کردے اس لئے کہ اس صورت میں شریعت کی رسّی اپنی گردن سے نکال پھینکتا ہے اور مہمل اور بے کار بن جاتا ہے۔

(انصاف عربی ص/۵۳ مع ترجمہ کشاف ص/۷۰۔۷۱)

اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کو باوجود مجتہد ہونے کے آنحضرت ﷺ کی جانب سے تقلید پر

مامور کیا گیا اور دائرۂ تقلید سے خروج کی ممانعت کی گئی۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ فیوض الحرمین میں فرماتے ہیں:

**"واستفدت منه ﷺ ثلٰثة امورٍ خلاف ما كان عندى وما كانت طبيعتى تميل اليه اشدّ ميلٍ فصارت هٰذه الاستفادة من براهين الحقّ تعالىٰ عليه. الىٰ قوله. وثانيهما الوصاة بالتقليد بهٰذه المذٰهب الاربعة لا اخرج منها "الخ**

ترجمہ: مجھے آنحضور ﷺ کی جانب سے ایسی تین باتیں حاصل ہوئیں کہ میرا خیال ان سے موافق نہ تھا، اور اس طرف قلبی میلان بالکل نہ تھا، یہ استفادہ میرے اوپر برہان حق ہو گیا۔ ان تین امور میں سے دوسری بات یہ تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں مذاہبِ اربعہ کی تقلید کروں اور اُن سے باہر نہ جاؤں۔

(فیوض الحرمین ص ۶۴/۔۶۵ مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند)

اور فرماتے ہیں:

**"وعرّفنى رسولُ الله ﷺ أنّ فى المذهب الحنفى طريقةً انيقةً هى اوفق الطرق بالسنّة المعروفةِ الّتى جُمِعت ونُقِلت فى زمان البخارىّ واصحابه".**

ترجمہ: حضور اقدس ﷺ نے مجھے بتایا کہ مذہبِ حنفی میں ایک ایسا عمدہ طریقہ ہے جو دوسرے طریقوں کی بہ نسبت اُس سنّت مشہورہ کے زیادہ موافق ہے جس کی تدوین اور تنقیح امام بخاری رحمہ اللہ اور اُن کے اصحاب کے زمانہ میں ہوئی۔ (فیوض الحرمین ص/۴۸)

حضرت شاہ صاحب قدّس سرّہ کے مذکورہ فرامین عالیہ کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) صحابہؓ اور تابعینؒ کے مُبارک زمانہ میں نفس تقلید کا رواج و دستور بلا خلاف جاری وساری تھا۔

(۲) مذاہبِ اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کا اتّباع سوادِ اعظم کا اتّباع ہے۔ (جواز روئے حدیث واجب ہے) اور مذاہبِ اربعہ کے دائرہ سے خروج سوادِ اعظم سے خروج ہے (جو گمراہ کن ہے)۔

(۳) دوسری صدی کے بعد تقلیدِ شخصی (مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید) کی ابتدا ہو چکی تھی۔

(۴) مذاہبِ اربعہ میں سے ایک مذہب کی تقلید یعنی تقلیدِ شخصی منجانب اللہ ایک الہامی راز ہے۔

(۵) مذاہبِ اربعہ کی تقلید پر امّت کا اجماع ہے۔

(۶) غیر مُجتہد پر تقلید واجب ہے۔

(۷) تقلیدِ شخصی میں دینی مصالح وفوائد ہیں۔

(۸) مجھے مذاہبِ اربعہ کے دائرہ میں رہنے کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے وصیّت فرمائی ہے۔

(۹) مذہبِ حنفی مطابق سنّت ہے اس کی شہادت خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے دی ہے۔

(۱۰) عوام (غیر مجتہد) کیلئے تقلید چھوڑنا حرام ہے، بلکہ دائرہ اسلام سے نکل جانے کا پیش خیمہ ہے (جس کا اعتراف انھیں کے جماعت کے پیشوا مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے کیا ہے) جسے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ تلك عشرةٌ كاملة

غیر مقلّدین کی دھوکہ دہی سے عوام النّاس اس غلط فہمی میں مبتلاء ہیں کہ محدّثین انہیں کے طبقۂ خاص سے تعلّق رکھتے تھے (یعنی غیر مقلّد تھے) اور یہ حضرات مذاہبِ اربعہ میں سے کسی کے پابند نہ تھے۔ حالانکہ یہ بات سرتا سر غلط ہے۔ تمام محدّثین عظام سوائے معدودے چند کے سب مقلّد تھے۔ مثلاً ملاحظہ کیجئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ باوجود مجتہد ہونے کے صحیح قول کے مطابق مقلّد تھے اور شافعی تھے۔ غیر مقلّدین کے پیشوا جناب نواب صدّیق حسن خانصاحبؒ بھوپالی نے اپنی کتاب "الحطة فی ذكر صحاح الستة" میں تحریر کیا ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ کو امام ابوعاصم رحمہ اللہ نے جماعتِ شافعیہ میں ذکر کیا ہے:

**"وقد ذكره ابو عاصمؒ فی طبقاتِ اصحابنا الشّافعية نقلاً عن السبكیؒ"۔**

اور اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۲۷ فصل نمبر ۶ میں امام نسائی رحمہ اللہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

**"وكان احد اعلام الدّين واركان الحديث امام اهلِ عصره ومقدمهم بين**

**أصحاب الحديث وجرحه وتعديله معتبر بين العلماء وكان شافعي المذهب".**

یعنی امام نسائی رحمہ اللہ دین کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ، حدیث کے ارکانوں میں سے ایک رکن، اپنے زمانے کے امام اور محدّثین کے پیشوا تھے، ان کی جرح وتعدیل علماء کے یہاں معتبر ہے اور آپ شافعی المذہب تھے۔ (حطّہ ص/۱۲۷)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

**"فقيل حنبليٌّ وقيل شافعيٌّ".**

امام ابو داؤد رحمہ اللہ حدیث اور علل حدیث کے حافظ، تقویٰ و پرہیز گاری، علم وفقہ، صلاح واتقان میں عالی مقام رکھتے تھے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ آپ رحمہ اللہ شافعی تھے یا حنبلی؟ بعض حنبلی کہتے ہیں اور بعض شافعی۔ (ص/۱۳۵/الحطّہ فی ذکر صحاح الستّہ)

اس کے علاوہ امام مسلم رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ، امام دار قطنی رحمہ اللہ، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ یہ سب مقلّد تھے۔ اور صحیح قول کے مطابق شافعی تھے۔ امام یحییٰ ابن معین رحمہ اللہ، محدّث یحییٰ ابن سعید القطان رحمہ اللہ، محدّث یحییٰ بن ابی زائدہ رحمہ اللہ، محدّث وکیع بن جراح رحمہ اللہ، امام طحاوی رحمہ اللہ، امام زیلعی رحمہ اللہ یہ سب مقلّد تھے اور حنفی تھے۔

علاّمہ ذہبی رحمہ اللہ، ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ابن قیم رحمہ اللہ، ابن جوزی رحمہ اللہ، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ یہ حنبلی تھے۔

کیا ان محدّثین عظام وعلمائے کبار کو یہ معلوم نہ تھا کہ تقلید شرک، بدعت اور حرام ہے۔ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہونا ناجائز اور بدعت ہے۔ غرض سوائے معدودے چند (داؤد ظاہری، ابن حزم وغیرہ) کے تمام محدّثین، علماء، مشائخ، عارفین ائمہ اربعہ ہی کی تقلید کرتے آئے ہیں۔

ہندوستان ہی میں دیکھ لیجئے کہ جس قدر علماء کبار، مشائخ عظام، اور اولیائے کرام گزرے ہیں وہ سب تقلید کے پابند تھے اور تقریباً سب ہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلّد تھے۔

مثلاً شیخ علی متقی رحمہ اللہ صاحبِ کنز العمال المتوفیٰ ۹۷۵ھ، شیخ عبدالاوّل جونپوری رحمہ اللہ صاحبِ فیض الباری شرح بخاری، شیخ عبدالوہّاب بُرہان پوری رحمہ اللہ متوفیٰ ۱۰۰۱ھ، شیخ محمّد طاہر پٹنی گجراتی رحمہ اللہ صاحبِ مجمع البحار متوفیٰ ۹۸۷ھ، محدّث ملاّ جیون صدیقی رحمہ اللہ متوفیٰ

۱۱۳۰ھ، شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ صاحبِ اشعۃ اللمعات متوفی ۱۰۵۲ھ، پھر ان کی اولاد میں محدّث شیخ نورالحق رحمہ اللہ، صاحبِ تیسیر القاری فارسی شرح بخاری متوفی ۱۰۷۳ھ، محدّث شیخ فخر الدّین رحمہ اللہ شارح بخاری وشارحِ حصن حصین، شیخ الاسلام محدّث شیخ سلام اللہ رحمہ اللہ شارح مؤطا مسمیٰ بہ محلّی متوفی ۱۲۳۹ھ، شاہ عبدالرحیم محدّث دہلوی رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۷۶ھ، شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۳۹ھ، شاہ عبدالقادر محدّث ومفسّر قرآن دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۳۲ھ، شاہ عبدالغنی محدّث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۹۶ھ، شاہ اسحاق محدّث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۶۲ھ، شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ متوفی ۱۲۴۶ھ، شاہ قطب الدین رحمہ اللہ صاحبِ مظاہرِ حق متوفی ۱۲۸۹ھ، شاہ رفیع الدّین محدّث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۳۳ھ، شاہ محمد یعقوب محدّث دہلوی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۸۲ھ، قاضی محبّ اللہ بہاری رحمہ اللہ متوفی ۱۱۱۹ھ جنہوں نے ۱۱۰۹ھ میں اصولِ فقہ کی مشہور کتاب مسلم الثبوت تصنیف فرمائی، محدّث کبیر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۲۵ھ، الشیخ الامام العلاّمہ نورالدّین احمد آبادی رحمہ اللہ گجراتی حنفی صاحبِ نورالقاری شرح بخاری متوفی ۱۱۵۵ھ، شیخ وجیہ الدّین علوی گجراتی حنفی متوفی ۹۹۸ھ، محدّث مفتی عبدالکریم نہروانی گجراتی رحمہ اللہ صاحبِ نہر الجاری شرح بخاری متوفی ۱۰۴۱ھ، الشیخ المحدّث محی الدین عبدالقادر احمد آبادی گجراتی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۳۸ھ، الشیخ المحدّث خیر الدین بن محمّد زاہد السورتی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۰۶ھ، بحر العلوم علاّمہ عبدالعلی لکھنوی رحمہ اللہ صاحبِ شرح مسلم الثبوت وغیرہ متوفی ۱۲۲۵ھ، جامع معقول ومنقول ابوالحسنات علاّمہ عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ صاحبِ تصانیفِ کثیرہ متوفی ۱۳۰۴ھ، محدّث مولانا احمد علی سہارنپوری رحمہ اللہ محشّی بخاری متوفی ۱۲۹۷ھ، متکلّم اسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ بانی دار العلوم دیوبند متوفی ۱۲۹۸ھ، فقیہِ لا ثانی، محدّثِ کبیر، عارف باللہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ متوفی ۱۳۲۳ھ، مولانا محمد یعقوب نانوتوی مجدّدی رحمہ اللہ متوفی ۱۳۰۲ھ، محدّث مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمہ اللہ متوفی ۱۳۱۷ھ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ متوفی ۱۳۹۹ھ، المحدّث الکبیر، امام العصر علاّمہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ متوفی ۱۳۵۲ھ، محدّث مولانا خلیل احمد مہاجر مدنی رحمہ اللہ صاحب بذل المجہود شرح ابوداؤد متوفی ۱۳۴۶ھ، محدّث مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ صاحبِ فتح

الملہم شرح صحیح مسلم متوفی ۱۳۶۹ھ وغیرہ وغیرہ۔

### علماء سندھ:

محدّث شیخ ابوالحسن سندھی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۸۷ھ، شیخ ہاشم سندھی رحمہ اللہ، ابوالطیّب سندھی متوفی ۱۱۴۰ھ، شیخ محمد معین سندھی متوفی ۱۱۸۰ھ، شیخ محمد عابد سندھی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۵۷ھ، شیخ حیات سندھی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۶۳ھ وغیرہ جنہوں نے صحاحِ ستّہ اور کتبِ حدیث پر حواشی لکھے اور مدینہ منوّرہ جا کر حدیث کا درس دیا۔

### اولیاء ہند:

امام ربّانی شیخ سیّد احمد مجدّد الفِ ثانی نقشبندی رحمہ اللہ متوفی ۱۰۷۱ھ، محدّث عارف باللہ مرزا مظہر جان جاناں متوفی ۱۱۹۵ھ، اولیاء ہند کے سرتاج خواجہ معین الدّین چشتی رحمہ اللہ متوفی ۶۳۲ھ یا ۶۳۳ھ یا ۶۳۶ھ یا ۶۳۷ھ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمہ اللہ متوفی ۶۳۳ھ یا ۶۳۴ھ، خواجہ فرید الدّین گنج شکر رحمہ اللہ متوفی ۶۶۴ھ یا ۶۶۸ھ، خواجہ نظام الدّین اولیاء رحمہ اللہ ۷۳۵ھ، خواجہ علاء الدّین صابری کلیری رحمہ اللہ متوفی ۶۹۰ھ وغیرہ وغیرہ ہزارہا محدّثین ومفسّرین، فقہاء، مشائخ مقلّدین گزرے ہیں۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو" نزہۃ الخواطر، حدائق حنفیّہ، انوارالباری کے مقدمہ کا حصّہ دوم، تذکرۂ محدّثین"۔

ائمہ اربعہ کی تقلید اور تقلید کا ائمہ اربعہ میں منحصر ہو جانا اور جمہور اہل سنّت والجماعت کا مذاہبِ اربعہ میں مجتمع ہونا خدا کی نعمتِ عظمٰی ہے۔ ہر زمانہ میں محدّثین اور علماءِ حقّہ اس کی تصریح کرتے رہے ہیں کہ جو تقلید کا منکر ہو اور غیر مقلّد بن کر شُترِ بے مہار کی طرح زندگی بسر کرتا ہو اور اپنی خواہشات پر عمل پیرا ہو وہ اہل بدعت میں سے ہے، اہلِ سنّت میں سے نہیں، شیعہ تقلید ائمۂ اربعہ کے منکر ہیں اور مذاہبِ اربعہ کو بدعت کہتے ہیں، اسی طرح غیر مقلّدین بھی ان کے نقش قدم پر چل کر تقلید کو بدعت وشرک کہتے ہیں۔

(غیر مقلّدین) اور بھی دیگر مسائل میں شیعہ اور روافض کے ہم مشرب ہیں مثلاً روافض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو معیارِ حق تسلیم نہیں کرتے، اسی طرح غیر مقلّدین بھی صحابہؓ کے

معیارِ حق ہونے کے منکر ہیں۔ روافض ایک مجلس کی طلاقِ ثلاثہ کے وقوع کو تسلیم نہیں کرتے، اسی طرح غیر مقلّدین بھی ایک مجلس میں طلاقِ ثلاثہ کے وقوع کے منکر ہیں۔ روافض نے بیس (۲۰) رکعت تراویح کو بدعت کہا تو غیر مقلّدین بھی بیس (۲۰) رکعت تراویح کو بدعتِ عمری کہتے ہیں۔ روافض جمعہ کے دن اذانِ اوّل کو جو منارہ پر دیجاتی ہے، بدعت کہتے ہیں، اسی طرح غیر مقلّدین بھی اس اذان کو بدعتِ عثمانی قرار دیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت کے زمانہ میں عورتوں کی آزادی و بے احتیاطی دیکھی تو صحابہؓ کے مشورہ سے عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کا فیصلہ فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر حضور اکرم ﷺ عورتوں کی یہ حالت دیکھتے تو وہ خود بھی روک دیتے۔ اس فیصلہ کو شیعہ و رافض نے قبول نہیں کیا، اسی طرح غیر مقلّدین نے بھی منظور نہیں کیا۔ (واللہ اعلم)

غرض سوائے شیعہ اور چند علماءِ غیر مقلّدین کے تقریباً تمام ہی علماء نے تقلید کو ضروری قرار دیا ہے اور اپنی اپنی تصانیف میں اس پر بحث کی ہے۔

چنانچہ شرح مسلم الثبوت میں ہے:

**"بل یجب علیهم اتباع الّذین سبروا ای تعمّقوا وبوّبوا ای أوردوا ابواباً لكلِ مسئلةٍ علیٰحدةً فهذّبوا مسئلةَ كلّ بابٍ ونقحوا كلّ مسئلةٍ عن غیرها وجمعو بینهما بجامعٍ وفرّقوا بفارقٍ وعلّلوا ای أوردوا لكّلِ مسئلةٍ علّته وفصّلوا تفصیلا وعلیه بنیٰ ابن الصلاحؒ منع تقلید غیر الائمةِ الاربعةِ الامام الهمام امام الائمة امامنا الكوفی رحمه الله. والامام مالک رحمه الله والامام الشافعیّ رحمه الله والامام احمد رحمهم الله تعالیٰ وجزاهم عنّا احسن الجزاءِ لِانّ ذٰلک المذكور لم یُدرَ فی غیرهم".**

ترجمہ: بلکہ ان عوام پر ان حضرات کی پیروی اور اتباع واجب ہے جنہوں نے نظرِ عمیق سے کام لیا اور ابواب قائم کرکے ہر مسئلہ کو اس کے مناسب باب میں درج کیا اور ہر مسئلہ کی تنقیح اور چھان بین کی اور جمع کیا اور تفریق کی (یعنی ہر مسئلہ کو جمع کیا اور ہر مسئلہ کو دوسرے سے جدا کیا) اور ہر مسئلہ

کی علّت بیان کی اور پوری پوری تفصیل بیان کی ۔ یہ بات تفصیلی طور پر صحابہؓ کے اقوال میں نہیں ہے۔اس لئے عوام کیلئے عمل کرنا مشکل ہوتا ہے اور وہ مغالطہ میں پڑجائیں گے۔ بناء علیہ اصولِ حدیث کے واضع محدّث یگانہ علاّمہ ابنِ صلاح رحمہ اللہ نے ائمہ اَربعہ کے سوا دوسروں کی تقلید کی ممانعت فرمائی کہ امورِ مذکورہ مذاہبِ اربعہ کے سوا اور کسی مذہب میں موجود نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ ان ائمۂ اربعہ کو ہم سب کی طرف سے بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت للعلاّمہ بحرالعلوم رحمہ اللہ متوفی ۱۲۲۵ھ، ص/۶۲۹)

علاّمہ ابنِ نجیم مصری رحمہ اللہ متوفی ۹۷۰ھ ''الاشباہ والنظائر'' میں ارقام فرماتے ہیں:

**"وماخالف الائمة الاربعة فهو مخالفٌ للاجماع "**

یعنی (کسی شخص کا) کوئی فیصلہ ائمۂ اربعہ کے خلاف ہو تو وہ اجماع کے خلاف ہے۔(اس لئے قابلِ قبول نہیں ہوسکتا۔) (ص/۱۳۱)

حافظِ حدیث علاّمہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ متوفی ۸۶۱ھ نے ''التحریر فی اُصول الفقہ'' میں تصریح فرمائی ہے:

**"وعلیٰ هذا ما ذكر بعض المتأخرين منع تقليد غير الاربعة لانضباط مذاهبم وتقليد مسائلهم وتخصيص عمومها ولم يُدرَ مثله في غيرهم الآن لانقراض اتباعهم وهو صحيح".**

یعنی اسی بنیاد پر بعض متأخرین نے ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ ہی کی تقلید متعیّن ہے نہ کہ دوسرے ائمہ کی، اس لئے کہ ائمۂ اربعہ کے مذاہب مکمل منضبط ہوگئے ہیں اور ان مذاہب میں مسائل تحریر میں آچکے ہیں اور دوسرے ائمہ میں یہ چیزیں نہیں ہیں اور ان کے متّبعین ختم ہوچکے ہیں۔اور تقلید کا ان چار اماموں میں منحصر ہوجانا صحیح ہے۔ (التحریر ص/۵۵۲)

اورنگ زیب عالمگیرؒ کے استاذ علاّمہ، زبردست فقیہ، اصولی ، جامع المعقول والمنقول شیخ احمد المعروف بہ ملاّ جیون رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۳۰ھ) "تفسیرات احمدیہ ''میں تحریر فرماتے ہیں:

**"قد وقع الاجماع علیٰ انَ الاتّباع انّما یجوز للاربع ...الیٰ قوله..وکذا لا یجوز الا تباع لمن حدث مجتهداً مخالفاً لهم "**

یعنی اس پر اجماع منعقد ہو گیا ہے کہ اتباع (تقلید) صرف ائمۂ اربعہ ہی کی جائز ہے، اسی بناء پر جو مجتہد (اس زمانہ میں) نیا پیدا ہو، اور اس کا قول ان ائمۂ اربعہ کے خلاف ہو تو اس کی اتباع بھی جائز نہیں۔ (تفسیرات احمدیہ ص/۳۴۶، مطبوعہ کتب خانۂ رحیمیہ دیوبند)

چند سطروں کے بعد مزید توضیح فرماتے ہیں:

**"والانصاف انّ انحصار المذاهب فِی الاربعةِ واتباعهم فضلٌ الٰهیّ وقبولیةٌ من عند الله لا مجال فیه للتوجیهات والادلّةِ".**

یعنی انصاف کی بات یہ ہے کہ مذاہب کا چار میں منحصر ہو جانا اور ان ہی چار مذاہب کی اتباع کرنا فضلِ الٰہی ہے اور منجانب اللہ قبولیت ہے۔ اس میں دلائل اور توجیہات کی حاجت نہیں ہے۔

(تفسیرات احمدیہ ص/۳۴۶، وداؤد وسلیمان اذیحکمان فی الحرث آیت کے ماتحت، سورۂ انبیاء پ/۱۷)

اور مشہور محدّث و مفسّر وفقیہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۲۵ھ "تفسیر مظہری" میں تحریر فرماتے ہیں:

**"فانّ اهل السنّة والجماعة قد افترق بعد القرون الثلثة او الاربعة علیٰ اربعة المذاهب ولم یبق فی فروع المسائل سِویٰ هٰذه المذاهب الاربعة فقد انعقد الاجماع المرکب علیٰ بطلان قول من یخالف کلهم وقد قال الله تعالیٰ ومن یتّبع غیر سبیل المؤمنین نولّه ما تولّیٰ ونصله جهنّم".**

یعنی تیسری یا چوتھی صدی کے بعد فروعی مسائل میں اہلِ سنّت والجماعۃ کے چار مذہب رہ گئے، کوئی پانچواں مذہب باقی نہیں رہا، پس گویا اس امر پر اجماع ہو گیا کہ جو قول ان چاروں کے خلاف ہو تو وہ باطل ہے، اور خدا تعالیٰ کا فرمان ہے "اور جو شخص مؤمنین (یعنی اہلِ سنّت والجماعت) کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ پر ہولے گا تو ہم اس کو وہ جو کچھ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنّم

میں داخل کردیں گے"۔

(تفسیر مظہری ص/٦٤ ج/٢ سورۂ آل عمران پ/٣ تحت الآیۃ و لا یتّخذ بعضنا بعضا ارباباً من دون اللّٰہ)

امام ابراہیم سرخسی مالکی مرعی رحمہ اللہ "الفتوحات الوھبیّۃ شرح اربعین نوویّۃ" میں تحریر فرماتے ہیں:

**"امّا فیما بعد ذالک کما قال ابن الصلاحؒ فلا یجوز تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ مالکؒ وابی حنیفۃؒ والشافعیؒ واحمد لأنّ ھٰؤلاء عرفت قواعد مذاھبھم واستقرّت احکامھا وخدمھا تابعوھم وحرّروھا فرعاً فرعاً حکماً وحکماً".**

یعنی اس زمانہ کے بعد (صحابہؓ کے دور کے بعد) جیسا کہ ابنِ صلاح رحمہ اللہ نے بھی فرمایا ہے۔ ائمۂ اربعہ امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمد ابن حنبلؒ رحمہم اللہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں، اس لئے کہ ائمۂ اربعہ کے مذاہب کے قواعد معروف ہیں اور ان کے احکام مستقر ہو چکے ہیں اور ان حضرات کے خدّام نے ان کے بعد ان مذاہب کی خدمت کی ہے (اور چار چاند لگائے ہیں) اور تمام احکام کو فرعاً فرعاً لکھ دیا گیا ہے اور ہر ایک کا حکم بھی بیان کر دیا ہے۔

(الفتوحات الوھبیۃ ص/١٩٩)

محدّث ابن حجر مکی متوفی ٨٥٢ھ "فتح المبین فی شرح الاربعین" میں فرماتے ہیں:

**"امّا فی زماننا فقال ائمتنا لا یجوز تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ الشافعیؒ ومالک وابی حنیفۃ واحمد رضوان اللہ علیھم اجمعین".**

یعنی ہمارے زمانہ میں ائمۂ مشائخ کا یہی قول ہے کہ ائمہ اربعہ امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام احمد رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی کی تقلید جائز ہے، ان کے علاوہ کسی اور امام کی جائز نہیں۔ (ص/١٩٦)

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی رحمہ اللہ کتاب "راحت القلوب" میں تحریر فرماتے ہیں:

کہ "حضرت خواجہ سیّد العابدین زبدۃ العارفین، فرید الحقّ والشرع شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے بتاریخ

۱۱ر ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ میں فرمایا کہ ہر چار مذہب برحق ہیں لیکن بالیقین جاننا چاہئے کہ مذہب امام اعظم کا سب سے فاضل تر ہے اور دوسرے مذہب ان کے پس رو ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ افضل المتقد مین ہیں اور الحمد للہ کہ ہم ان کے مذہب میں ہیں۔ (بحوالہ حدائق حنفیہ ص ۱۰۴)

علاّمہ جلال الدّین محلّی رحمہ اللہ ''شرح جمع الجوامع'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''یجب علی العامی وغیرہ ممن لم یبلغ مرتبة الاجتهاد التزام مذهبٍ معین من مذاهب المجتهدین''.

یعنی واجب ہے عامی اور غیر عامی پر جو کہ درجۂ اجتہاد تک نہ پہونچا ہو۔ مجتہدین کے مذاہب میں سے ایک مذہب معیّن کو عمل کیلئے اپنے اوپر لازم کر لینا۔

(بحوالہ نور الہدایہ ترجمۂ شرح الوقایہ ص ۱۰)

شارح مسلم شیخ محی الدّین نووی رحمہ اللہ ''روضۃ الطالبین'' میں تحریر فرماتے ہیں:

"امّا الاجتهاد المطلق فقالوا اختتم بالائمة الاربعة حتّیٰ أوجبوا تقلید واحد من هٰولاء علیٰ الأمة ونقل امام الحرمین الاجماع علیه".

یعنی اجتہادِ مطلق کے متعلّق علماء فرماتے ہیں کہ ائمۂ اربعہ پر ختم ہو گیا حتّٰی کہ ان تمام مقتدر و محققین علماء نے ان چاروں میں سے ایک ہی امام کی تقلید کو امّت پر واجب فرمایا ہے، اور امام الحرمین نے اس پر (ائمۂ اربعہ کے تقلید کے واجب ہونے پر) اجماع نقل کیا ہے۔

(بحوالۂ نور الہدایہ ص ۱۰)

''نہایۃُ المراد شرح مقدّمہ ابن عماد'' میں ہے:

"وفی زماننا هٰذا قد انحصرت صحّة التقلید فی هٰذه المذاهبِ الاربعة... الیٰ قوله... ولا یجوز الیوم تقلید غیر الائمة الاربعة فی قضاءٍ ولا افتاءٍ".

یعنی ہمارے اس زمانہ میں تقلید ان مذاہبِ اربعہ میں منحصر ہو گئی ہے اور آج ائمۂ اربعہ کے سوا کسی اور امام کی تقلید جائز نہیں ہے نہ تو قاضی کو اختیار ہے کہ مذاہبِ اربعہ سے ہٹ کر فیصلہ کرے اور نہ مفتی مجاز ہے کہ مذاہبِ اربعہ کے خلاف فتویٰ دے۔

(بحوالہ نور الہدایہ ترجمہ شرح الوقایہ ص ۱۵)

امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں تحریر فرماتے ہیں:

**"وکان سیّد الخوّاص رحمہ اللہ تعالیٰ اذا سألہ انسانٌ عن التقلید بمذھب معیّنٍ الاٰن ھل ھو واجبٌ ام لا؟ یقول لہ یجب علیک التقلید بمذھبٍ ما دامت لم تصل الیٰ شھود عین الشریعۃ الاولیٰ من الوقوع فی الضلال وعلیہ عمل الناس الیوم".**

یعنی میرے سردار علی خوّاص رحمہ اللہ سے جب پوچھا جاتا کہ اس وقت مذہب معیّن کی تقلید واجب ہے یا نہیں؟ تو فرماتے کہ تجھ پر مذہبِ معیّن کی تقلید واجب ہے جب تک تجھے کمال ولایت ونظرِ کشف وشہود سے مرتبۂ اجتہاد حاصل نہ ہو، اس وقت تک معیّن امام کے دائرۂ تقلید سے قدم باہر نہ نکالنا (کہ یہ موجبِ گمراہی ہے) اور اسی پر آج لوگوں کا عمل ہے۔ (میزانِ کبریٰ)

مشہور فقیہ قرآن وحدیث کے ماہر سیّد احمد طحطاوی رحمہ اللہ متوفی ۱۲۳۳ھ فرماتے ہیں:

**"فعلیکم یا معشر المؤمنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسمّاۃ باھل السنّۃ والجماعۃ فانّ نصر اللہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ ومقتہ فی مخالفتھم وھٰذہ الطّائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی المذاھب الاربعۃ ھم الحنفیّون والمالکیّون والشّافعیّون والحنبلیّون ومن کان خارجاً من ھٰذہ المذاھب الاربعۃ فی ذٰلک الزمان فھو اھل البدعۃ والنار".**

یعنی اے گروہِ مسلمانان! تم پر نجات پانے والے فرقہ کی جو اہلِ سنّت والجماعت کے نام سے موسوم ہے پیروی کرنا واجب ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اہلِ سنّت والجماعت کے ساتھ موافقت کرنے میں ہے اور اہلِ سنت والجماعت کی مخالفت کرنے میں اپنی ذات کو خدا تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا مورد بنانا ہے (اللہ اپنی پناہ میں رکھے) اور یہ نجات پانے والا گروہ (یعنی اہلِ سنت والجماعت) آج مجتمع ہوگیا ہے چار مذاہب میں، اور وہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں۔ اور جو شخص اس زمانہ میں ان چار مذاہب سے خارج ہے وہ اہلِ بدعت اور اہلِ نار میں سے ہے۔

(طحطاوی علی الدر المختار ص ۱۵۳، ج ۴، کتاب الذبائح)

حضرت شاہ اسحاق محدّث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"سوالِ شصت ویکم! مذاہبِ اربعہ بدعتِ حسنہ اند یا سیئہ؟ کدام سیئہ؟

جواب: اتباع مسائلِ مذاہبِ اربعہ بدعت نیست نہ سیئہ نہ حسنہ بلکہ اتباع آنہا سنت است.... الخ (مأۃ مسائل ص/۹۲۔۹۳)

ترجمہ: سوال اکسٹھواں :۔ مذاہبِ اربعہ بدعتِ حسنہ میں داخل ہیں یا بدعتِ سیئہ میں؟ اگر بدعتِ سیئہ ہے تو کس قسم کی بدعتِ سیئہ ہے؟

جواب: مذاہبِ اربعہ کے مسائل کی اتباع کرنا نہ بدعت حسنہ ہے نہ بدعتِ سیئہ، بلکہ مذاہبِ اربعہ کے مسائل کا اتّباع کرنا سنّت ہے۔ اس لئے مذاہبِ اربعہ میں جو اختلاف ہے وہ اختلافات یا تو خود صحابہؓ میں موجود تھے (اور ائمۂ اربعہ ان کے خوشہ چین ہیں) اس لئے ان میں بھی اختلافات ہوئے، اور صحابہؓ کے متعلّق حضور ﷺ کا ارشاد ہے "اصحابی کالنجوم فبأیّھم اقتدیتم اھتدیتم" یعنی میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں تم جس کی بھی اقتداء (پیروی) کرو گے ہدایت پالو گے۔ اور مذاہبِ اربعہ میں اختلاف، قیاس وحجّت کے اختلاف سے واقع ہوا (اور یہ مسلّم ہے کہ) قیاس نص سے ثابت ہے (تو قیاس پر عمل کرنا بعینہ) اتباع نص ہوا، اور نیز مذاہبِ اربعہ میں اختلاف حدیث کے ظاہری الفاظ اور استنباط حدیث پر بھی ہے اور ظاہری حدیث کو قابلِ حجّت سمجھتے ہیں، اور بعض استنباطِ حدیث پر عمل کرتے ہیں۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ایک حدیث آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس وقت بنی قریظہ کی طرف صحابہؓ کو روانہ فرمایا تو یہ حکم فرمایا کہ کوئی عصر کی نماز سوائے بنی قریظہ کے نہ پڑھے۔ بعض صحابہؓ نے اس بناء پر نمازِ عصر اداء کی کہ آنحضرت ﷺ کا مقصد اس تاکید سے یہ تھا کہ وہاں پہونچنے میں دیر نہ کریں نہ کہ نماز کو وقت سے ٹال دینا مقصود تھا۔ اور بعض صحابہؓ نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کیا اور راستہ میں نماز نہ پڑھی۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ کو یہ قصّہ معلوم ہوا تو اس پر کچھ ناگواری ظاہر نہ فرمائی (تو معلوم ہو گیا کہ) دونوں طرح عمل جائز ہے، مذاہبِ اربعہ کے اختلاف کی صورت ایسی ہے تو بدعت کس طرح ہو جائے گی۔

(امداد السائل ترجمہ مأۃ مسائل ص/۱۰۱۔۱۰۲)

ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

سوال (٦٢): مقلد ایشاں را بدعتی گویند یا نہ؟

جواب: ہر گز مقلد ایشاں را بدعتی نہ خواہد گفت زیرا کہ تقلید ایشاں تقلید حدیث شریف است باعتبار الظاہر والباطن پس متبع حدیث را بدعتی گفتن ضلال وموجب نکال است۔ (مأۃ مسائل ص/۹۳)

ترجمۂ سوال: مذاہبِ اربعہ کے مقلدین کو بدعتی کہیں گے یا نہیں؟

جواب: مذاہبِ اربعہ کے مقلد کو بدعتی نہیں کہیں گے، اس لئے کہ مذاہبِ اربعہ کی تقلید بعینہٖ حدیث کے ظاہر و باطن کی تقلید ہے، اور مُتبع حدیث کو بدعتی کہنا گمراہی اور بدبختی ہے۔

(امدادالمسائل ترجمہ مأۃ مسائل ص/۱۰۲)

امام ربانی مجدد الفِ ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

بے شائبہ تکلف و تعصب گفتہ میشود کہ نورانیت این مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ حیاض و جداول بنظر می در آیند و بظاہر ہم کہ ملاحظہ می آید سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند علیہم الرضوان واین مذہب باوجود کثرت متابعان در اصول وفروع از سائر مذاہب متمیز است ودر استنباط طریق علیحدہ دارد و این معنی مبنی از حقیقت است، عجب معاملہ است امام ابو حنیفہ در تقلید سنت از ہمہ پیش قدم است واحادیث مرسل را در رنگ احادیث ... شایان متابعت میدانند وبر رائے خود مقدم میدارد و ہمچنین قول صحابہ را بواسطہ شرف صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام برارائے خود مقدم میدارد و دیگر ان نہ چنین اند مع ذالک مخالفان اورا صاحب رائے میدانند و الفاظ کہ مبنی از سوئے ادب اند باومنتسب می سازند باوجود آنکہ ہمہ کمال علم و وفور ورع و تقوےٰ او معترف اند حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ ایشاں را توفیق دہاد کہ از رأس دین ورئیس اسلام انکار نہ نمایند و سواد اعظم اسلام را ایذاء نکند۔

یریدون ان یطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم جماعت کہ ایں اکابر دین را اصحاب رائے میدانند اگر ایں اعتقاد دارند کہ ایشاناں برائے خود حکم می کردند و متابعت

کتاب و سنت نمی نمودند پس سواد اعظم از اہل اسلام بزعم فاسد ایچاں ضال ومبتدع باشند بلکہ از جرگۂ اہل اسلام بیرون بودند ایں اعتقاد نکند مگر جاہلی کہ از جہل خود بے خبر است یا زندیقی کہ مقصودش ابطال شطر دین است ناقصی چند احادیث چند را یاد گرفتہ اند و احکام شریعت را منحصر در آن ساختہ ماورائ معلوم خود را نفی می نمایند و آنچہ نزد ایشاں ثابت نہ شدہ منتفی می سازند

ے

چوں آں کرمے کہ در سنگے نہاں است
زمیں و آسماں او ہماں است

وای ہزاروای از تعصبہائے بارد ایشاں
واز نظرہائے فاسد ایشاں۔

(مکتوبات امام ربانی ص ۱۰۷-۱۰۸ ج ۲ مکتوب نمبر ۵۵ فارسی۔)

ترجمہ: بلا تکلف وتعصب کہا جا سکتا ہے کہ اس مذہب حنفی کی نورانیت کشفی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے اور دوسرے تمام مذاہب حوضوں اور نہروں کی طرح دکھائی دیتے ہیں اور ظاہر میں بھی جب ملاحظہ کیا جاتا ہے تو اہل اسلام کا سواد اعظم یعنی بہت سے لوگ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے تابعدار ہیں یہ مذہب باوجود بہت سے تابعداروں کے اصول وفروع میں تمام مذہبوں سے الگ ہے۔ اور استنباط میں اس کا طریقہ علیحدہ ہے اور یہ معنی حقیقت کا پتہ بتاتے ہیں بڑے تعجب کی بات ہے کہ امام ابوحنیفہؒ سنت کی پیروی میں سب سے آگے ہیں حتیٰ کہ احادیث مرسل کو احادیث مسند کی طرح متابعت کے لائق جانتے ہیں۔ اور اپنی رائے پر مقدم سمجھتے ہیں اور ایسے ہی صحابہ کے قول کو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کے شرف صحبت کے باعث اپنی رائے پر مقدم جانتے ہیں دوسروں کا ایسا حال نہیں پھر بھی مخالف ان کو صاحب رائے کہتے ہیں۔ اور بہت بے ادبی کے الفاظ ان کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ سب لوگ ان کے کمال علم وورع وتقوی کا اقرار کرتے ہیں۔ حق تعالی شانہ ان کو توفیق دے کہ دین کے سردار اور اسلام کے رئیس سے انکار نہ کریں اور اسلام کے سواد اعظم کو ایذاء نہ دیں۔

یریدون ان یطفئوا نور اللہ بافواھھم (یہ لوگ اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں) وہ لوگ (غیر مقلدین) جو دین کے ان بزرگوں (امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ) کو صاحب رائے جانتے ہیں اگر یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ یہ بزرگوار صرف اپنی رائے پر ہی عمل کرتے تھے اور کتاب وسنت کی متابعت چھوڑ دیتے تھے۔ تو ان کے فاسد خیال کے مطابق اسلام کا ایک سوادِ اعظم گمراہ اور بدعتی بلکہ گروہ اسلام سے باہر ہے۔ اس قسم کا اعتقاد وہ بیوقوف کرتا ہے جو اپنی جہالت سے بے خبر ہے یا وہ زندیق جس کا مقصود یہ کہ اسلام کا نصف حصہ باطل ہو جائے۔ ان چند ناقصوں نے چند حدیثوں کو یاد کرلیا ہے اور شریعت کے احکام کو انہی پر موقوف رکھا ہے اور اپنی معلومات کے سوا سب کی نفی کرتے ہیں اور جو کچھ ان کے نزدیک ثابت نہیں ہوا (یعنی جو ان کے علم سے باہر ہے) اس کا انکار کرتے ہیں:

بیت ۔ : یعنی وہ کیڑا جو پتھر میں پنہاں ہے ۔۔۔ وہی اس کا زمیں وآسمان ہے

یعنی جو کیڑا پتھر میں چھپا ہوا ہے وہ یہ سمجھتا ہے یہی جگہ میری زمیں وآسمان ہے (اور خیال کرتا ہے کہ بس اتنی ہی بڑی دنیا ہے) حالانکہ اصل زمین وآسماں تو اس نے دیکھا تک نہیں اس قسم کے لوگ بیہودہ تعصب اور فاسد خیالوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(ترجمہ مکتوبات امام ربانیؒ ص ۱۷۸-۱۷۹ ج ۲ مکتوب نمبر ۵۵)

حضرت شاہ محمد ہدایت علی نقشبندی مجدّدی حنفی جیپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

''تقلیدِ ائمۂ شریعت اس پر واجب نہیں جو علم تفسیر، فقہ وحدیث میں کامل ہو اور مرتبۂ اجتہاد واستنباط مسائل پر قادر ہو، ناسخ ومنسوخ ومحاورۂ عرب سے واقف ہو۔ اگر اس قدر استعداد نہیں رکھتا ہے تو تقلیدِ ائمہ اس پر واجب ہے اور یہ سب علوم اس میں موجود ہوں اور پھر بھی ائمہ کی تقلید کرے تو احسن ہے، لیکن اس وقت میں دیکھا جاتا ہے کہ علمِ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول تو کیا قرآن شریف یا حدیث شریف بلا اعراب (زبر، زیر، پیش) کے صحیح نہیں پڑھ سکتے، استنباطِ مسائل کی عقل (اور سمجھ) تو بہت بلند ہے۔ لیکن ائمہ شریعت کی تقلید نہیں کرتے اور تقلید کو شرک کہتے ہیں، ان کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے، یہ نہیں جانتے کہ ہندوستان میں علمِ تفسیر، حدیث، فقہ واصول کے پیشرو شاہ عبد الحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ، شاہ عبد العزیز صاحب رحمہ اللہ وغیرہ باوجود

مخزنِ علوم کے سب حنفی ہیں۔ تو کیا زمانۂ موجودہ کے علماء علم فہمید وتقویٰ میں زیادہ ہیں؟ (نہیں) ہرگز نہیں۔ جو ائمۃ کے مقلّد کو مشرک کہتے ہیں لیکن جاہلوں کو اپنا مقلّد بنالیتے ہیں، اکثر لوگ جو اردو بھی نہیں جانتے وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ ہم اہلحدیث ہیں یعنی غیر مقلّد۔ ان سے اگر یہ سوال کیا جائے، کیا تم جو اپنے کو عامل بالحدیث کہتے ہو تم نے یہ مسائل قرآن وحدیث سے اخذ کئے ہیں یا کسی مولوی صاحب سے سن کر عمل کیا ہے؟ تو وہ یہی کہیں گے کہ فلاں مولوی صاحب سے سن کر عمل کیا ہے، تو پھر یہ تقلید نہ ہوئی تو اور کیا ہوا؟... الخ

(درّ لاثانی ص/۶۱-۶۲ ج/۲)

نیز آپ رحمہ اللہ "احسن التقویم" میں تحریر فرماتے ہیں:

''اور ائمۂ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کی تقلید اس شخص پر جو علمِ عربی، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، استنباطِ مسائل ومحاورۂ عرب، علمِ ناسخ ومنسوخ سے پورا واقف نہ ہو اور تبحرِ علمی نہ رکھتا ہو، واجب ہے۔ اسی واسطے حکمِ حق تعالیٰ ہے: "فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون" اور جو شخص ان علومِ مذکورہ صدر سے ناواقف ہے یا ان میں کامل نہیں ہے اس پر تقلیدِ ائمۂ دین واجب ہے۔ اور باوجود ان علوم میں کمال رکھنے کے پھر بھی کوئی تقلید کرے تو احسن ہے۔ زمانۂ اخیر میں جمیع علومِ دین میں کامل ذات حضرت شاہ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ وحضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ وحضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ وحضرت مجدّد الفِ ثانی رحمہ اللہ وحضرت مرزا مظہر جانِ جاناں شہید رحمہ اللہ وحضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ وغیرہم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ہوئے، فی زماننا ان کے مقابلہ میں کوئی عالم تبحرِ علمی میں عشرِ عشیر بھی نہیں ہے اور نہ کوئی عالم خواہ وہ کسی گروہ کا ہو ان کے مقابل تو کیا بیان کرسکتا ہے اپنے کو نصف یا ثلث حصّہ میں بھی نہیں کہہ سکتا، اگر کوئی کہے تو مسلمان اس کو دیوانہ یا "انا خيرٌ منه" (یہ ابلیس لعین کا مقولہ ہے) کہنے والے کا برادر ضرور جانیں گے، لیکن یہ سب بزرگوار حنفی ہوئے ہیں، جن کی کتابوں سے ان کا حنفی ہونا ثابت ہے۔ یہ ہماری شامتِ اعمال ہے کہ مسلمانوں میں بعض بعض ان علوم میں منتہی تو کیا مبتدی بھی نہیں لیکن ائمۂ مجتہدین کی تقلید کو بُرا کہتے ہیں۔ لیکن وہ جو اپنی تحقیقاتِ ناتمام میں ناتمام باتیں سمجھ چکے ہیں ان باتوں میں اور مسلمانوں کو اپنا مقلّد بنانے کو تیّار ہیں۔

''بہ بیں تفاوتِ رہ کجاست تابکجا'' (احسن التقویم ص ر ۱۳۷۔۱۳۸)

حضرت علامہ عبدالحق حقانی (صاحب تفسیر حقانی) رحمہ اللہ اپنی معرکۃ الآراء کتاب ''عقائد الاسلام'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''دوم: اگر ہر شخص ان مسائل میں اپنی اپنی رائے کو دخل دیا کرے تو ایک فساد عظیم دین میں پیدا ہو جائے صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیا کرتے تھے پھر جب بعد میں نئے نئے واقعات پیش آئے اور قرون ثلثہ ہو چکے اور فتنہ وفساد دین میں شروع ہوا تب ان بزرگان دین نے قرآن وحدیث میں تتبع کر کے فقہ کو مرتب کیا اور مسائل جزئیہ کو اپنے موقع پر لکھ دیا سو اس زمانہ سے اب تک تمام امت مسائل جزئیہ میں انھیں چاروں کی مقلّد ہیں پھر اب جو کوئی نئی راہ نکالے تو وہ سواد اعظم کو چھوڑتا ہے افسوس کہ بعض احباب آج کل عوام کو فتنہ میں ڈال رہے ہیں اور مجتھدین خصوصا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پر طعن کرتے ہیں کہ ان کے اقوال احادیث کے مخالف اور بے سند ہیں حالانکہ یہ طعن بالکل غلط ہے اس لئے کہ ان کی کوئی بات اور کوئی قول مخالف اور بے سند نہیں، ہاں اگر وہ سند تمہیں نہ ملے تو تمہارا قصور ہے ان کی اجتہاد کے قبولیت کی بڑی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار برس سے زیادہ آج تک مسلمانوں میں اس کو جاری رکھا۔ اگر یہ تقلید گمراہی ہوتی تو نعوذ باللہ اُمت گمراہ شمار کی جاتی، پھر اس امت کا خیر ہونا اور جس قدر فضائل قرآن واحادیث میں وارد ہیں سب غلط ہو جاتے۔'' (عقائد الاسلام ص ۱۱۲، ۱۱۳)

شیخ عبدالحق محدث دھلوی شرح سفر السعادت میں تحریر فرماتے ہیں:

''خانۂ دین چہار است ہر کہ راہے ازیں راہ ہائی و درے ازیں درہائے اختیار نمودہ براہے دیگر رفتن و درے دیگر گرفتن عبث و بیادہ باشد و کارخانۂ عمل را از ضبط و ربط بیروں افگندن واز راہ مصلحت بیروں افتادن است''یعنی دین کے چار گھر ہیں جس شخص نے کوئی راہ ان راہوں میں سے اور کوئی دروازہ ان دروازوں میں سے اختیار کیا تو اس کا دوسری راہ اور دوسرا دروازہ اختیار کرنا بیہودہ اور عبث ہے اور کارخانۂ عمل کو مضبوطی اور استقامت سے دور کرنا اور مصلحت سے باہر جانا ہے۔

(شرح سفر السعادت ص ۲۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قدس سرہٗ نرے اہل حدیث حضرات کے متعلق تحریر فرماتے

ہیں:

**فاما هذه الطبقة الذين هم اهل الحديث والاثر فان الاكثرين منهم انما كدهم الروايات وجمع الطرق وطلب الغريب والشاذ من الحديث الذى اكثره موضوع او مقلوب لا يراعون المتون ولا يتفهمون المعانى ولا يستنبطون سرها ولا يستخرجون ركازها وفقهها وربما عابوا الفقهاء وتناولوهم بالطعن وادعوا عليهم مخالفة السنن ولا يعلمون انهم عن مبلغ ما اوتوه من العلم قاصرون و بسوء القول فيهم الأثمون.**

ترجمہ: طبقۂ اھل حدیث واثر کا حال یہ ہے کہ ان میں اکثر کی کوشش (صرف) روایتوں کا بیان کرنا ہے اور سندوں کا اکٹھا کرنا اور ان احادیث سے غریب اور شاذ کو تلاش کرنا ہے جن کا اکثر حصہ موضوع یا مقلوب ہے یہ لوگ نہ الفاظ حدیث کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ معانی کو سمجھتے ہیں اور نہ مسائل کا استنباط کرتے ہیں اور نہ اس کے دفینے اور فقہ کو نکالتے ہیں اور بسا اوقات فقہاء پر عیب لگاتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں اور ان پر سنن واحادیث کی مخالفت کا دعویٰ کرتے ہیں (اور الزام لگاتے ہیں) حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ جس قدر علم فقہاء کو دیا گیا ہے وہ خود اس کے حصول سے قاصر ہیں اور فقہاء کو بُرا بھلا کہنے سے گنہگار ہوتے ہیں۔ (انصاف مع ترجمہ کشاف ص ۵۳)

## مسائلِ شرعیہ کی فہم کیلئے نِری حدیث دانی کافی نہیں:

مسائل شرعیہ اور احکامِ فقہیہ سمجھنے کے لئے نِری حدیث دانی (احادیث کا یاد کر لینا) اور جمود علی الظاہر کافی نہیں۔ فقہ اور اصول فقہ سے واقفیت اور تفقہ فی الدین کا حصول بھی نہایت ضروری ہے۔ اسکے حصول کے بغیر اصل حقیقت تک رسائی ممکن نہیں ہے۔ جن لوگوں نے قرآن وحدیث کے ظاہر پر جمود کیا تو باوجود عالم اور محدث ہونے کے ان سے احکام شرعیہ میں اس قسم کے فتاویٰ اور مسائل منقول ہوئے جو ظاہر البطلان ہیں۔

اسکے چند نمونے ملاحظہ کیجئے:

(۱) حدیث کی مشہور کتاب کنز العمال میں ایک روایت ہے، اس کا ترجمہ یہ ہے:

''حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں، عطاءؒ، طاؤسؒ، اور عکرمہؒ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نماز پڑھ رہے تھے، ایک شخص نے آکر مسئلہ دریافت کیا کہ جب میں پیشاب کرتا ہوں تو ماء دافق (یعنی منی) نکلتا ہے۔ کیا اس سے غسل واجب ہوگا؟ ہم نے کہا وہی ماء دافق نکلتا ہے جس سے بچہ پیدا ہوتا ہے، کہا ہاں! ہم نے کہا جب تو غسل واجب ہے، وہ شخص انا للہ پڑھتا ہوا چلا گیا، حضرت ابنِ عباسؓ جلدی جلدی نماز سے فارغ ہوئے اور عکرمہؒ سے کہا اس شخص کو بلاؤ، جب وہ آیا تو پہلے ہم سے پوچھا، کیا تم نے قرآن سے فتویٰ دیا؟ ہم نے کہا نہیں! فرمایا حدیث سے دیا؟ ہم نے کہا نہیں! فرمایا صحابہؓ کے اقوال سے؟ ہم نے کہا نہیں! پھر فرمایا آخر کس کے قول پر فتویٰ دیا؟ ہم نے کہا اپنی رائے سے! یہ سُن کر آپؓ نے فرمایا:

"ولذٰلک یقول رسول اللہ: فقیہٌ واحد اشدّ علی الشیطٰن من الف عابد".

یعنی اسی بناء پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابد سے بھاری ہے۔ پھر اس سائل سے پوچھا کہ پیشاب کے بعد جو چیز نکلتی ہے اُس کے نکلنے کے وقت تمہارے دل میں شہوت یعنی عورت کی خواہش ہوتی ہے؟ کہا نہیں! پھر فرمایا عضو تناسل میں استرخاء یعنی ڈھیلا پن ہوتا ہے؟ کہا نہیں! فرمایا اس صورت میں تمہارے لئے وضو کافی ہے۔

(کنز العمال ص/۱۱۸ ج/۵)

علماء محققین نے لکھا ہے کہ ابنِ عباسؓ نے جب دیکھا کہ ماء دافق کے لفظ سے محدثین کو دھوکہ ہوا اور صرف ظاہری معنیٰ کا اعتبار کر کے انہوں نے فتویٰ دیدیا اور علت غسل پر غور نہیں کیا تو سمجھ گئے کہ ان میں کوئی فقیہ نہیں اگر فقیہ ہوتے تو علّتِ غسل کی تشخیص ضرور کرتے، پھر جب دیکھا کہ علت غسل یعنی خروجِ منی کے لوازم نہیں پائے جاتے، اس لئے فتویٰ دیا کہ وہ منی نہیں ہے لہٰذا غسل بھی واجب نہیں، اس سے ظاہر ہے کہ فقیہ کی جو تعریف و مدح حدیث میں وارد ہے اس کو اعلیٰ درجہ کی سمجھ اور موشگافیاں درکار ہیں اور مجاہدؒ اور عطاءؒ اور طاؤسؒ اور عکرمہ جیسے اکابر محدثین (جو تقریباً محدثین کے اساتذہ اور سلسلۂ شیوخ میں ہیں) فقیہ نہیں سمجھا اس وجہ سے کہ انہوں نے علت کی تشخیص نہیں کی۔ اور کمال افسوس سے فرمایا کہ اسی بناء پر (کہ فقیہ اور سمجھدار لوگ بہت کم ہوتے ہیں اور فتویٰ کیلئے ظاہری نصوص کو کافی سمجھتے ہیں) حضور اکرم ﷺ نے فقیہ کی تعریف کی کہ

شیطان کے مقابلہ میں ایک فقیہ ہزار عابد سے بڑھ کر ہے اس لئے کہ شیطان کا مقصودِ اصلی یہی ہے کہ لوگوں سے خلافِ شرع کام کرائے اور بیچارے عابد کو عبادت میں اتنی فرصت کہاں کہ معانی نصوص اور مواقعِ اجتہاد میں غور وخوض کر کے خود ایسا حکم دے کہ خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ہو، جیسے محدّثین کو ضبطِ اسانید اور تحقیق رجال وغیرہ فنونِ حدیث کے اشتغال میں اس کی نوبت ہی نہیں آتی، یہ تو خاص فقیہ کا کام ہے کہ ہر مسئلہ میں تمام آیات اور احادیثِ متعلّقہ کو پیشِ نظر رکھ کر اپنی طبیعتِ وقّاد سے کام لیتا ہے اور ان میں موشگافیاں کر کے کوشش کرتا ہے کہ شارع کی غرض کیا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ''ہر مردے وہر کارے''۔

(حقیقۃ الفقہ ص/۹ ج/ا مطبوعۂ حیدر آباد)

(۲) علامہ ابنِ جوزی رحمہ اللہ تلبیسِ ابلیس میں فرماتے ہیں:

**''روی عن رسول اللہ ﷺ نھیٰ ان یسقی الرجل ما ءہ زرع غیرہ فقال جماعۃ ممن حضر قد کنّا اذا فضل ماءٌ فی بسا تیننا سرحنا ہ الیٰ جیراننا ونحن نستغفر اللہ فما فھم القاری ولا السامع ولا شعروا ان المراد وطی الحبالیٰ من السبایا''.**

یعنی بعض محدثین نے یہ حدیث بیان کی کہ منع فرمایا رسول اللہ نے اس بات سے کہ آدمی اپنے پانی سے دوسرے کے کھیت کو سیراب کرے، حاضرین مجلس میں سے ایک جماعت نے کہا کہ بارہا ہم کو ایسا اتّفاق ہوا ہے کہ جب ہمارے باغ میں پانی زیادہ ہوگیا تو ہم نے اپنے پڑوسی کے باغ میں وہ پانی چھوڑ دیا، اب ہم اپنے اس فعل سے استغفار کرتے ہیں۔ حالانکہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حاملہ لونڈیوں سے وطی نہ کی جائے، مگر اس کو نہ شیخ سمجھا اور نہ حاضرین مجلس کی نظر اس کی طرف گئی۔ یہ ہے عدمِ تفقّہ کا ثمرہ۔ (تلبیس ابلیس ص/۱٦٦)

(۳) علّامہ ابنِ جوزیؒ اپنی کتاب میں علّامہ خطّابی رحمہ اللہ کا قول نقل کرتے ہیں:

**''قال الخطابیؒ وکان بعض مشا ئخنا یروی الحدیث عن النبیّ ﷺ نھیٰ عن الحلق قبل الصلوٰۃ یو م الجمعۃ با سکان اللام قال واخبرنی انہ بقی اربعین سنۃً لا یحلق رأ سہ قبل الصلوٰۃ قال فقلت لہ انّما ھو الحلَق جمع حلقۃٍ وانّما کرہ**

**الاجتماع للعلم والمذاکرۃ وامر ان یشتغل بالصلوٰۃ وینصت للخطبۃ فقال قد فرجت عنّی".**

یعنی ایک شیخ نے یہ حدیث بیان کی حضور ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ جمعہ کے روز نماز سے پہلے حجامت بنوائی جائے اور اس کے بعد کہا کہ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے میں نے چالیس سال سے کبھی جمعہ سے پہلے سر نہیں منڈایا ہے۔ علامہ خطابیؒ کہتے ہیں کہ میں نے کہا حضرت حَلْق بسکون لام نہیں بلکہ حِلَق بفتح لام وکسر حاء ہے جو حلقۃ کی جمع ہے، اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جمعہ سے پہلے علم اور مذاکرہ کے حلقے نہ بنائے جائیں اس لئے کہ یہ نماز پڑھنے اور خطبہ سننے کا وقت ہے۔ یہ سُن کر وہ شیخ بہت خوش ہوئے اور کہا تم نے مجھ پر بہت آسانی کردی۔

(تلبیس ابلیس ص/۱۶۶)

(۴) ایک نرے محدّث صاحب نے حدیث بیان کی:

**"نھیٰ رسول اللہ ﷺ ان یتخذ الروح عرضاً".**

اور حدیث کی یہ تشریح کی کہ رسول اللہ ا نے اس سے منع فرمایا ہے کہ ہوا کیلئے دریچہ (کھڑکی) کو عرضاً بنایا جائے، حالانکہ حدیث کا یہ مقصد ومطلب نہیں ہے، حدیث میں لفظِ روح بضم الراء ہے اور محدث صاحب نے بفتح الراء سمجھا اور غرضاً کو عرضاً بعین مہملہ پڑھا اور مندرجہ بالا نتیجہ اخذ کیا، حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ا نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ کسی جاندار (کو باندھ کر) تیر (وبندوق وغیرہ) کا نشانہ نہ بنایا جائے، یہ ہے فقہ فی الدّین حاصل نہ کرنے کا ثمرہ۔ (مقدمہ مسلم شریف ص/۱۸ ج/۱ نیز ص/۱۵۳ ج/۲)

(۵) کشفِ بزدوی میں لکھا ہے کہ ایک محدث کی عادت تھی کہ استنجاء کے بعد وتر پڑھا کرتے تھے، جب اس سے وجہ دریافت کی گئی تو دلیل پیش فرمائی کہ حدیث شریف میں ہے کہ **"من استجمر فلیوتر"** کہ جو شخص استنجاء کرے وہ اس کے بعد وتر پڑھے، حالانکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ استنجاء کیلئے جو ڈھیلے استعمال کئے جائیں وہ وتر (طاق عدد) ہوں یعنی تین یا پانچ یا سات۔ (کشف الأسرار للبزدوی ج/۱، ص/۶۰ ط قدیمی)

اسی بناء پر حضور اکرم ﷺ نے دُعاء فرمائی ہے:

**"نضر اللہ عبداً سمع مقالتی وحفظھا ووعاھا واداھا، فرب حامل فقہٍ الیٰ من ھو افقہ منہ..." الخ .**

اللہ تروتازہ رکھے اس بندے کو جو میری حدیث سنے پھر اس کو یاد رکھے اور اس کی حفاظت کرے پھر دوسرں تک اس کو پہنچادے اس لئے کہ بسا اوقات جس کو حدیث پہنچائی جاتی ہے وہ اس سے زیادہ فقیہ ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص/۳۵)

(۶) غیر مقلدین کے پیشوا علامہ داؤد ظاہریؒ نے **"لا یبولن احدکم فی الماء الدائم"** (تم میں سے کوئی ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے) کے ظاہر پر عمل کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کہ ماءِ راکد میں پیشاب کرنا تو منع ہے اور پیشاب کرانے سے پانی ناپاک ہو جائے گا لیکن اگر کسی الگ برتن میں پیشاب کرکے وہ برتن پانی میں الٹادیا گیا تو پانی ناپاک نہ ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص پانی کے کنارے پیشاب کرے اور پیشاب بہہ کر پانی میں چلا جائے تب بھی پانی ناپاک نہ ہوگا، اس لئے کہ حدیث میں صرف ماءِ راکد میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے اور ان دونوں صورتوں میں ماءِ راکد میں پیشاب نہیں کیا لہٰذا پانی ناپاک نہ ہوگا، امام نوویؒ شارحِ مسلم شریف نے شرح مسلم شریف میں علامہ داؤد ظاہریؒ کے اس فتویٰ کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے "ھذا من اقبحِ ما نقل عنہ فی الجمودِ علیٰ الظاھر" یہ فتویٰ داؤد ظاہریؒ کے "جمود علی الظاہر" کے غلط مسائل میں سے (ایک مسئلہ) ہے۔

(نووی شرح مسلم ص/۱۳۸ ج/۱، فضل الباری شرح بخاری ص/۲۷ ج/۲ مطبوعہ پاکستان)

(۷) غیر مقلدین کے دوسرے پیشوا حافظ ابن حزمؒ (جو بڑے محدث، مفسر اور متکلم ہیں) نے قرآن کی آیت: **"واذا ضربتم فی الارض فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوٰۃ"** اور جب تم زمین میں سفر کرو تو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ نماز میں قصر کرو (سورۂ نساء پ/۴) کے ظاہر کو دیکھ کر کہا کہ مدتِ سفر کوئی چیز نہیں، اپنے گھر سے صرف ایک میل کے ارادے سے بھی جائے تو قصر کرے، محلّٰی میں اس مسئلہ پر بہت زور دیا ہے ان کو یہ خیال نہ ہوا کہ پھر جتنے لوگ مسجد میں جاکر نماز پڑھیں وہ سب ہی قصر کیا کریں کیونکہ ضرب فی الارض صادق آگیا، آیت

میں تو ایک میل آدھ میل کی بھی کوئی تحدید نہیں۔

(فضل الباری شرح بخاری ص ۳۷؍ ج ۲؍ مطبوعۂ پاکستان)

(۸) زمانۂ حال کے غیر مقلدین کے شیخ الاسلام اور محدّث مولانا عبدالجلیل سامرودی صاحب اپنے ایک رسالہ ''اظہار حقیقت از آئنہ حقیقت'' میں درّ مختار و شامی کا حوالہ دیکر رقمطراز ہیں:

''احناف کے نزدیک چوپایہ سے روزہ کی حالت میں وطی (صحبت) کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، انزال ہو یا نہ ہو بلکہ غسل بھی نہیں آتا''،

درّ مختار میں ہے:

**''اذا ادخل ذکرہ فی بھیمۃٍ اؤ میتۃٍ من غیر انزالٍ'' (ص ۱۰۳؍ ج ۲؍ مصری قدیم) ونقل فی البحر وکذا الزیلعی وغیرہ الا جماع علیٰ عدم الفسا د مع انزال (ص ۱۶)۔**

درّ مختار و شامی کی عبارت کا مفہوم سمجھے بغیر ہی لکھ دیا گیا۔

(۱) روزہ نہیں ٹوٹتا۔

(۲) انزال ہو یا نہ ہو۔

(۳) بلکہ غسل بھی نہیں آتا۔

حالانکہ مذکورہ تینوں دعوے بالکل غلط اور جہالت و کج فہمی کا واضح ثبوت ہیں، درّ مختار و شامی کی عبارت کا سرے سے یہ مطلب ہے ہی نہیں، اس مسئلہ کی مکمل تفصیل اور وضاحت کیلئے ملاحظہ ہو: فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۴۶؍ ج ۷، باب ما یفسد الصوم و ما یکرہ، اردو۔

غیر مقلدین کے شیخ الاسلام جب درّ مختار و شامی کی آسان عبارت سمجھنے سے قاصر ہیں تو قرآن و حدیث و تفسیر کیا سمجھیں گے؟ ان کے شیخ الاسلام، علاّمہ اور محدّث کی یہ حالت ہے تو دوسروں کی کیا حالت ہوگی؟

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

ایک لطیفہ یاد آگیا، ایک نیم فارسی داں نے ایک مرتبہ اپنے ایک دوست کو دشمن کے ہاتھ پٹتے دیکھا تو آگے بڑھ کر اپنے دوست کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے جس کی وجہ سے وہ اپنا بچاؤ نہ کرسکا

اور دشمن نے موقع غنیمت سمجھ کر اتنا مارا کہ حالت خراب ہوگئی، ایک شخص نے جب یہ منظر دیکھا تو کہا! ارے تو نے یہ کیا بیہودہ حرکت کی؟ دوست کے ہاتھ پکڑ کر اس کو خوب پٹوایا، اس نیم فارسی خاں نے کہا کیا آپ نے گلستاں میں شیخ سعدیؒ کی نصیحت نہیں پڑھی ۔

دوست آنست کہ گیرد دستِ دوست　　در پریشاں حالی و در ماندگی

کہ سچا دوست وہ ہے کہ جو دوست کو تکلیف و پریشانی میں دیکھے تو اس کے ہاتھ پکڑ لے، سو اس لئے اس وقت میں نے دوست کے ہاتھ پکڑ لئے، اس شخص نے کہا! خدا تجھ پر رحم کرے اس کا مطلب تو یہ ہے کہ جب دوست کو تکلیف اور پریشانی میں دیکھے تو اس کی مدد کرے اور اس کو تکلیف سے نجات دلائے نہ کہ اس کے ہاتھ پکڑ کر خوب پٹوائے۔ اور جیسے کہ مرزا مظہر جانِ جاناں نے اپنے خادم کو حکم فرمایا کہ پانی کی صُراحی اُٹھالاؤ مگر پیٹ پکڑ کر۔ (ان کی مراد یہ تھی صُراحی کا پیٹ پکڑ کر لانا، گردن پکڑ کر نہ لانا) اس میں احتمال ہے کہ گردن علیحدہ ہو جائے، مگر خادم ناسمجھ نے یہ حرکت کی کہ ایک ہاتھ سے تو صُراحی کی گردن پکڑ کر اُٹھایا اور دوسرے ہاتھ سے اپنا پیٹ پکڑا، مرزا صاحبؒ نے اس حرکت نامعقول کو دیکھا تو ان کے سر میں درد ہو گیا کیونکہ بہت ہی لطیف الطبع اور نازک مزاج تھے، یہ ہے کلام کے ظاہری سطح پر عمل کرنے اور فہم ورائے سے کام نہ لینے کی آفت، یہی حالت اس زمانہ کے اہلِ حدیث (غیر مقلّدین) کی ہے، علم میں ناقص، فہم دین سے کورے اور تفقہ فی الدّین کی نعمتِ عُظمیٰ سے محروم، ان نقائص کے ہوتے ہوئے اُلٹی سیدھی چند حدیثیں یاد کر کے "ہمہ دانی اور مجتہد" ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اسی پر بس نہیں بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر سلفِ صالحین، ائمہ دین اور حضراتِ مجتہدین امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کو قرآن وحدیث سے ناواقف، قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اپنی رائے پر عمل کرنے والے کہتے ہیں اور مطلقاً رائے اور اجتہاد کی مذمّت کرتے ہیں حالانکہ رائے کی دو قسمیں ہیں ایک وہ رائے ہے جو نص کے مقابلہ میں ہو جیسا کہ ابلیس کی رائے تھی:

"خلقته من نارٍ و خلقته من طين" (اعراف پ/۸، آیت/۱۲) آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا اور اس (یعنی آدم علیہ السلام) کو مٹّی سے، آگ افضل ہے اور اسکا اُٹھاؤ طبعاً علو یعنی بلندی کی طرف ہوتا ہے اور مٹّی مفضول ہے اور اسکا جھکاؤ طبعاً بجانب سِفل (نیچے) ہے، تو افضل

وعالی، مفضول وسافل کو کیوں سجدہ کریگا، یہ ابلیس کی رائے تھی جو اللہ کے حکم کے مقابلہ میں تھی، یہ تو بلاشک وشبہ مذموم اور خام ہے۔

اور ایک رائے وہ ہے جو نص کے مقابلہ میں نہیں بلکہ نص کے مطلب کو واضح کرنے کیلئے ہوتی ہے یہ مذموم نہیں بلکہ محمود ہے۔ چنانچہ بنی قریظہ کے واقعہ میں ہے، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "**لا یُصلین احدکم العصر الا فی بنی قریظه**" تم میں کوئی شخص نمازِ عصر بنی قریظہ کے علاوہ کہیں نہ پڑھے، راستہ میں جب صحابہؓ نے دیکھا کہ وہاں جاتے جاتے عصر کا وقت نکل جائے گا تو صحابہؓ میں دو جماعتیں ہوگئیں، ایک جماعت نے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے راستہ میں عصر کی نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور وہیں پہونچکر نمازِ عصر ادا کی، اور دوسری جماعت نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کا اصلی مقصود یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے اس قدر عجلت سے جاؤ کہ عصر کی نماز ادا کرنے کی نوبت منزلِ مقصود پر پہونچکر آئے۔ یہ مقصد نہیں کہ بہر صورت نماز وہیں پہونچکر پڑھو چاہے نماز قضاء ہوجائے، یہ اجتہاد کیا اور راستہ میں نماز پڑھ لی، بعد میں حضورِ اکرم ﷺ کی خدمتِ اقدس میں یہ واقعہ بیان کیا گیا تو حضورِ اکرم ﷺ نے کسی پر ملامت نہیں فرمائی، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جماعت نے اپنی رائے پر عمل کیا یہ رائے نص کے خلاف اور مقابلہ میں نہیں تھی بلکہ نص کے مطلب ومراد کو واضح کرنے کے لئے استعمال ہوئی تھی اس لئے مذموم قرار نہیں پائی اور حضور اکرم ﷺ نے بھی اس پر نکیر نہیں فرمائی اور بقول علامہ ابنِ قیمؒ یہ جماعت فقہاء کی تھی۔

## دین کا مدار دو چیزوں پر ہے:

دین کا مدار دو چیزوں پر ہے، ایک نقلِ صحیح (روایت) اور ایک فہمِ صحیح (درایت) لہٰذا ایک ایسی جماعت کا ہونا ضروری ہے جو شریعت (یعنی کتاب وسنت) کے الفاظ کی محافظ ہو اور پھر وہ الفاظ حضرات فقہاء کو پہنچا دے، یہ جماعت محدّثین کی ہے اور ایک ایسی جماعت کا ہونا بھی ضروری ہے جو شریعت کے اصول وفروع، کلیاتِ وجزئیات، اغراض ومقاصد کی توضیح وتشریح کرے اور خدا اور رسول اللہ ﷺ کے کلام کی صحیح صحیح مراد امت کو سمجھا دے یہ جماعت فقہاء اور مجتہدین کی ہے (دورِ صحابہ میں بھی یہ دو جماعتیں تھیں) غیر مقلدین کے محقق علامہ ابنِ قیم جوزیؒ

تحریر فرماتے ہیں:

''تبلیغ کی دو قسمیں ہیں، ایک تبلیغ الفاظ کی، اور ایک تبلیغ معنیٰ و مراد کی، اسی وجہ سے علماء امت دو قسموں میں منقسم ہو گئے ہیں، ایک قسم حفاظ حدیث کی کہ جنہوں نے الفاظِ حدیث کو یاد کیا اور پرکھا، صحیح اور موضوع الگ الگ کر کے بتلا دیا، یہ حضرات امت کے مقتدا ہیں اور اسلام کی سواری ہیں، ان بزرگوں نے دین کی یادگاروں اور اسلام کے قلعوں کی حفاظت کی اور شریعت کی نہروں کو خراب و برباد ہونے سے محفوظ رکھا،

دوسری قسم فقہاء اسلام اور اصحاب فتاویٰ کی ہے (انہی کے فتاویٰ پر امت کا دارومدار ہے) یہی جماعت اجتہاد اور استنباط، حلال و حرام کے قواعد ضبط کرنے کے لئے مخصوص ہے، حضراتِ فقہاء زمین میں ایسے ہیں جیسے کہ آسمان میں روشن ستارے، انہی کے ذریعہ تاریک رات میں بھٹکے ہوؤں کو راستہ ملتا ہے اور انہی کے ذریعہ اُلجھے ہوئے مسائل سلجھتے ہیں، اسی وجہ سے لوگوں کو ان حضرات کی اپنی ضروریاتِ زندگی سے زیادہ ضرورت ہے، اور لوگوں پر فقہاء کی فرماں برداری والدین کی فرماں برداری سے بھی زیادہ ضروری ہے، جیسا کہ قرآن میں ارشادِ خداوندی ہے: ''یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللّٰہ و اطیعواالرسول و اولی الامرِ منکم'' اے ایمان والو! خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اولوالامر (فقہاء کرام وغیرہ) کی اطاعت کرو، یعنی قرآن وحدیث کا جو مطلب و مراد وہ حضرات بیان کریں اس پر عمل کرو۔

(اعلام الموقعین ص/۹ ج/۱)

تفقہ فی الدین اللہ عزّ وجلّ کی نعمتِ عُظمیٰ ہے، اللہ تعالیٰ اس نعمت سے صرف اپنے مخصوص بندوں ہی کو نوازتا ہے، حضورِ اقدس ﷺ کا فرمان ہے:

**''من یُردالله به خیراً یفقهه فی الدین''.**

خدا تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتے ہیں تو اسکو دین کی سمجھ عطاء فرماتے ہیں۔

(مشکوٰۃ شریف ص/۳۲)

فرمانِ خداوندی ہے:

**''یؤ ت الحکمة من یشاء ومن یؤت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً''.**

دین کا فہم (یعنی علمِ فقہ وتفقہ فی الدین) جس کو چاہتے ہیں دیتے ہیں اور (سچ تو یہ ہے کہ) جس کو دین کا فہم مل جاوے اسکو بڑی خیر کی چیز مل گئی۔

(ترجمہ بیان القرآن پ/۳ سورۂ آلِ عمران، تفسیراتِ احمدیہ ص/۱۱۸)

جس کو یہ نعمتِ (دین کا فہم وتفقہ فی الدین) حاصل ہوتی ہے وہ صحیح طریقوں پر لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے اور لوگوں کے اُلجھے ہوئے مسائل سُلجھاتا ہے، اور امت کو شیطانی پھندوں اور چالبازیوں سے بچا کر راہِ راست پر لے چلتا ہے، اسی بناء پر شیطان فقیہ سے بہت گھبراتا ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

**"فقیہٌ واحدٌ اشدّ علی الشیطٰن من الفِ عابد".**

ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہوتا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ص/۳۴)

غیر مقلدین جو کہ تفقہ فی الدین کی نعمت سے محروم ہیں اس لئے وہ بھی فقیہ سے ڈرتے ہیں اور اسکو اپنا دشمن سمجھتے ہیں اور فقہ وفقیہ کو نیست ونابود کرنے کی تمنا کرتے ہیں، غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا عبدالجلیل سامرودی صاحب "بوئے غسلین" میں لکھتے ہیں "اگر دنیا میں اُصولِ فقہ وفقہ کا وجود نہ ہوتا تو آج کے دن کسی آریہ سماج ودیگر مذاہب نکلنے سے پیشتر کبھی فرقہ بندی نہ ہوتی" اور لکھتے ہیں "اگر آپ لوگوں کو خدا کی طرفداری کرنی ہے تو تمامی کتبِ مذاہب سے دستبردار ہو جاؤ" اور لکھتے ہیں "کوئی بادشاہ ہو عادل وعامل کتاب وسنت پر پھر وہ تمامی کتب فقہ ودیگر مذاہب کی کتابیں حضرت عمر فاروقؓ کی طرح ایک خندق کھود کر دفن کردے یا جلادے تب تو اشاعت کتاب وسنت خوب ہی ہوسکتی ہے" یہ دشمنی کا سبب علمِ فقہ کی قدر وقیمت سے ناواقفیت ہے، مشہور ہے "**والجهال لاهل العلم اعداء**" جہلاء علماء کے دشمن ہوتے ہیں۔

## فقہ اور فقیہ کی فضیلت:

حالانکہ فقہ وفقیہ کی حدیث میں بڑی فضیلتیں بیان کی گئی ہیں:۔

حدیث (۱) **"لکل شئٍ عماد وعماد ھٰذا الدین الفقه".**

ہر چیز کا ستون ہوتا ہے اور اس دین کا ستون فقہ ہے۔

(بیہقی، دارقطنی۔ فتاویٰ سراجیہ ص/۱۵۸، کتاب الفوائد)

**(۲) "عن ابی هريرة رضى الله تعالیٰ عنه الناس معادن كمعادن الذهب والفضة وخيارهم في الجاهلية خيارهم في الاسلام اذا فقهوا" رواه مسلم.**

(مشکوٰۃ شریف ص/۳۲)

لوگ سونے چاندی کی کان کی طرح ہیں، جو لوگ زمانۂ جاہلیت میں کریم الاخلاق ہونے کی وجہ سے مقتدا، پیشوا اور اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ فقہ فی الدین حاصل کریں (یعنی احکام کو علیٰ وجہ البصیرت جانتے ہوں اور فروعات کے استنباط کی قوّت رکھتے ہوں)

ایک اور حدیث میں ہے:

**"عن معاوية رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ من يرد الله به خيراً يفقهه في الدين" متفق عليه.**

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول خدا نے کہ جس کے ساتھ خدا خیر کا ارادہ کرتا ہے اسے دین میں فقاہت نصیب کرتا ہے، یعنی اسکو فقیہ فی الدین بنا تا ہے، روایت کی اس کو بخاریؒ و مسلمؒ نے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ ص/۳۲، کتاب العلم)

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کا فرمان ہے:

**"انما مثل الفقهاء كمثل الاكف".**

بے شک فقہاء کی مثال ہتھیلی کی مانند ہے، یعنی جس طرح انسان ہتھیلی کا محتاج ہوتا ہے اسی طرح لوگ فقہ اور فقیہ کے محتاج ہیں۔ (مفید المفتی ص/۹)

ایک اور حدیث میں ہے:

**"مجلس فقهٍ خير من عبادة ستين سنة".**

فقہ کی ایک مجلس (یا فقہ کی مجلس میں شریک ہونا) ساٹھ برس کی عبادت سے بہتر ہے۔

(رواہ الطبرانی فی المعجم الکبیر)

فقہ فی الدین کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک خاص موقع پر حضورِ اکرم ﷺ نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کے لئے دُعاء فرمائی:

**"اللّٰھم فقّھه فی الدین وعلّمه التاویل".**

اے اللہ ابنِ عباس کو دین کی سمجھ اور علمِ تفسیر عطا فرما۔ (ترجمان السنۃ ص/۲۵۸ ج/۴)

فہمِ حدیث فقہاء کا حصہ ہے، یہ نرے محدّث کا کام نہیں بلکہ بسا اوقات تفقہ کے حصول کے بغیر نِری حدیث دانی فتنہ اور بڑی سے بڑی غلطی میں واقع ہونے کا سبب ہو جاتا ہے، جس کی چند مثالیں آپ اوپر ملاحظہ فرما چکے ہیں، امام مسلمؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب صحیح مسلم شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

**"ما انت بمحدثٍ قوماً حدیثاً لا تبلغه عقولھم الا کان لبعضھم فتنةً".**

جب تم لوگوں سے ایسی حدیث بیان کروگے جس کی مراد تک ان کی عقل وفہم کی رسائی نہ ہو سکے تو یہ حدیث بعض لوگوں کے لئے ضرور فتنہ کا سبب بنے گی۔ (مسلم شریف ص/۹ ج/۱)

امام ترمذی رحمہ اللہ فیصلہ فرماتے ہیں:

**"وکذالک قال الفقھاء وھم اعلم بمعانی الحدیث".**

اسی طرح فقہاء رحمہم اللہ نے فرمایا ہے اور وہی حضرات حدیث کی مراد اور مقصد سب سے بہتر سمجھنے والے ہیں۔ (ترمذی شریف ص/۱۱۸ ج/۲، باب ماجاء فی غسل المیت)

امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کے استاذ امام سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں:

**"الحدیث مُضلّةٌ الا للفقھاء"** (تفقہ فی الدین کے بغیر) حدیث گمراہ کرنے والی ہے سوائے فقہاء کے، یعنی جس کو تفقہ فی الدین حاصل نہیں وہ حدیث کی صحیح مراد تک نہ پہونچ سکے گا، اور اپنی ناقص رائے سے اُلٹا سیدھا مطلب اخذ کریگا اور گمراہ ہوگا، دیکھئے شیعہ، روافض، خوارج، معتزلہ، قادیانی اور دیگر فرق باطلہ قرآن وحدیث ہی سے استدلال کرتے ہیں مگر گمراہ ہوتے ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت اقدس میں عرض کیا اگر کوئی حادثہ پیش آجائے اور اسکا صریح حکم نہ ملے تو میں کیا کروں؟ آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

**"شاوروا الفقھاء والعابدین ولا تمضوا فیه رأی خاصة".**

رواه الطبرانیؒ فی معجمه الاوسط ورجاله موثقون من اهل الصحیح.

(معارف السنن شرح ترمذی للشیخ محمد یوسف البنوری رحمہ اللہ ص/۲۹۴، ۲۶۵ ج/۳)

یعنی جماعت فقہاء اور جماعتِ عابدین (جن کو کمال ولایت اور نظر کشف وشہود سے اجتہاد کا درجہ حاصل ہو) سے مشورہ کرو۔

حاصل کلام یہ کہ فقہاء کی رہبری کے بغیر جو قدم اُٹھے گا وہ غلط ہی ہوگا، اسی بناء پر غیر مقلدین تراویح کی بیس رکعت اور طلاق ثلٰثہ کے مسئلہ میں ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

قرآن پاک میں بھی تفقہ فی الدین کے حصول کا امر ہے:

**"فلولا نفرمن کل فرقة منهم طائفة ليتفقهوا في الدين".**

سوایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے چھوٹی جماعت (جہاد میں) جایا کرے تاکہ (یہ) باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں۔ (سورۂ توبہ پ ۱۱)

اور حدیث میں ہے:

**"عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الناس لكم تبع وان رجالا يا تونكم من اقطار الارض يتفقهون في الدين فاذا اتوكم فاستوصوا بهم خيراً.** (رواه الترمذیؒ)

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا (اے میرے صحابہ!) لوگ تمہارے تابع ہیں دور دراز سے تمہارے پاس تفقہ فی الدین حاصل کرنے کے لئے آئیں گے، جب وہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے ساتھ نرمی، محبت اور بھلائی کے ساتھ پیش آنا، یہ میری تم کو وصیت ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۴، کتاب العلم، فصل ثانی)

بہت ہی سوچنے اور غور کرنے کا مقام ہے کہ نبی کریم ﷺ ان لوگوں کے ساتھ نرمی بھلائی اور محبت کا معاملہ کرنے کی صحابہ کو وصیت فرمارہے ہیں، جو فقہ فی الدین کے حصول کیلئے آئیں اور غیر مقلدین فقہ اور فقیہ سے اظہارِ نفرت کرتے ہیں اور کتبِ فقہ کو جلا دینے اور دفن کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ معاذ اللہ

## حقیقی محدّث فقیہ کا احترام کرتا ہے:

حالانکہ جو حقیقی محدّث ہوگا اس کی شان یہ ہوگی کہ وہ فقیہ کا احترام اور اس کی قدر کریگا اور اس

کے ساتھ محبت رکھے گا، اسکے بھی ایک دو نمونے ملاحظہ ہوں۔

(۱) امام اعمش رحمہ اللہ جو مشہور محدّث ہیں اور جلیل القدر محدثین، جیسے امام شعبہؒ، امام سفیان ثوریؒ، امام سفیان ابن عیینہؒ، امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کے استاذ اور شیخ ہیں، اتفاق سے امام اعمشؒ کی خدمت میں کوئی اہم مسئلہ پیش کیا گیا، آپؒ نے بلا کسی خِفت اور جھجک کے فرمایا "**انما یحسن جواب هذا النعمان بن ثابت واظنّه انه بُورِک فی العلم**" اس مسئلہ کا جواب امام ابوحنیفہؒ اچھی طرح دے سکتے ہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ ان کے علم میں خداداد برکت ہے۔

(الخیرات الحسان ص ۳۱)

(۲) امام اعمشؒ کا ایک اور واقعہ ہے۔ عبداللہ بن عمرو کا بیان ہے کہ میں امام اعمشؒ کی مجلس میں تھا، اس مجلس میں امام ابوحنیفہؒ بھی تشریف فرما تھے، ایک شخص نے امام اعمشؒ سے مسئلہ دریافت کیا، آپؒ ساکت و خاموش رہے، پھر امام ابوحنیفہؒ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اس مسئلہ کا کیا جواب ہے؟ آپؒ نے اس کا تسلی بخش جواب دیا، امام اعمشؒ نے تعجب سے پوچھا آپ نے یہ مسئلہ کس حدیث سے مستنبط کیا؟ جواب میں ارشاد فرمایا، اس حدیث سے جو آپ نے مجھے اپنی سند سے بیان کی تھی، اس حدیث سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے، امام اعمشؒ یہ سُن کر بے ساختہ بول اُٹھے "**نحن الصیا دلة وانتم الاطباء**" ہم (محدّثین کی جماعت) عطّار یعنی دوا فروش ہیں اور تم (یعنی فقہاء) طبیب ہو، ہم صرف حدیث یاد کر لیتے ہیں، صحیح وضعیف کو پہچانتے ہیں لیکن ان احادیث سے احکام مستنبط کرنا یہ تو تمہارا (یعنی فقہاء) کا کام ہے، جس طرح عطار ہر قسم کی دوائیں اور جڑی بوٹیاں جمع کرتا ہے اصلی و نقلی کو پہچانتا ہے لیکن دواؤں کی کیا خاصیت ہے، ان کے کیا فائدے ہیں، طریقۂ استعمال کیا ہے، یہ سب باتیں اطباء جانتے ہیں نہ کہ عطار، اسی طرح محدثین احادیث کو یاد کر لیتے ہیں لیکن استنباط احکام فقہاء کرتے ہیں، پس جو فرق اطباء اور عطار میں ہے وہی فرق محدثین اور فقہاء میں ہے۔

(کتاب جامع العلم وفضلہ ص ۱۳۱ ج ۱، الخیرات الحسان ص ۶۱)

(۳) ایسا ہی ایک اور واقعہ ہے، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام اعمشؒ نے تنہائی میں مجھ سے ایک مسئلہ دریافت فرمایا، میں نے جواب دیدیا خوش ہو کر کہنے لگے "**من این**

قلت هذا يا يعقوب؟" اے یعقوب! (یہ امام ابویوسف کا نام ہے) یہ مسئلہ تمہیں کس طرح معلوم ہوا؟ میں نے کہا "بالحديث الذی حدّثتنی انتَ ثم حدّثتة" اس حدیث سے جو آپ نے مجھے بیان کی تھی پھر میں نے وہ حدیث ان کو سنائی:

**"فقال لی یا یعقوب! انی لاحفظ هذاالحديث من قبل ان يجمع ابواک ما عرفتُ تا ويله الیٰ الاٰن".**

کہنے لگے اے یعقوب! یہ حدیث مجھے اس وقت سے یاد ہے جبکہ تمہارے والدین یکجا جمع بھی نہ ہوئے تھے لیکن آج ہی اس حدیث کی مراد معلوم ہوئی۔

(کتاب جامع بیان العلم وفضلہ ص ۱۳۱/۲، العلم والعلماء ص ۲۲۵)

امام اعمشؒ سے بھی بڑے درجہ کے محدّث امام عامر شعبی رحمہ اللہ (جو جلیل القدر تابعی ہیں اور جنہیں پانچ سو صحابہؓ کی زیارت کا شرف حاصل ہے) فرماتے ہیں:

**"انا لسنا بالفقهاء ولكننا سمعنا الحديث فرويناه للفقهاء".**

ہم (یعنی محدثین کی جماعت) فقیہ و مجتہد نہیں ہیں ہم تو احادیث سنتے ہیں (اور یاد کر لیتے ہیں) پھر فقہاء سے بیان کر دیتے ہیں۔ (تذکرۃ الحفاظ)

آپ نے غور فرمایا! محدثین کی یہ شان ہوتی ہے وہ فقہاء کے فضل کا بے تکلف اعتراف کرتے ہیں اور بوقتِ ضرورت انکی طرف رجوع بھی کرتے ہیں لیکن اس زمانہ کے "اہلِ حدیث" جو عربی سے نابلد، فہم وبصیرت سے کوسوں دور، مشکوٰۃ شریف، مؤطا امام مالکؒ وغیرہ کتبِ احادیث کا اُردو ترجمہ دیکھ کر حدیث دانی کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ائمہ ہدیٰ کو قرآن وحدیث کے خلاف عمل کرنے والا کہتے ہیں اور اپنے آپ کو ان سے افضل اور بڑا محدث سمجھتے ہیں۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اسی موقع کیلئے شاعر نے خوب کہا ہے ۔

انقلابِ چمن دہر کی دیکھی تکمیل ۔۔۔ آج قارون بھی کہدیتا ہے حاتم کو بخیل
بو حنیفہ کو کہے طفلِ دبستان جاہل ۔۔۔ مہ تاباں کو دکھانے لگی مشعل، قندیل
حسنِ یوسف میں بتانے لگا ابرص سو عیب ۔۔۔ لگ گئے چیونٹی کو سو پر کہنے لگی ہیچ ہے فیل

شرک ،توحید کو کہنے لگے اہلِ تثلیث　　لوح محفوظ کو کہتی ہے محرف انجیل
سامری موسیٰ عمران کو کہے جا دوگر　　شیخ کی کرتے ہیں اسکول کے بچے تجہیل
اسپِ تا زی شدہ مجروح بزیرِ پالان!　　طوقِ زرّیں ہے گدھے کیلئے عزّت کی دلیل

## غیر مقلدّین کا اعتراف:

غیر مقلدین کے اس تعصب وجہالت کا اعتراف ان کے مقتدا بھی کرتے ہیں، چنانچہ ان کے ایک پیشوا قاضی عبدالوہاب خانپوری اپنی کتاب "التوحید والسنة فی ردّ اھل الالحاد والبدعة" صفحہ نمبر ۲۶۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

''پس اس زمانہ کے جھوٹے اہلِ حدیث ،مبتدعین ،مخالفین سلفِ صالحین جو حقیقتِ ما جاء بہ الرسول سے جاہل ہیں ،وہ مفت میں شیعہ وروافض کے وارث وخلیفہ بنے ہوئے ہیں ،جس طرح شیعہ، ملاحدہ وزنادقہ نیز منافقین کی حمایت کیلئے باب ودہلیز اور مدخل رہے، ان کا (غیر مقلدین کا) حال بھی بالکل اہلِ تشیع جیسا ہے''۔　　(بحوالہ تقلید ائمہ ص/۱۸)

اسی طرح مشہور اہل حدیث مولانا وحید الزمان تحریر فرماتے ہیں ''اہلِ حدیث گوامام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کی تقلید کو حرام کہتے ہیں، لیکن ابن تیمیہؒ، ابنِ قیمؒ ،شوکانی ،نواب صدیق صاحب کی اندھا دھند تقلید کرتے ہیں۔　　(اسرار اللغۃ ص/۲۴ پارہ ہشتم)

ان حالات میں ہمارے غیر مقلدین بھائیوں کیلئے مناسب یہی ہے کہ خواہشاتِ نفسانی پر عمل ترک کر کے ائمۂ مجتہدین.........کی تقلید کریں ،حضرت شیخ عبدالحق محدّث دہلویؒ فرماتے ہیں:

''خانۂ دین ایں چہار است وہر کہ راہے ازیں راہ ہائے ودرے ازیں درہائے اختیار نمودہ براہ دیگر رفتن ودرے دیگر گرفتن عبث ویا وہ باشد''۔

یعنی دین کے گھر چار ہیں (یعنی مذاہبِ اربعہ) جو شخص ان راستوں کے علاوہ کسی اور راستہ کو اور ان دروازوں کے علاوہ کسی اور دروازہ کو اختیار کریگا تو وہ بےکار اور عبث کام ہوگا۔

(شرح سفر السعادۃ ص/۲۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی فرماتے ہیں:

"بالجملہ ایں چہار امام اند کہ عالَم را علمِ ایشاں احاطہ کردہ است امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد رحمہ اللہ"۔

یعنی یہ چار امام ایسے ہیں کہ ان کا علم سارے عالَم کو گھیرے ہوئے ہے، اور وہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد رحمہم اللہ ہیں۔ (شرح موطا ص ۶/)

شیخ فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ ائمہ اربعہ کے متعلق فرماتے ہیں:

آں امامانے کہ کردند اجتہاد — رحمتِ حق بر روان جملہ باد

بو حنیفہؒ بُد امام با صفا آن — سراجِ امتانِ مصطفیٰ

بادِ فضلِ حق قرینِ جانِ او — شاد باد ارواح شاگردانِ او

صاحبش بویوسفؒ قاضی شدہ — وز محمد ذوالمنن راضی شدہ

شافعیؒ ادریسؒ، مالکؒ با زفر — یافت یشان دینِ احمد زیب

احمدِ حنبلؒ کہ بود او مرد حق — در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق

روح شان در صدرِ جنت شاد باد

قصرِ دین از علمِ شاں آباد باد

ان اشعار کا کسی شاعر نے مندرجہ ذیل اشعار میں ترجمہ کیا ہے:

مجتہدین جو گزرے ہیں امام — روح پر سب کے ہو رحمت صبح وشام

بو حنیفہؒ تھے امام با صفا — شمع جملہ امتانِ مصطفیٰ

جان پر اسکی خدا کا فضل ہو — خوش کردے حق اس کے ہر شاگرد کو

یوسف اسکا ہمنشین قاضی ہوا — اور محمد سے خدا راضی ہوا

تھے زفر، مالکؒ، امامِ شافعی — جن سے زینت دینِ احمد کو ملی

احمد حنبل کہ تھے وہ مردِ حق　　لے گئے ہر علم میں سب سے سبقت

روح ان سب کی جنان میں شاد ہو

علم سے ان کے دین کا محل آباد ہو　　(پند نامہ)

## تقلید کی حیثیت اور اس کا ثبوت:

دین کی اصل دعوت یہ ہے کہ صرف اللہ کی اطاعت کی جائے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت بھی اسی لئے واجب ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے قول و فعل سے احکام الٰہی کی ترجمانی فرمائی ہے کہ کونسی چیز حلال ہے اور کونسی حرام، کیا جائز ہے اور کیا ناجائز، ان تمام معاملات میں اطاعت تو صرف خدا کی کرنا ہے، مگر چونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان معاملات مبلّغ اور پہچانے والے ہیں، اس لئے آنحضور ﷺ کی اطاعت اور فرماں برداری کرتے ہیں، اور حضور ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے، ارشاد خداوندی ہے "**من یطع الرسول فقد اطاع اللہ**" لہٰذا شریعت کے تمام معاملات میں صرف اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ضروری ہے اور جو شخص خدا اور رسول کے سوا کسی اور کی اطاعت کرنے کا قائل ہو اور اس کو مستقل بالذات مطاع سمجھتا ہو تو یہ یقیناً مذموم ہے، لہٰذا ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ وہ قرآن وسنت کے احکام کی تابعداری اور اطاعت کرے۔

قرآن وحدیث (سنّت) میں بعض احکام ایسے ہیں جو آیاتِ قرآنیہ اور احادیثِ صحیحہ سے صراحۃً ثابت ہیں جن میں بظاہر کوئی تعارض نہیں ہے، اس قسم کے احکام ومسائل "منصوصہ" کہلاتے ہیں، لیکن بعض احکام ایسے ہیں جن میں کسی قدر ابہام واجمال ہے اور بعض آیات واحادیث ایسی ہیں جو چند معانی کا احتمال رکھتی ہیں، بعض محکم ہیں اور بعض متشابہ، کوئی مشترک ہے تو کوئی مؤول، اور کچھ احکام ایسے ہیں کہ بظاہر قرآن کی کسی دوسری آیت، یا کسی دوسری حدیث سے متعارض معلوم ہوتے ہیں، مثلاً قرآن میں ہے:

"**والمطلّقات یتربصن با نفسھن ثلثة قروءٍ**".

جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہے وہ تین قروء گزارنے تک انتظار کریں۔

لفظ ''قروء'' عربی زبان میں حیض اور طہر دونوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے، ایسے موقع پر یہ اُلجھن ہوتی ہے کہ مطلقہ عورت کی عدت تین حیض آجانے پر ختم ہوگی یا تین طہر (پاکی کا زمانہ) ختم ہونے پر پوری ہوگی۔

اسی طرح حدیث میں ہے:

**''من کان له امام فقراء ة الامام له قراء ة''.**

یعنی جس کا امام ہو تو امام کی قراءت اس کیلئے کافی ہے۔ (ابنِ ماجہ)

دوسری حدیث میں بھی اسی طرح ہے:

**''انّما جعل الامام لیؤتمّ به فاذا کبّر فکبّروا واذا قرء فانصتوا''.**

یعنی امام اس لئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب قرآت کرے تو خاموش رہو۔ (مسلم شریف ص۱۷۴ ج۱)

اس کے بالمقابل دوسری حدیث میں ہے:

**''لا صلوٰة لمن لم یقرء بفاتحة الکتاب''.**

جو شخص سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ (بخاری شریف ص۱۰۴ ج۱)

اور بھی بہت سی مثالیں ہیں جن میں بظاہر ایک حدیث دوسرے کے معارض معلوم ہوتی ہے، اور ان کے علاوہ بے شمار مسائل ایسے ہیں جو قرآن وحدیث سے صراحۃً ثابت نہیں، وہاں اجتہاد اور استنباط سے کام لینا ہی پڑتا ہے، ایسے موقع پر عمل کرنے والے کیلئے اُلجھن اور یہ دشواری پیدا ہوتی ہے کہ وہ کس پر عمل کرے اور کونسا راستہ اختیار کرے، اس اُلجھن کو دور کرنے اور صحیح مسئلہ سمجھنے کی ایک صورت یہ ہے کہ انسان اپنی فہم وبصیرت پر اعتماد کرکے اس کا خود ہی کوئی فیصلہ کرلے اور پھر اس پر عمل پیرا ہو جائے، اور دوسری صورت یہ ہے کہ اس قسم کے معاملات میں از خود کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے یہ دیکھے کہ قرآن وسنت کے ان ارشادات سے ہمارے جلیل القدر اسلاف (صحابہؓ، تابعینؒ، تبع تابعینؒ) نے (جو حضورِ اکرم ﷺ کے مبارک زمانہ میں یا آپ کے قریب زمانہ میں تھے۔ جس کے متعلق لسانِ نبوّت کا یہ فیصلہ ہے ''**خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم**'' اور جو علومِ قرآن وحدیث کے ہم سے زیادہ ماہر، فہم

وبصیرت میں اعلیٰ، تقویٰ وطہارت میں فائق، حافظہ وذکاوت میں ارفع تھے) کیا سمجھا ہے اس پر عمل کرے، ایسی اُلجھن کے موقع پر عمدہ بات یہ ہے کہ جس طرح ہم اپنے دُنیوی معاملات میں ماہرین فن کے مشوروں پر عمل پیرا ہوتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں تو ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں، کورٹ میں کوئی مقدمہ دائر ہو جائے تو وکیل کرتے ہیں، مکان بنانا ہوتا ہے تو انجینئر کی خدمات حاصل کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ، اور جو وہ کہتے ہیں اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں، اس سے دلیل کا مطالبہ اور حجّت بازی نہیں کرتے، اسی طرح دینی معاملات میں ان مقدس ترین حضرات کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ان ائمۂ مجتہدین میں سے کسی کے قول پر عمل کریں، اس عمل کو اصطلاح میں تقلید کہا جاتا ہے۔ تقلید کی حیثیت صرف یہ ہے کہ تقلید کرنے والا اپنے امام کی تقلید یہ سمجھ کر کرتا ہے کہ وہ دراصل قرآن وسنت پر عمل کر رہا ہے اور صاحبِ شریعت ہی کی پیروی کر رہا ہے اور گویا یہ تصوّر کرتا ہے کہ ''امام'' اس کے صاحبِ شریعت کے درمیان واسطہ ہے، مثال کے طور پر نماز باجماعت ادا کی جا رہی ہو اور جماعت بڑی ہو، امام کی آواز تمام مقتدیوں کو سنائی نہ دیتی ہو تو اس وقت مکبّر مقرر کئے جاتے ہیں، وہ مکبّر امام کی اقتداء کرتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہہ کر امام کی نقل وحرکت رکوع وسجدہ کی اطلاع پچھلی صف والوں کو دیتا ہے، اور پچھلی صف والے یہی سمجھتے ہیں کہ ہم امام ہی کی اقتداء کر رہے ہیں یہ مکبر تو صرف واسطہ ہے جو ہمیں امام کی نقل وحرکت کی اطلاع دے رہا ہے اور مکبّر بھی یہی سمجھتا ہے کہ میں خود امام نہیں ہوں بلکہ میرا اور پوری جماعت کا امام صرف ایک ہی ہے، بالکل یہی صورتِ حال یہاں ہے کہ مقلّد کا تصور یہی ہے کہ میں خدا اور رسول ہی کی اطاعت اور اتباع کر رہا ہوں ''امام'' کو درمیان میں بمنزلہ مکبّر تصور کرتا ہے اس کو مستقل بالذات مطاع نہیں سمجھتا، مستقل بالذات مطاع تو صاحبِ شریعت ہی کو سمجھتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مذکورہ اُلجھن کے موقع پر ایک صورت تو یہ ہے کہ انسان اسلاف کے عقل وفہم وبصیرت پر اعتماد کرے اور ان کی اتباع کرے۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ ان حضرات مجتہدین میں سے کسی کے مذہب پر عمل نہ کرتے ہوئے اپنی فہمِ ناقص پر اعتماد کرے از خود فیصلہ کر کے اس پر عمل کرے، مگر اس وقت صاحبِ شریعت کی اتباع نہ ہوگی بلکہ اپنی خواہش کی اتباع ہوگی اور وہ اس طرح کہ خود تو مجتہد نہیں کہ فیصلہ

کرے کہ ناسخ کونسی آیت وحدیث ہے اور منسوخ کیا ہے، راجح کیا ہے اور مرجوح کیا ہے وغیرہ وغیرہ، اس لئے وہ اپنی خواہش سے دل لگتی چیز پر عمل کریگا، لہٰذا اتباع خواہش نفسانی کی ہو گی، شریعت کی نہ ہوگی۔

## خواہشِ نفسانی پر عمل کرنے کی مذمّت:

اور انسان کو گمراہ کرنے کے لئے شیطان کا یہ کامیاب حربہ ہے کہ انسان خواہشاتِ نفسانی کا بندہ ہو جائے اور اس پر عمل کرنے لگے، اس کے ذریعہ شیطان انسان کے قلب پر قابو پا لیتا ہے اور پھر بدنِ انسانی میں اس طرح سرایت کر جاتا ہے جیسے زہر، اور یہ انسان کے دین کیلئے بہت ہی خطرناک ہے، قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے خواہشاتِ نفسانی پر چلنے والوں کی بہت مذمت فرمائی ہے چنانچہ ایک جگہ ان کو خسیس ترین ''کتے'' سے تشبیہ دی ہے، ارشاد ہے:

**"ولکنه اخلد الیٰ الارض واتبع هواه فمثله کمثل الکلب"۔**

یعنی وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی کی پیروی کرنے لگا، سو اسکی حالت کتے کی سی ہو گئی۔ (سورۂ اعراف پ ۹)

اور ایک موقع پر خواہش پرست کو بُت پرست کے قائم مقام قرار دیا ہے، فرماتے ہیں:

**"افرأیت من اتخذ الٰهه هواه واضلّه الله علیٰ علمٍ وختم علیٰ سمعه وقلبه وجعل علیٰ بصره غشاوة"۔**

سو کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی جس نے اپنا خدا اپنی خواہشاتِ نفسانی کو بنا رکھا ہے، اور خدا تعالیٰ نے اس کو باوجود سمجھ بوجھ کے گمراہ کر دیا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کے کان اور دل پر مہر لگادی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ (سورۂ جاثیہ پ ۲۹)

خواہشِ نفسانی پر عمل کرنے کی وجہ سے خدا اس کو گمراہ کر دیتا ہے اور کان اور دل پر مہر لگادی جاتی ہے، پھر اس کے قلب میں صحیح بات نہیں اترتی اور نہ راہِ راست کی طرف اس کا دل مائل ہوتا ہے اور وہ گمراہی کے گڑھے میں گرتا ہی چلا جاتا ہے۔

ایک جگہ ارشاد ہے:

**"افمن کان علیٰ بیّنۃٍ من ربه کمن زُیّن له سوء عمله واتّبعوا اھوا ھم".**

تو جو لوگ پروردگار کے رستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہو اور جو اپنی نفسانی خواہشات پر چلتے ہوں۔ (سورۂ محمد پ ۲۶)

ایک گروہ جو اپنے پروردگار کے واضح راستہ پر چل رہا ہو اور دوسرا اپنی نفسانی خواہشات پر عمل پیرا ہو یہ دونوں گروہ ایک درجہ کے نہیں ہو سکتے، پہلا گروہ کامیاب اور دوسرا ناکام۔

نفسانی خواہش کی مذمت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو بھی متنبہ کیا گیا کہ آپ ان لوگوں کی تابعداری نہ کریں جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتے ہیں، ارشاد ہے:

**"ولا تُطع من اغفلنا قلبه عن ذکرنا واتبع ھواہ وکان امرہ فرطاً".**

یعنی اور ایسے شخص کا کہا مت مانئے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا یہ حال حد سے گزر گیا ہے۔ (سورۂ کہف پ ۱۵)

نیز ارشاد ہے:

**"ولئن اتبعت اھواء ھم من بعدِ ما جاء ک من العلم انک اذاً لمن الظالمین".**

اور اگر آپ ان کے نفسانی خیالات کو اختیار کر لیں (اور وہ بھی) آپ کے پاس علم (یعنی وحی) آنے کے بعد تو یقیناً آپ (معاذ اللہ) ظالموں میں شمار ہونے لگیں۔ (سورۂ بقرہ پ ۲)

نیز ارشاد ہے:

**"ولا تتّبع اھواء ھم عما جاء ک من العلم"**

اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے۔

(سورۂ مائدہ پ ۶)

نیز ارشاد ہے:

**"وان احکم بینھم بما انزل الله ولا تتبع اھواء ھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض ما انزل الله الیک".**

ترجمہ: اور ہم (مکرر) حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب

کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے اور ان سے (یعنی ان کی بات سے) احتیاط رکھئے کہ وہ آپ کو خدا کے بھیجے ہوئے حکم سے بچلا دیں۔ (سورۂ مائدہ پ/۶)

نیز ارشاد ہے:

**"ثم جعلنک علیٰ شریعة من الا مر فاتّبعها ولا تتبع اهواء الذین لا یعلمون".**

پھر ہم نے آپکو دین کے ایک خاص طریقے پر کر دیا ہے، آپ اس طریقے پر چلے جایئے اور ان جہلاء کی خواہشوں پر نہ چلئے۔ (سورۂ جاثیہ پ/۲۵)

ایک موقع پر حضورِ اکرم ﷺ کو مخاطب فرما کر پوری امت کو یہ پیغام سنایا گیا کہ خواہشاتِ نفسانی کی پیروی سے بچے رہنا ورنہ وہ اللہ کے راستہ سے تم کو ہٹا دیگی، ارشاد ہے:

**"ولاتتّبع الهویٰ فیُضلّک عن سبیل الله".**

اور خواہشاتِ نفسانی کی پیروی مت کرنا (اگر ایسا کروگے تو) وہ تم کو خدا کے راستہ سے بھٹکا دیگی۔ (سورۂ پ/۲۳)

ایک جگہ ارشاد ہے:

**"فان لم یستجیبو الک فاعلم انما یتبعون اهواء هم".**

اگر وہ آپ کی اطاعت سے انکار کر دیں تو یقین کیجئے کہ وہ محض اپنی خواہشات ہی کی اتباع کرتے ہیں۔

اس آیت میں یہ بتلایا گیا کہ جو لوگ وحی کے موافق عمل نہ کریں تو وہ "اتباع ھویٰ" (خواہشات کے بندے) ہیں اور جو من مانی کرتا ہے وہ سب سے زیادہ گمراہ ہوتا ہے، چنانچہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

**"ومن اضلّ ممن اتبع هواه بغیر هدًی من الله".**

اور ایسے شخص سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہو بدون اس کے کہ منجانب اللہ کوئی دلیل (اس کے پاس) ہو۔ (سورۂ قصص پ/۲۰)

الحمدللہ مقلّدین اَتباعِ وحی ہیں اور غیر مقلدین اتباعِ ھویٰ (خواہشات کی تابعداری کرنے

والے) ہیں کہ مقلدین مذکورہ اُلجھن کے موقع پر صحابہؓ واسلاف عظام کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہیں اور انہی کی اتباع کرتے ہیں اور غیر مقلدین باوجود اسکے کہ وہ عالم ومجتہد نہیں، ناسخ منسوخ وغیرہ وغیرہ امور سے ناواقف ہیں پھر بھی وہ ان حضرات کی فہم وبصیرت پر اعتماد نہیں کرتے اور اپنی خواہشات کے مطابق فیصلہ کرکے اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

**"لایؤمن احدکم حتیٰ یکون هواه تبعاً لما جئت به".**

یعنی.. تم میں سے کوئی اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی تمام خواہشات میری آوردہ شریعت کے تابع نہ ہوجائیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص/۲۲)

اور ایک حدیث میں ارشاد ہے:

**"وانه سیخرج فی امتی اقوام تتجاریٰ بهم تلک الاهواء کما یتجاریٰ الکلب لصا حبه لا یبقی منه عرق ولا مفصل الا دخله".**

یعنی میری امت میں آئندہ کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں اھواء اور خواہشات اس طرح بسی ہوئی ہوں گی جیسا کہ ہڑکا ہوا کتا (باؤلا کتا) کسی کو کاٹ لے، اس شخص کے جسم میں کوئی رگ اور کوئی جوڑ ایسا باقی نہیں رہتا کہ جس میں کتے کے کاٹنے کی وجہ سے زہر پیوست نہ ہوگیا ہو۔

(مشکوٰۃ شریف ص/۳۰)

اس حدیث میں اگر غور کیا جائے تو دو باتیں معلوم ہوں گی، ایک یہ کہ کتا جس کو کاٹ لے اس کے جسم کے رگ و پے میں زہر پیوست ہوجاتا ہے جو اسکی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ یہ مریض اگر تندرست انسان کو کاٹ کھائے تو اسکی بھی یہی حالت ہوجاتی ہے، نفسانی خواہشات پر چلنے والے کا بھی یہی حال ہے کہ اس کا وجود معرض خطرے میں آجاتا ہے اور جو شخص اس کی صحبت اختیار کرتا ہے اس کا بھی دینی نقصان ہوتا ہے۔

نفسانی خواہشات دوزخ کی چہار دیواری ہے اس پر عمل کرنا اس دیوار کو پار کرنا ہے گویا دوزخ میں داخل ہونا ہے، چنانچہ صحیحین کی روایت ہے، حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

**"حفت الجنة بالمکاره وحفت النار بالشهوات".**

جنت کے اردگرد مصائب وتکالیف کی اور جہنم کے اردگرد شہوات کی چہار دیواری کر دی گئی ہے، لہٰذا اپنی خواہشات پر عمل کرنا اس دیوار کو توڑ کر جہنم میں داخل ہونا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

**"انتم الیوم فی زمان الهویٰ فیه تابع للعلم وسیأتی علیکم زمان العلم فیه تابع للهویٰ".**

(احیاء العلوم ص/٨٦ ج/١)

یعنی آج تم ایسے زمانہ میں ہو کہ جس میں خواہشِ نفس علم کے تابع ہے اور تم پر ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں علم خواہشِ نفس کے تابع ہوگا۔

(مذاق العارفین ترجمہ احیاء علوم الدین ص/١٣ ج/١)

مشہور بزرگ شیخ ابوعمرز جاجیؒ (شاگردِ حضرتِ جنید بغدادیؒ) فرماتے ہیں:

**"کان الناس فی الجاهلیة یتبعون ما تستحسنه عقولهم وطبائعهم فجاء النبی ﷺ فردهم الیٰ الشریعة والاتباع فالعقل الصحیح الذی یستحسن ما یستحسنه الشرع ویستقبح ما یستقبحه".**

اسلام سے پہلے لوگ ایسی باتوں پر عمل کیا کرتے تھے جن کو ان کی عقلیں اور طبیعتیں اچھا سمجھتی تھیں، رسول اللہ ﷺ نے آکر ان کو شریعت اور اتباع کی طرف موڑ دیا، اب عقلِ صحیح اور فہمِ سلیم وہ ہے جو ایسی چیزوں کو اچھا سمجھے جسے شریعت اچھا سمجھتی ہے اور ایسی چیزوں کو برا سمجھے جسے شریعت برا سمجھتی ہے۔ (کتاب الاعتصام ص/٦٧ ج/١)

امام شاطبیؒ فرماتے ہیں:

**"الشریعة موضوعة لاخراج المکلف عن داعیة هواه".**

شریعت کی وضع اور غرض وغایت ہی یہ ہے کہ مکلف (یعنی انسان) کو اس کے خواہشات پر عمل کرنے کے داعیہ سے نکال دے یعنی خواہشات کا بندہ بننے کے بجائے خدا کا بندہ بنادے۔

(الاعتصام)

پیرانِ پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ فرماتے ہیں:

**"لیس الشرک عبادة الاصنام فحسب بل هو متابعتک لهواک".**

شرک صرف بت پرستی کا نام نہیں ہے بلکہ شرک یہ بھی ہے کہ تم اپنی خواہش نفس کی پیروی کرو۔
شیخ نے اپنے اس ملفوظ میں "افرأیت من اتخذ هواه "کی تفسیر فرمائی ہے۔

(فتوح الغیب ص/۲۱ مقالہ/۷)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

**"واعلم ان النفس مجبولة علیٰ اتباع الشهوات لاتزال علیٰ ذلک الا ان یبهرها نور الایمان".**

یعنی جان لو کہ نفس کی جبلّی بات یہ ہے کہ وہ خواہشات کی پیروی کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ نورِ ایمان اس میں داخل ہو۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص/۳۰۶ ج/۲)

حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں:

**"انما دخل الفساد علیٰ الخلق من ستة اشیاء ،ضعف النیة بعمل الآخرة والثانی صارت ابدانهم مهیئة لشهواتهم والثالث غلبهم طول الامل مع قصر الاجل والرابع آثروا رضاء المخلوقین علیٰ رضاء الله والخامس اتبعوا اهواء هم ونبذوا سنة نبیّهم ﷺ والسادس جعلوا زلّات السلف حجة لانفسهم ودفنوا اکثر مناقبهم".**

یعنی چھ چیزوں کی وجہ سے مخلوق میں فساد آ گیا ہے۔
(۱) آخرت کے متعلق اعمال میں انکی نیت میں ضعف آ گیا ہے۔
(۲) ان کے بدن شہوتوں کے پورا کرنے کے آلے بن گئے۔
(۳) طولِ امل (بڑی بڑی امیدیں) ان پر غالب آ گیا حالانکہ زندگی بہت مختصر ہے۔
(۴) مخلوق کی رضامندی کو اللہ کی رضامندی پر ترجیح دینے لگے۔
(۵) اپنی خواہشات کی اتباع کرنے لگے اور اپنے نبی ﷺ کی سنتوں کو پسِ پشت ڈال دیا۔

(۶) اسلاف کی لغزشوں کو اپنے (اعمالِ بد) کیلئے حجت بنالیا اور ان کے مناقب کو (جو قابل عمل ہیں) چھوڑ دیا۔ (کتاب الاعتصام ص ۶۴/۶۵، ج ۱/۱)

حاصل کلام یہ کہ خواہشات نفسانی پر عمل کرنے کی مذمت کے بارے میں قرآن وحدیث لبریز ہیں، علماء کرام نے بھی اس کی مذمت کی ہے، اس لئے انسان کی سعادت مندی اور نجات کا راستہ یہی ہے کہ بجائے از خود فیصلہ کرنے کے ائمۂ ہدیٰ کے تقویٰ وطہارت، انکی خداداد فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہوئے ائمۂ اربعہ میں سے (جن کی تقلید پر امت کا اجماع ہو چکا ہے) کسی کی تقلید کرے اس میں دینی مصلحت اور نجات مضمر ہے،

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ارشاد عالی پر پھر غور کیجئے ............

**اعلم ان فی الا خذ بھذہ المذاھب الاربعة مصلحة عظیمة وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدة کبیرة".**

جاننا چاہئے کہ ان مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سب سے اعراض کرنے میں بڑا مفسدہ ہے۔ (عقدالجید ص ۳۱/۱)

اور فرماتے ہیں:

**"وثانیاً قال رسول اللہ ﷺ اتبعو االسواد الاعظم ولما اندرست المذا ھب الحقة الا ھذہ الاربعة کان اتبا عھا اتبا عاًللسّواد الاعظم".**

مذہب کی پابندی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے "اتبعوا السواد الاعظم" سواد اعظم کی اتباع کرو، اور چونکہ مذاہبِ حقہ سوائے ان چار مذہبوں کے باقی نہ رہے اس لئے انکی اتباع کرنا سواد اعظم (بڑے گروہ) کی اتباع کرنا ہے اور ان سے باہر نکلنا سواد اعظم سے باہر نکلنا ہے۔ (عقدالجید ص ۳۱/۱)

حضرت سید احمد شہید بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں:

"دراعمال اتباعِ مذاہب اربعہ کہ رائج در تمام اہل اسلام است خوب است"۔

اعمال کے سلسلہ میں مذاہب اربعہ کی پیروی جو تمام مسلمانوں میں رائج ہے نہایت عمدہ اور

پسندیدہ ہے۔ (صراطِ مستقیم ص۲۹ فارسی)

لہٰذا صحیح طور پر اگر شریعت کی اتباع کرنا ہے اور خواہشات نفسانی کی لعنت سے محفوظ رہنا ہے تو مذاہبِ اربعہ میں سے کسی کی اتباع کیجائے خصوصاً اس پُر آشوب و پُر فتن زمانہ میں جس کے متعلق حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے"ثم یفشو الکذب "یعنی خیر القرون کے بعد ''کذب'' پھیل جائے گا۔

## تقلید امرِ فطری ہے:

ٹھنڈے دل اگر غور کیا جائے تو واضح ہوگا کہ تقلید ایک امر فطری ہے اور ایک قدرتی ناگزیر ضرورت ہے جو انسان کے ساتھ مثل سائے کے لگی ہوئی ہے، ہمارے غیر مقلدین بھائی بھی اس سے بے نیاز نہیں ہیں ان کے گھروں میں چھوٹے بچے گھر کے بڑوں ہی کو دیکھ کر نماز پڑھتے ہیں اور دوسرے اعمال کرتے ہیں اور ان کے گھر کی مستورات محدثہ، عالمہ اور فاضلہ نہیں ہوتیں، مردوں ہی سے پوچھ پوچھ کر عمل کرتی ہیں اس پوچھ پوچھ کر عمل کرنے کو مذموم نہیں سمجھا جاتا، اس کو شرک، بدعت اور گناہ نہیں کہا جاتا اور معمولی صنعت وحرفت میں بھی تقلید کے بغیر کام نہیں چلتا، طب اور ڈاکٹری کا مطالعہ کر کے انسان حکیم اور ڈاکٹر نہیں بن جاتا، ایسا شخص اگر مطب کھول کر بیٹھ جائے تو اسے مجرم کہا جاتا ہے اور جو اس سے علاج کرائے وہ بڑا نادان سمجھا جاتا ہے مثل مشہور ہے ''نیم حکیم خطرۂ جان نیم ملا خطرۂ ایمان'' بہر حال دنیا کے ہر کام میں تقلید کی ضرورت پڑتی ہے لیکن دین کے معاملہ میں حدیث کی چند کتابوں کا ترجمہ دیکھ کر اپنے آپ کو علوم قرآن وحدیث کا ماہر سمجھنے لگنا اور ائمہ ہُدیٰ اور اسلاف عظام سے بدگمانی کرنا، انکی شان میں گستاخی کرنا اور انکی تقلید کو شرک وبدعت کہنا اور اپنی ناقص فہم وعقل پر اعتماد کرنا اور ہوائے نفسانی کی اتباع کو عین توحید سمجھنا یہ کہاں کا انصاف ہے۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

اگر ہمارے غیر مقلدین بھائی ہٹ دھرمی، کٹ حجتی اور ضد کو چھوڑ کر دیانتداری، سنجیدگی اور ٹھنڈے دل سے غور کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ عدمِ تقلید کے عقیدے پر جمے رہیں۔

## نفسِ تقلید قرآن وحدیث سے ثابت ہے:

نفسِ تقلید کا جواز بلکہ وجوب قرآن وحدیث سے ثابت ہے، ہم یہاں چند آیات واحادیث پیش کرتے ہیں۔

(۱) قرآن میں ہے:

**"فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون".**

اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرلو۔

(۲) **"اولٰئک الذين هداهم الله فبهدٰهم اقتده".**

(سورۂ انعام پ ۷)

یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی انہی کے طریق پر چلئے۔

اس آیت میں اگلے انبیاء کی اتباع کا حکم فرمایا گیا ہے، دوسری جگہ ارشاد ہے:

**"واتبع ملّة ابراهيم حنيفاً".**

ملّتِ ابراہیمی کا اتباع کیجئے جس میں کجی نہیں ہے۔

(۳) **"يا ايها الذين آمنوا اطيعوا الله واطيعوا الرسول واولی الا مر منكم".**

اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اولوالامر کی، (اولوالامر میں ائمۂ مجتہدین خصوصاً ائمۂ اربعہ داخل ہیں)۔

(۴) **"ولوردوه الى الرسول والىٰ اولی الامر منهم لعلمه الذين يستنبطونه منهم".**

اگر یہ لوگ اس امر کو رسول کے اور اولوالامر کے حوالہ کرتے تو جو لوگ اہل فقہ اور اہل استنباط ہیں وہ سمجھ کر ان کو بتلا دیتے کہ کونسی چیز قابلِ عمل ہے اور کونسی نا قابلِ عمل۔

اس آیت سے بھی صراحۃً ائمۂ مجتہدین کی اتباع کا ثبوت ملتا ہے۔

(۵) **"فلولا نفر من كل فرقة منهم طائفة ليتفقّهوا فی الدين ولينذروا قومهم اذا رجعوا اليهم لعلهم يحذرون".**

یعنی کیوں نہ نکلے ہر فرقہ میں سے ایک جماعت تا کہ فقہ فی الدین حاصل کرے، اور جب واپس آئے تو اپنی قوم کو ہوشیار اور بیدار کرے تا کہ وہ دین کی باتوں کو سن کر اللہ کی نافرمانی سے بچیں۔

(سورۂ توبہ پ ۱۱)

**(۶) "وجعلنا منهم ائمة يهدون بامرنا لما صبروا وكانوا باٰياتنا يوقنون".**

اور ہم نے ان میں پیشوا بنائے جو لوگوں کو ہماری راہ چلاتے تھے، جب انہوں نے صبر کیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔ (سورۂ الم سجدہ پ ۲۱)

**(۷) "اتبع سبيل من اناب الى".**

اس شخص کے راستہ کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کئے ہوئے ہے۔

**(۸) "يا ايها الذين آمنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقين".**

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ رہو۔ (سورۂ توبہ پ ۱۱)

ان تمام آیات میں اتباع اور تقلید کی تاکید فرمائی گئی ہے اور ان سے تقلید مطلق کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ اب اس سلسلہ کی چند احادیث ملاحظہ کیجئے۔

**(۱) "عن حذيفة رضى الله عنه قال قال رسول الله ﷺ انى لا ادرى مابقائى فيكم فاقتدوا بالذين من بعدى ابى بكر وعمر".**

حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے معلوم نہیں میں کب تک تم لوگوں میں زندہ رہوں لہٰذا میرے بعد ان دو شخصوں یعنی ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء کرنا۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۰)

**(۲) "عليكم بسنتى وسنة الخلفاء الراشدين المهديّن.......الخ**

تم میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۳۰)

**(۳) "اصحابى كالنجوم فبايهم اقتديتم اهتديتم".**

میرے صحابہ ستاروں کے مانند ہیں تم جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت کرو گے۔

(مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴)

**(۴) عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ لما بعثہ الیٰ الیمن قال کیف تقضی اذا عرض لک قضاء قال بکتاب اللہ قال فان لم تجد فی کتاب اللہ قال بسنۃ رسول اللہ ﷺ قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ ﷺ قال اجتھد برائی ولا آلو، فضرب رسول اللہ ﷺ علیٰ صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسولَ رسولِ اللہ ﷺ لما یرضیٰ بہ رسول اللہِ".**

یعنی... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ کیا تو یہ دریافت فرمایا کہ اگر کوئی قضیہ پیش آئے تو کس طرح فیصلہ کرو گے؟ عرض کیا کتاب اللہ سے فیصلہ کروں گا، فرمایا اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو؟ عرض کیا رسول اللہ ﷺ کی سنت سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس میں بھی نہ ملے تو؟ عرض کیا پھر اجتہاد اور استنباط کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا اور اس مسئلہ کا حکم تلاش کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے میرے اس جواب پر (فرطِ مسرّت سے) اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی اور خوش رہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص/۳۲۴، ابوداؤد شریف ص/۱۴۹)

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔

(۱) بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ قرآن وحدیث میں ان کا حکم منصوص نہیں ہے یعنی صراحۃ مذکور نہیں ہے۔

(۲) غیر منصوص مسائل میں اپنی رائے اور اجتہاد سے فیصلہ کرنا مستحسن ہے اور یہ اللہ اور اس کے رسول کی عین مرضی کے مطابق ہے۔

(۳) رائے اور اجتہاد حق تعالیٰ کی ایک نعمت ہے جس پر آنحضرت ﷺ نے الحمد للہ فرمایا اور فرطِ مسرّت سے حضرت معاذؓ کے سینہ پر اپنا ہاتھ مارا، اس سے اس طرف اشارہ تھا کہ علومِ نبوت کے فیوض و برکات فقیہ اور مجتہد کے ساتھ ہیں۔

(۴) حضرت معاذؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا جا رہا ہے، مسائل کے حل کرنے اور معاملات کو سُلجھانے کی تعلیم فرمائی جا رہی ہے، وجہ ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ جانتے ہیں کہ اہل یمن اپنے پیش آمدہ مسائل و معاملات میں حضرت معاذؓ ہی کی طرف رجوع کریں گے اور آپ ہی کی تقلید واتباع کریں گے، اس حدیث میں صحیح طور پر غور کیا جائے تو تقلید کی حقیقت اور اس کا جواز واضح اور بین طور پر ثابت ہوتا ہے۔

(۵) "**العلماء ورثة الانبياء**" رواه احمد وابوداؤد والترمذی.

(مشکوٰۃ شریف ص/۳۴)

علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

. پس جس طرح انبیاء کی اتباع فرض اور لازم ہے اسی طرح وارثینِ انبیاء (یعنی علماء) کی اتباع بھی لازم اور ضروری ہے، انبیاء کرام کی میراث علم ہے، علماء کی اتباع واقتداء اسی لئے فرض ہے کہ وہ علم شریعت کے وارث اور حامل ہیں۔

(٦) **"كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلك نبی خلفه نبی وانه لا نبی بعدی وسيكون خلفاء فيكثرون".**

بنی اسرائیل کی سیاست وحکومت ان کے انبیاء کرتے تھے، ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی آ جاتا اور خبردار ہو میرے بعد کوئی نبی نہیں، ہاں میرے بعد خلیفہ ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ (یعنی میری زندگی میں تم پر میری اتباع ضروری ہے اور میرے بعد میرے خلفاء کی اتباع لازم ہو گی) (از معارف القرآن حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ ص/۱۸۵ ج/۱)

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے تقلید مطلق کا ثبوت ملتا ہے پھر اس تقلید کی دو صورتیں ہیں، ایک تو یہ کہ تقلید کے لئے کسی خاص امام ومجتہد کو متعین نہ کیا جائے کبھی ایک امام کے مسلک کو اختیار کر لیا تو کبھی دوسرے امام کے قول پر عمل کر لیا اسے تقلیدِ مطلق کہا جاتا ہے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ تقلید کے لئے کسی ایک مجتہد کو متعین کر لیا جائے، ہر مسئلہ میں اس کی اتباع کی جائے اسے تقلید شخصی کہا جاتا ہے، عہدِ صحابہ وتابعین میں تقلید کی ان دونوں صورتوں پر عمل درآمد رہا ہے اور بکثرت اسکا ثبوت ملتا ہے۔

## تقلیدِ شخصی:

چنانچہ اس عہد مبارک میں یہ بات بالکل عام تھی کہ جو حضرات فقیہ نہ تھے وہ فقہاء صحابہ وتابعین سے پوچھ پوچھ کر عمل کیا کرتے تھے، اور سائل کے جواب میں مجیب جو حکم بتلاتا مع دلیل یا بلا دلیل، سائل اس پر عمل پیرا ہوتا اور عدمِ دلیل کی صورت میں سائل دلائل کا مطالبہ نہ کرتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

''صحابہ کرام سے لیکر مذاہبِ اربعہ کے ظہور تک یہی دستور رہا اور رواج رہا کہ کوئی عالم مجتہد مل جاتا تو اسی کی تقلید کر لیتے تھے، کسی بھی معتبر اور مستند شخصیّت نے اس پر نکیر نہیں کی، اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ حضرات اس پر ضرور نکیر فرماتے'' (عقد الجید ص/۲۹ مترجم)

حضرت شاہ صاحبؒ کے اس فرمان سے عہد صحابہ وتابعین میں تقلید مطلق کا ثبوت واضح طور پر ملتا ہے، جس طرح ان حضرات کے یہاں تقلید مطلق کا رواج تھا اسی طرح بعض حضرات تقلید شخصی پر عمل پیرا ہوتے تھے، چنانچہ اہلِ مکہ مسائل خلافیہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے قول کو ترجیح دیتے تھے اور انہی کے قول پر عمل کرتے تھے، اور اہلِ مدینہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول پر عمل کیا کرتے تھے اور اہلِ کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کو ترجیح دیتے اور اسی کی اتباع کرتے تھے۔

(۱) بخاری اور مسلم اور ابوداؤد میں ہے، حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا، پھر وہی مسئلہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا جواب حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے جواب کے خلاف تھا، جب ابوموسیٰ اشعریؓ کو اس کا علم ہوا تو سمجھ گئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہی کا جواب اور فتویٰ صحیح ہے اور اس کے بعد ارشاد فرمایا:

**"لاتسألونی ما دام هذا الحبر فیکم".**

جب تک یہ متبحر عالم (یعنی ابنِ مسعودؓ) تم میں موجود ہیں تمام مسائل انہی سے دریافت کیا کرو اور وہ جو فتویٰ دیں اسی پر عمل کرو مجھ سے دریافت نہ کرو۔

اسی کا نام تقلیدِ شخصی ہے جس کا ثبوت اس روایت سے واضح طور پر ہوتا ہے۔

(مشکوٰۃ شریف ص/۲۶۴)

(۲) صحیح بخاری شریف میں حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

**"ان اھل المدینة سألوا ابن عباس عن امرأة طافت ثم حاضت قال لھم تنفر قالوا لا نأخذ بقولک وندع قول زید".**

(صحیح بخاری ص/۲۳۷ ج/۱، کتاب الحج)

اہل مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس عورت کے متعلق سوال کیا جو طواف فرض کے بعد حائضہ ہوگئی ہو (تو اب وہ طواف وداع کئے بغیر جاسکتی ہے یا نہیں؟) ابنِ عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا وہ طواف وداع کئے بغیر جاسکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا ہم آپکے قول پر (فتویٰ پر) عمل کر کے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے قول (فتویٰ) کو ترک نہیں کریں گے۔

(بخاری شریف)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مدینہ زید بن ثابتؓ کی تقلیدِ شخصی کرتے تھے اس روایت کے اس جملہ پر "لا نأخذ بقولك وندع قول زيد" پر غور کیجئے کہ جب اہل مدینہ نے ابن عباسؓ سے یہ بات کہی تو ابن عباسؓ نے اس پر نکیر نہیں فرمائی کہ تم تقلید واتباع کیلئے (یعنی تقلید کیلئے) ایک معین شخص کو لازم کر کے شرک، بدعت اور گناہ کے مرتکب ہو رہے ہو، اگر تقلید شخصی ناجائز اور حرام ہوتی تو ابن عباس ضرور نکیر فرماتے۔

(۳) حضرت ابن عباسؓ مجتہد تھے تاہم فرمایا کرتے تھے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا فتویٰ موجود ہو تو پھر کسی اور کے فتویٰ کی ضرورت نہیں۔ (کلمۃ الفصل ص/۱۹)

(۴) جب تک سالم بن عبداللہ زندہ رہے امام نافع نے فتویٰ نہیں دیا۔

(تذکرۃ الحفاظ ص/۹۸ ج/۱)

معلوم ہوتا ہے کہ امام نافع رحمہ اللہ کے زمانے میں لوگ سالم بن عبداللہ کی تقلید شخصی کرتے تھے۔

(۵) حضرت معاذؓ کو قاضی بنا کر یمن بھیجنے کی روایت گزشتہ اوراق میں مفصل آچکی ہے وہ روایت تقلید شخصی واجتہاد کے ثبوت میں بہت واضح اور قوی دلیل ہے، یہاں موقع کی مناسبت سے اس روایت کے ایک پہلو پر توجہ مبذول کیجئے، وہ یہ کہ حضور اکرم ﷺ نے اہل یمن کیلئے اپنے فقہاء

صحابہ میں سے صرف حضرت معاذؓ کو یمن بھیجا اور انہیں حاکم، قاضی اور معلم بنا کر اہل یمن کیلئے یہ لازم کردیا کہ وہ انہی کی تابعداری کریں اور حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو صرف قرآن وسنت ہی نہیں بلکہ موقع آنے پر قیاس واجتہاد کے مطابق فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی، اس کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اہل یمن کو ان کی تقلید شخصی کی اجازت دے دی بلکہ اس کو ان کیلئے لازم کردیا۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ تابعین کے دور میں فقہاء سبعہ کے فتوؤں پر عمل ہوتا تھا، ان روایات کو ملحوظ رکھ کر اس بات کا فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ عہد صحابہ وتابعین میں تقلید مطلق وتقلید شخصی دونوں کا رواج تھا مگر یہ بات ملحوظ رہے کہ وہ زمانہ خیر القرون کا تھا، لوگوں میں تدیّن اور خداترسی غالب تھی ان کا متعدد حضرات سے پوچھنا یا تو اتفاقی طور پر ہوتا یا یہ مقصد ہوتا کہ جس کے قول میں زیادہ احتیاط ہوگی اس پر عمل کریں گے اس لئے اس زمانہ میں تقلید مطلق اور تقلید شخصی دونوں پر عمل ہوتا تھا، پھر جوں جوں حضور اکرم ﷺ کے عہد مبارک سے بُعد ہوتا گیا اور خوفِ خدا اور احکامِ شریعت کی عظمت کم ہونے لگی اور اغراض پرستی لوگوں پر غالب آنے لگی تو امت کے نباض علماء نے دکھتی رگ پکڑ کر تقلید کو ''تقلید شخصی'' میں منحصر کردیا اور بتدریج اسی طرف علماء کا میلان ہونے لگا اور ہوتے ہوتے تقلید شخصی کے وجوب پر امت کا اجماع ہوگیا، اگر ایسا نہ کیا جاتا تو احکام شریعت کھلونا بن جاتے اور ہر ایک اپنے اپنے مطلب اور خواہش کے موافق عمل کرتا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

**''وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين اعيا نهم وقل من كا ن لا يعتمد علىٰ مذهب مجتهد بعينه و كان هو الواجب فى ذالك الزمان''.**

یعنی دوسری صدی ہجری کے بعد لوگوں میں متعین مجتہد کی پیروی کا رواج ہوگیا اور بہت کم لوگ ایسے تھے جو کسی خاص مجتہد کے مذہب پر اعتماد نہ کرتے ہوں اور اس زمانہ میں یہی ضروری تھا۔

(انصاف ص ۴۴)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ العزیز تقلید شخصی کے ضروری اور لابدّی ہونے کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''گو فی نفسہ یہ بھی جائز ہے کہ مختلف لوگوں کا اتباع ہو، مثلاً کسی شیخ سے کوئی شغل پوچھ لیا اور کسی دوسرے سے کوئی اور شغل پوچھ لیا تو اسطرح متعدد کا اتباع بھی فی نفسہ جائز ہے اور سلف کی یہی حالت تھی کہ کبھی امام ابوحنیفہؒ سے پوچھ لیا، کبھی اوزاعیؒ سے، اور سلف کی اسی عادت کو دیکھ کر آج بھی لوگوں کو یہ لالچ ہوتا ہے۔ سو فی نفسہ تو یہ جائز ہے مگر ایک عارض کی وجہ سے ممنوع ہو گیا، اس کے سمجھنے کیلئے ایک مقدمہ سن لیجئے وہ یہ کہ حالت غلبہ کا اعتبار ہوتا ہے سو حالت غلبہ کے اعتبار سے آج میں اور اس وقت میں یہ فرق ہے کہ اس وقت کے لوگوں میں تدیّن غالب تھا۔ ان کا مختلف لوگوں سے پوچھنا یا تو اتفاقی طور پر ہوتا تھا اور یا اس لئے کہ جس کے قول میں زیادہ احتیاط ہو گی اس پر عمل کریں گے پس اگر تدیّن کی اب بھی وہی حالت ہوتی تو ایک کو خاص کرنے اور اس کی تقلید کرنے کی ضرورت نہ ہوتی مگر اب تو وہ حالت ہی نہیں رہی اور کیسے رہتی؟ حدیث میں ہے: ثم یفشو الکذب۔ کہ خیر القرون کے بعد کذب پھیل جائے گا اور لوگوں کی حالت بدل جائے گی سو جتنا خیر القرون سے بُعد ہوتا گیا۔ اتنی ہی لوگوں کی حالت ابتر ہوتی گئی۔ اب تو وہ حالت ہے کہ عام طور پر غرض پرستی غالب ہے اب مختلف لوگوں سے اس لئے پوچھا جاتا ہے کہ جس میں اپنی غرض نکلتی ہو اس پر عمل کریں گے۔ الیٰ قولہ۔

علامہ شامیؒ نے یہاں ایک حکایت لکھی ہے کہ ایک فقیہہ نے ایک محدث کے یہاں اسکی لڑکی کے لئے پیغام بھیجا۔ اس نے کہا اس شرط پر نکاح کرتا ہوں کہ تم رفع یدین اور آمین بالجہر کرو۔ فقیہہ نے اس شرط کو منظور کر لیا اور نکاح ہو گیا۔ اس واقعہ کو ایک بزرگ کے پاس ذکر کیا گیا تو انھوں نے اس کو سن کر سر جھکا لیا اور تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا مجھے اس شخص کے ایمان جاتے رہنے کا خوف ہے اس واسطے کہ وہ جس بات کو سنت سمجھ کر کرتا تھا بدون اس کے کہ اسکی رائے کسی دلیل شرعی سے بدلی ہو۔ صرف دنیا کے لئے اسے چھوڑ دیا لوگوں کی یہ حالت دنیا طلبی کی ہو گئی ہے ایسے وقت میں اگر تقلید شخصی نہ ہو تو یہ ہو گا کہ ہر مذہب میں سے جو صورت اپنی مطلب کی پاویں گے اسے اختیار کریں گے۔ مثلاً اگر وضو کرنے کے بعد اسکے خون نکل آیا تو اب امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر تو وضو ٹوٹ گیا اور امام شافعیؒ کے مذہب پر نہیں ٹوٹا سو یہاں تو یہ شخص امام شافعیؒ کا مذہب اختیار کرے گا اور پھر اس نے بیوی کو بھی ہاتھ لگایا تو امام شافعیؒ کے مذہب پر وضو ٹوٹ گیا اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب پر نہیں

ٹوٹا۔ تو یہاں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب لے لے گا۔ حالانکہ اس صورت میں کسی امام کے نزدیک اسکا وضو نہیں رہا۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تو خون نکلنے کی وجہ سے ٹوٹ گیا اور امام شافعیؒ کے نزدیک عورت کو چھونے کی وجہ سے۔ مگر اس شخص کو ذرا بھی پرواہ نہ ہوگی وہ ہر امام کے مذہب میں اپنے مطلب ہی کی ڈھونڈ لیگا اور جو اس کے مطلب کیخلاف ہے اس کو نہ مانے گا۔ سو دین تو رہے گا نہیں غرض اور نفس پرستی رہ جائیگی پس یہ فرق ہے ہم میں اور سلف میں ان کو تقلید شخصی کی ضرورت نہ تھی کیونکہ تدیّن غالب تھا اور سہولت و غرض کے طالب نہ تھے بخلاف ہمارے کہ ہم میں غرض پرستی غالب ہے ہم سہولت و غرض کے بندے ہیں اس لئے ہم کو اس کی ضرورت ہیکہ کسی ایک خاص شخص کی تقلید کریں۔ ہم تقلید شخصی کو فی نفسہ واجب یا فرض نہیں کہتے۔ بلکہ یوں کہتے ہیں کہ تقلید شخصی میں دین کا انتظام ہوتا ہے اور ترکِ تقلید میں بے انتظامی ہوتی ہے۔ پس تقلید شخصی میں راحت بھی ہے اور نفس کی حفاظت بھی''۔

(اشرف الجواب حصہ دوم ص/۸۹ تا ص/۹۶ ملخص)

نیز حضرت اقدس مولانا تھانوی علیہ الرحمۃ ''الاقتصاد فی بحث التقلید والاجتهاد'' میں تحریر فرماتے ہیں:

## مقصد چہارم تقلید شخصی ثابت ہے اور اس کے معنیٰ:

### حدیث اول:

**''عن حذیفة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ انی لا ادری ما قدر بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی واشار الیٰ ابیُ بکر وعمر'' الحدیث اخرجه الترمذی''.**

(تیسیر کلکتہ ص/۳۴۹ کتاب الفضائل باب ثالث)

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم نہیں کہ تم لوگوں میں کب تک زندہ رہوں گا، سو تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتداء کیا کرنا جو میرے بعد ہوں گے اور اشارہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو بتلایا، روایت کیا اس کو ترمذی نے۔

### فائدہ:

من بعدی سے مراد ان صاحبوں کی حالت خلافت ہے کیونکہ بلا خلافت تو دونوں صاحب آپکے روبرو بھی موجود تھے، پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کا اتباع کیجیو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ایک ہوں گے، پس حاصل ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں تو انکا اتباع کیجیو، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں انکی اتباع کیجیو، پس ایک زمانہ خاص تک ایک شخص کے اتباع کا حکم فرمایا، اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل دریافت کرلیا کرنا اور نہ یہ عادتِ مستمرہ تھی کہ دلیل کی تحقیق ہر مسئلہ میں کی جاتی ہو اور یہی تقلید شخصی کی ہے کیونکہ حقیقت تقلید شخصی کی یہ ہے کہ ایک شخص کو جو مسئلہ پیش آوے کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کرلیا کرے اور اس سے تحقیق کر کے عمل کیا کرے اور اس مقام میں اس کے وجوب سے بحث نہیں وہ آگے مذکور ہے، صرف اس کا جواز اور مشروعیت اور موافقت سنت ثابت کرنا ہے، سو وہ حدیث قولی سے جو ابھی مذکور ہوئی بفضلہٖ تعالیٰ ثابت ہے ایک معین زمانے کیلئے سہی۔

### حدیث دوم:

عن الاسود بن یزید ...الخ الحدیث

### فائدہ:

یہ وہ حدیث ہے جو مقصد اول میں بعنوان حدیث چہارم مع ترجمہ کے گزر چکی ہے ملاحظہ فرمالیا جائے (یہ حدیثِ معاذؓ اس رسالہ کے ص ۴۳/۷ نیز ص ۸/۷ پر آچکی ہے) اس سے جس طرح تقلید کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے جیسا اس مقام پر اس کی تقریر کی گئی ہے اسی طرح تقلید شخصی بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ جب رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ کو تعلیم احکام کیلئے یمن بھیجا تو یقیناً اہل یمن کو اجازت دی کہ ہر مسئلہ میں ان سے رجوع کر سکتے ہو اور یہی تقلید شخصی ہے جیسا کہ ابھی اوپر بیان ہوا۔

## حدیث سوم:

**"عن هزیل بن شرحبیل فی حدیث طویل مختصره قال سئل ابو موسیٰ ثم ابن مسعود و اخبر بقول ابو موسیٰ فخالفه ثم اخبر ابو موسیٰ بقوله فقال لا تسألونی ما دام هٰذا الحبر فیکم"**. اخرجه البخاری و ابوداؤد والترمذی.

(تیسیر کلکتہ ص/۴۷۹ کتاب الفرائض فصل ثانی)

ترجمہ: خلاصہ اس حدیث طویل کا یہ ہے، ہزیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا پھر وہی مسئلہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کی بھی خبر دی گئی تو انہوں نے اور طور سے فتویٰ دیا پھر جو ان کے فتویٰ کی خبر حضرت ابوموسیٰ کو دی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک یہ متبحر عالم تم لوگوں میں موجود ہیں تم مجھ سے مت پوچھا کرو۔ روایت کیا اس کو بخاریؒ اور ابوداؤدؒ اور ترمذیؒ نے۔

## فائدہ:

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے اس فرمانے سے کہ ان کے ہوتے ہوئے مجھ سے مت پوچھو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ہر مسئلہ میں ان سے پوچھنے کیلئے فرمایا ہے اور یہی تقلید شخصی ہے کہ ہر مسئلہ میں کسی مرجح کی وجہ سے ایک ہی عالم سے رجوع کر کے عمل کیا کرے۔

(الاقتصاد ص/۳۱-۳۲-۳۳ مطبوعہ اعزازیہ دیوبند)

علامہ ابن تیمیہؒ بھی تقلید شخصی کو ضروری تحریر فرماتے ہیں:

**فی وقتٍ یقلّدون من یفسد النکاح و فی وقتٍ یقلّدون من یصححه بحسب الغرض والهویٰ ومثل هذا لا یجوز.**

یعنی یہ لوگ کبھی اس امام کی تقلید کرتے ہیں جو نکاح کو فاسد قرار دیتا ہے اور کبھی اس امام کی جو اسے درست قرار دیتا ہے اپنی غرض اور خواہش کے مطابق اور اس طرح عمل کرنا بالاتفاق نا جائز ہے۔ (فتاوٰی ابن تیمیہ ص/۲۴۰ ج ۲)

غیر مقلدین شیخ عبدالوہاب نجدی کے ہم مسلک و ہم عقیدہ سمجھے جاتے ہیں۔ لیکن یہ نام نہاد

اہلحدیث ان سے بھی دو قدم آگے ہیں شیخ ائمۂ اربعہ کی تقلید کے جواز کے قائل ہیں اور فرماتے ہیں: کہ ہم حنبلی المذہب ہیں۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

**"فنحن وللہ الحمد متبعون لا مبتدعون علیٰ مذھب الامام احمد بن حنبلؒ".**

ہم لوگ الحمدللہ ائمۂ سلف کے متبع ہیں کوئی نیا طریقہ اور بدعت ایجاد کرنے والے نہیں ہیں اور ہم امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں۔

(محمد بن عبدالوہاب للعلامہ احمد عبدالغفور عطار، طبع بیروت ص ۱۷۴ و ۱۷۵)

ایک دوسرے مکتوب میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

**انی وللہ الحمد متبع ولستُ بمبتدعٍ عقیدتی و دینی الذی ادین اللہ بہ ..الخ،**

میں الحمدللہ ائمۂ سلف کا متبع ہوں، مبتدع (دین میں نئی بات نکالنے والا) نہیں ہوں۔ میرا عقیدہ اور میرا دین جو میں اللہ کے دین کی حیثیت سے اختیار کئے ہوئے ہوں وہ اہلسنت والجماعت کا وہی مسلک اور طریقہ ہے جو امت کے ائمۂ اربعہ اور انکے متبعین کا مسلک اور طریقہ ہے۔

(محمد بن عبدالوہاب ص ۱۷۴، ۱۷۵)

ان کے صاحب زادے شیخ عبداللہ اپنے ایک رسالے میں اپنے اور اپنے والد کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اصول دین (یعنی ایمانیات واعتقادات) میں ہمارا مسلک اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے اور ہمارا طریقہ ائمہ سلف کا طریقہ ہے اور فروع میں یعنی فقہی مسائل میں ہم امام احمد ابن حنبلؒ کے مذہب پر ہیں اور جو کوئی ائمہ اربعہ میں سے کسی کی بھی تقلید کرے ہم اس پر نکیر نہیں کرتے۔

(الہدیۃ السنیہ عربی ص ۳۸-۳۹)

نیز تحریر فرماتے ہیں:

ہمارے نزدیک شیخ الاسلام ابن القیم رحمہ اللہ اور ان کے استاذ شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ اہل حق اہل السنۃ کے پیشوا ہیں اور ان دونوں بزرگوں کی کتابیں ہمیں نہایت عزیز ہیں لیکن ہر مسئلہ میں ہم ان کے بھی مقلد اور پیرو نہیں ہیں۔ اور متعدد مسائل میں ان سے ہمارا اختلاف معلوم ومعروف ہے منجملہ

ان کے یک مجلس کی تین طلاقوں کا مسئلہ ہے۔

(مندرجہ بالا حوالہ جات حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ کی ایک تازہ تصنیف بنام "شیخ محمد بن عبدالوہاب کے خلاف پروپیگنڈہ" سے اخذ کئے گئے ہیں)

علامہ ابن تیمیہ اور شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی جن کا علمی مرتبہ ہمارے غیر مقلدین بھائیوں کو بھی مسلم ہے آپ نے سطور بالا میں ان دونوں حضرات کے اقوال وافکار ملاحظہ فرمائے اس سے واضح ہوتا ہے کہ ان حضرات کے یہاں بھی تقلید گناہ یا شرک نہیں ہے بلکہ وہ بھی اس کے ضروری ہونے کے قائل ہیں جبکہ غیر مقلدین ائمہ ہدیٰ کی تقلید کو حرام، شرک، بدعت اور گناہ کہتے ہیں چنانچہ غیر مقلدوں کی کتاب "فقہ محمدی" کے ابتداء میں ہے "اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے ہم کو محض اپنے فضل وکرم سے حنفی شافعی مالکی حنبلی مذاہب کی تقلید سے جن میں ایک جہاں پھنس رہا ہے اور بموجب آیت قرآنی "اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله. اور حدیث عدی ابن حاتم کے کہ مخالف حکم خدا اور رسول کے اور کسی کا حکم ماننا شرک ہے شرک سے بچایا۔

(فقہ محمدی وطریقہ احمدیہ ص ۴)

صاحب فقہ محمدی نے حنفی شافعی مالکی اور حنبلی مذاہب کی تقلید کو شرک کہا ہے اور استدلال میں قرآنی آیت **اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله** اور حدیث عدی بن حاتم کو بلا سمجھے بوجھے نقل کر دیا حالانکہ آیت کا تعلق یہود ونصاریٰ سے ہے کہ انھوں نے اپنے علماء ومقتداؤں کو "خدا" بنا رکھا تھا اور وہ اس طرح کہ ان کی شریعت میں بعض چیزیں حرام تھیں اور ان کو ان کے علماء اور مذہبی پیشوا اور پادریوں نے حلال کر دیا حالانکہ وہ چیزیں بنص صریح ان کے مذہب میں حرام تھیں اور اس سے قبل ان اشیاء کے حرام ہونے کا عقیدہ بھی رکھتے تھے مگر پادریوں کے حلال کرنے سے حلال سمجھنے لگے اسی طرح یہودیوں کا اپنے علماء کے متعلق یہی عقیدہ تھا یہ صورت یقیناً مذموم اور شرک ہے چنانچہ جب یہ آیت " اتخذوا احبارهم و رهبانهم اربابا من دون اللّٰہ" نازل ہوئی تو حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ وہ (یہود ونصاریٰ) تو اپنے علماء کی عبادت نہیں کرتے تھے پھر اربابا من دون الله کیونکر ہوئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"انھم لم یکونوا یعبدونھم ولکنھم کانوا اذا أحلوا شیئا استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئا حرموہ".

یعنی بیشک وہ انکی عبادت تو نہیں کرتے تھے لیکن ان کے علماء جس چیز کو حلال کردیتے یہ لوگ اس کو حلال سمجھتے اور جس چیز کو حرام کہدیتے اس کو حرام جانتے۔ (ترمذی وغیرہ)

اس تقریر سے ایک بات واضح ہوگئی کہ مقلدین احکام فقہیہ میں ائمہ مجتہدین کے فتاویٰ کی تقلید واتباع تو کرتے ہیں مگر ان میں اور یہود ونصاریٰ کی خباثت میں بین فرق ہے وہ یہ کہ یہود و نصاریٰ تحلیل وتحریم میں احبار ورہبان کے لیے مستقل اختیار ثابت کرتے تھے۔ گویا انھیں قانون ساز سمجھتے تھے اور مقلدین ائمہ وعلماء مجتہدین کیلئے شمہ برابر اختیار تشریعی تسلیم اور ثابت نہیں کرتے اصل حکم خدا ہی کا سمجھتے ہیں اور "ان الحکم الا للّٰہ" ہی کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ ہاں رسول کا بیان چونکہ دلیل قطعی ہے اللہ کی طرف سے چیزوں کے حلال وحرام ہونے پر اس لئے رسول کی اتباع کرتے ہیں اب رہا تقلید کا مسئلہ تو اس کی حیثیت (جیسا کہ گذشتہ اوراق سے واضح ہوگیا) صرف یہ ہے کہ ہم ائمہ کو شارح قانون سمجھتے ہیں اور ان کی فہم وبصیرت پر اعتماد کرتے ہیں نہ کہ انھیں قانون ساز گردانتے ہیں اس لئے اس تقلید کو یہود ونصاریٰ کی تقلید سے کوئی مناسبت نہیں اور ائمہ ہدیٰ کی تقلید کی مذمت اس آیت کریمہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ سے متعلق ایک واضح اور قطعی بات لکھی ہے کہ اصل حکم تو اللہ ہی کا ہے اور وہ تحلیل وتحریم جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ آنحضور ﷺ کا قول اللہ کی تحلیل وتحریم کیلئے علامت قطعی ہے اور اس تحلیل وتحریم کو مجتہدین امت کی طرف منسوب کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ حضرات اس حکم کو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں یا اس کے کلام سے استنباط کرتے ہیں:

واما نسبة التحليل والتحريم الى النبى صلى الله عليه وسلم فبمعنىٰ ان قوله امارة قطعية لتحليل الله وتحريمه، واما نسبتها الى المجتهدين من امته فبمعنىٰ روايتهم ذٰلک عن الشرع من نص الشارع او استنباط من كلامه.

(حجۃ اللہ البالغۃ مع ترجمہ نعمۃ اللہ السابغۃ ص ۱۲۷ ج ۱، باب اقسام الشرک)

# غیر مقلدین کے چند اشکالات اور ان کے جوابات

## پہلا اشکال:

ان کا ایک اشکال یہ ہے کہ مسائل فقہ اور اسلامی احکام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور نبوت میں مدون اور جمع نہ تھے یہ بعد کی ایجاد ہے اس لئے یہ بدعت سئیہ ہے یہ اعتراض سراسر ان کی جہالت اور ناواقفیت کی علامت ہے قرآن کریم بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانے میں یکجا جمع نہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مشورے سے جمع کیا گیا جس کیلئے ابتداءً حضرت ابوبکر صدیقؓ تیار نہ تھے اور فرما رہے تھے:

**" کیف تفعل شیئا لم یفعل رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم ".**

کہ جو کام حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اسے آپ کیسے کر سکتے ہیں؟

حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا" ھـذا و اللّٰـہ خیرٌ "قسم بخدا یہ کام لامحالہ اچھا ہے ان دونوں حضرات کے درمیان بحث اور گفتگو ہوتی رہی یہاں تک کہ اللہ نے صدیق اکبرؓ کو اس بارے میں شرح صدر فرمایا اور وہ اس مبارک واہم کام کرنے پر آمادہ ہو گئے خود صدیق اکبر کا بیان ہے:

**فلم یزل عمر یراجعنی حتیٰ شرح اللّٰہ صدری لذٰلک ورأیت فی ذالک الذی رأی عمر".**

یعنی عمر مجھ سے الٹ پھیر (بحث) کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی اس کام کیلئے شرح صدر عطا فرمادیا اور میری بھی اس بارے میں وہی رائے ہوگئی جو عمر فاروقؓ کی تھی۔

ان دونوں حضرات کی رائے متفق ہوگئی تو پھر کاتب وحی زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس خدمت پر مامور کرنے کیلئے طلب فرمایا اور قرآن جمع کرنے کا حکم دیا تو انھوں نے بھی یہی سوال کیا:

**"کیف تفعلون شیئا لم یفعله رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم".**

آپ صاحبان وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کو مصلحت بتائی یہاں تک کہ ان کے قلب مبارک میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات اتار دی اور وہ بھی اس کام کیلئے آمادہ ہو گئے حضرت زیدؓ فرماتے ہیں:

**"فلم یزل ابوبکر یراجعنی حتیٰ شرح اللّٰہ صدری للذی شرح له صدر ابی بکر وعمر".**

حضرت ابوبکر صدیق مجھ سے سوال و جواب (الٹ پھیر) کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی اس کام کیلئے کھول دیا جس کیلئے ابوبکر و عمر کو شرح صدر ہو چکا تھا۔

اس کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ نے نہایت جانفشانی اور پوری احتیاط کے ساتھ یہ خدمت انجام دی اور قرآن کریم کا نسخہ مرتب فرما دیا اگر فقہ کے مسائل اور احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مدون ہونے اور جمع ہونے پر اعتراض ہے اور اُسے بدعت و ناجائز کہا جاتا ہے تو جمع قرآن کے متعلق کیا کہو گے؟

احادیث کی تدوین بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہوئی ہے اور کتب احادیث بعد میں مرتب ہوئی ہیں۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد، مؤطا، نسائی، ابن ماجہ وغیرہ تمام کتب بعد میں تصنیف کی گئی ہیں۔ کیا اس کو بھی بدعت کہا جائے گا؟ اور اس سے اعراض کیا جائے گا؟ اور کتب احادیث سے استفادہ ترک کر دیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ فقہ کا مدون ہونا بدعت ہے نہ کتب احادیث کا مرتب ہونا بدعت، اور نہ جمع قرآن کو بدعت کہا جا سکتا ہے اس لئے کہ ہر نئی بات کو بدعت کہہ دینا جہال اور محروم العقل لوگوں کا کام ہے ہر نیا کام اور ہر نئی بات بدعت ممنوعہ نہیں بلکہ جو عمل ''فی الدین'' یعنی دین کے اندر بطور اضافہ اور کمی بیشی کے ہو اور اسے دین قرار دیکر اور عبادات وغیرہ دینی امور کی طرح ثواب آخرت اور رضائے الٰہی کا وسیلہ سمجھ کر کیا جائے حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو نہ قرآن و سنت سے، نہ قیاس و اجتہاد سے، جیسے عیدین کی نماز میں اذان و اقامت کا اضافہ'' یہ تو بدعت ہے اور جو نیا کام ''للدین'' ہو یعنی دین کے

استحکام و مضبوطی اور دینی مقاصد کی تکمیل و تحصیل کیلئے ہو اُسے بدعت ممنوعہ نہیں کہا جاسکتا جیسے قرآن کا مسئلہ قرآن میں اعراب وغیرہ لگانا، کتب احادیث کی تالیف اور ان کی شرحیں لکھنا اور ان کتابوں کا صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ نام رکھنا ان امور کو بدعت نہیں کہا جاسکتا اسی طرح احکام فقہ کا مدون و مرتب کرنا اور مذاہب اربعہ کی تعیین اور ان کا حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی نام رکھنا اس کو بھی بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ مذکورہ تمام امور للدین ہونے کی وجہ سے مستحب بلکہ ضروری ہیں اگر قرآن جمع نہ کیا جاتا تو اس کی حفاظت مشکل ہو جاتی اگر اس پر اعراب نہ لگائے جاتے تو صحیح تلاوت کرنا دشوار ہو جاتا احادیث کو کتابوں کی صورت میں مرتب نہ کیا جاتا تو آج شاید امت کے پاس احادیث کا یہ معتبر ذخیرہ نہ ہوتا اسی طرح فقہ کی تدوین اور مذاہب اربعہ کی تعیین نہ ہوتی تو آج لوگ خواہشات کے غلام اور بندے ہو چکے ہوتے یہ تو خدا کا فضل ہے کہ اس نے علماء کے قلب میں یہ بات الہام کی کہ انہوں نے ضرورت محسوس کر کے فقہ کی تدوین کی اور اس کے طفیل لوگوں کیلئے احکام شرع پر عمل کرنا آسان ہو گیا۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دھلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

**"وبالجملة فالتمذهب للمجتهدين سرٌّ ألهمه الله تعالىٰ العلماء وجمعهم من حيث يشعرون او لا يشعرون".**

الحاصل (ان مجتہدین کا صاحب مذہب ہونا) اور پھر لوگوں کا ان کو اختیار کرنا ایک راز ہے جس کو اللہ نے علماء پر الہام کیا ہے اور ان کو اس تقلید پر جمع کر دیا ہے چاہے وہ اس راز کو جانیں یا نہ جانیں۔ (انصاف ص ۴۷)

اور تحریر فرماتے ہیں:

**"اعلم ان في الاخذ بهٰذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة وفي الاعراض عنها كلها مفسدة كبيرةٌ".**

جاننا چاہیے مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا مفسدہ ہے۔ (عقد الجید ص ۳۱)

## دوسرا اشکال:

ان کا ایک اشکال یہ بھی ہے کہ مجتہدین تو بہت ہوئے کیا وجہ ہے کہ تقلید کا انحصار انہی چار میں ہے کیا قرآن وحدیث میں ان کے برحق ہونے کی صراحت آئی ہے؟

یہ لوگ ایسے بے جا اعتراضات سے لوگوں کو بہکانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد وغیرہ کتب احادیث کتب معتبرہ ہیں کیا قرآن کی کسی آیت یا کسی حدیث میں ان کے معتبر ہونے کی وضاحت آئی ہے؟ ان کتب کے معتبر وصحیح ہونے کی سند یہ ہے کہ امت کے علماء وصلحاء کی جانب سے ان کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔ اور تلقی بالقبول کسی چیز کے صحیح ومعتبر ہونے کی بہت مضبوط وقوی سند ہے۔ حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''اتفاق سلف وتوارث ایشاں اصل عظیم است درفقہ'' سلف کا اتفاق اوران کا توارث فقہ میں اصل عظیم ہے۔ (ازالۃ الخفاء مطبع بریلی ص ۸۵)

چار ہی کیوں رہتے تین یا پانچ نہ ہوئے؟ اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ اگر پانچ مذاہب ہوتے تب بھی یہی سوال ہوتا کہ پانچ کیوں ہوئے؟ چار میں منحصر ہو جانا اس کی مصلحت تو خدا بہتر جانتا ہے لیکن ظاہری طور پر آج جس قدر تفصیل کے ساتھ ہر باب اور ہر فصل کے مسائل کتاب الطہارۃ سے لیکر کتاب الفرائض تک ائمہ اربعہ کے مذاہب میں مدون اور مجتمع ہیں ان کے علاوہ کسی اور مجتہد کے مسائل مدون اور مجتمع نہیں ہیں۔ خال خال ان بزرگوں کے اقوال مذاہب اربعہ کی کتابوں میں ملتے ہیں۔ جب یہ صورت حال ہے تو پھر ائمہ اربعہ کو چھوڑ کر کسی اور کی تقلید کی جائے تو کس طرح کی جائے؟ اس لئے امت نے تقلید کو ائمہ اربعہ ہی میں منحصر کر دیا ہے شیخ احمد المعروف بہ ملاجیون تفسیرات احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

**"والانصاف ان انحصار المذاهب فی الاربعة واتباعهم فضل الٰهی وقبولية من عند الله لا مجال فيه للتوجيهات و الادلة".**

انصاف کی بات یہ ہے کہ مذاہب کا چار میں منحصر ہو جانا اور ان ہی چار مذاہب کی اتباع کرنا فضل الٰہی ہے۔ اور من جانب اللہ قبولیت ہے اس میں دلائل اور توجیہات کی کوئی ضرورت نہیں۔

(تفسیرات احمدیہ ص ۳۴۶)

اور یہ حقیقت ہے کہ ان چاروں اماموں کو اللہ نے قرآن وحدیث کا تفصیلی علم اور درایت واستنباط کی مہارتِ تامہ عنایت فرمائی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

"وبالجملۃ ایں چار امام اند کہ عالَم را علم ایشاں احاطہ کردہ است امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ"

یعنی یہ چار امام ایسے ہیں کہ ان کا علم سارے جہاں کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ چار امام، امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ امام شافعیؒ، امام احمدؒ ہیں۔ (شرح مؤطا ص ۶/)

اور اس کی مصلحت خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ چار کے عدد میں کچھ ایسی خصوصیت ہے کہ بہت سی چیزیں چار کے عدد سے مشہور ہوئیں، دیکھئے انبیاء ورسل بہت ہوئے مگر جلیل القدر انبیاء چار ہیں۔

(۱) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔

آسمانی کتابیں بہت نازل ہوئیں مگر ان میں چار بہت مشہور ہیں۔

(۱) قرآن مجید (۲) تورات (۳) زبور (۴) انجیل۔

ملائکہ ان گنت اور بے شمار ہیں مگر ان میں جلیل القدر ملائکہ چار ہیں۔

(۱) حضرت جبرائیلؑ (۲) حضرت میکائیلؑ (۳) حضرت عزرائیلؑ (۴) حضرت اسرافیلؑ۔

صحابہ بہت ہیں مگر چار بڑی خصوصیات کے حامل ہیں۔

(۱) حضرت ابو بکر صدیق (۲) حضرت عمر بن خطاب (۳) حضرت عثمان بن عفانؓ (۴) حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

صوفیاء ومشائخ طریقت بہت ہوئے ہیں مگر چار سلسلے مشہور ہوئے۔

(۱) چشتیہ (۲) نقشبندیہ (۳) قادریہ (۴) سہروردیہ۔

خدا کی قدرت کی نشانیاں بے شمار ہیں مگر سورۂ غاشیہ میں اللہ نے چار چیزوں کو پیش کیا ہے (ابل، سماء، جبال، ارض) فرماتے ہیں:

"افلا ینظرون الیٰ الابل کیف خلقت والیٰ السماء کیف رفعت والیٰ الجبال

**کیف نصبت والیٰ الارض کیف سطحت''.**

کیا وہ لوگ اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح (عجیب طور سے) پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کو (نہیں دیکھتے) کی کس طرح بلند کیا گیا ہے اور پہاڑوں کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح کھڑے کئے گئے ہیں اور زمین کو (نہیں دیکھتے) کہ کس طرح بچھائی گئی ہے۔ (سورۂ غاشیہ پ/۳۰)

اسی طرح مجتہدین میں سے چار مشہور ہوئے تو اس میں کونسی بات اعتراض کی ہے؟ لہٰذا ان چار میں سے کسی کی اتباع میں ہماری نجات مضمر ہے۔ پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی حنبلی المذہب تھے اور آپؒ یہ تمنا فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہم کو امام احمدؒ کے مذہب پر قائم رکھے اور میدانِ حشر میں انہی کے زمرہ میں ہمارا حشر فرمائے۔

غنیۃ الطالبین میں ہے:

**''اماتنا علیٰ مذھبہ اصلاً وفرعاً وحشر نا فی زمرتہ''**

یعنی اللہ تعالیٰ ہم کو اصلا (یعنی اعتقاداً) وفرعا ان کے مذہب پر خاتمہ کرے اور ان کے زمرہ میں ہمارا حشر فرمائے۔ (غنیۃ الطالبین ص/۶۸۹ عربی)

خلاصۂ کلام یہ کہ اگر چہ مجتہدین بہت ہوئے مگر چونکہ ان کے مذاہب مدون نہیں ہوئے صرف ان چار کے مدون و مرتب ہوئے اس لئے انہی میں سے کسی کی اتباع ضروری ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

**''ولما اندرست المذاھب الحقۃ الا ھذہ الاربعۃ کان اتباعھا اتباعا للسواد الاعظم والخروج عنھا خروجا عن السواد الاعظم''.**

یعنی جب بجز مذاہب اربعہ کے سارے مذاہب حقہ ختم ہو گئے تو انہی مذاہب اربعہ کا اتباع سوادِ اعظم کا اتباع ہے اور ان سے نکلنا سوادِ اعظم سے نکلنا ہے جس کی حدیث میں ممانعت فرمائی گئی ہے۔ (عقد الجید ص/۳۱)

اور تحریر فرماتے ہیں:

**''ولیس مذھب فی ھٰذہ الازمنۃ المتأخرۃ بھٰذہ الصفۃ الا ھٰذہ**

المذاهب الاربعة".

اس آخری زمانے میں اس صفت کے (کہ جس میں ہر شعبہ کے مسائل ہوں) صرف یہ مذاہب اربعہ ہیں۔

## تیسرا اشکال:

غیر مقلدین کا ایک اعتراض یہ بھی ہے۔قرآن ایک، رسول ایک، پھر ائمہ اربعہ کے درمیان مسائل میں اختلاف کیوں ہے؟ اس اختلاف کی وجہ سے انسان تشویش میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ کس کو حق سمجھے اور کس پر عمل پیرا ہو؟

جواب: یہ ہے کہ قرآن و حدیث کے اولین مخاطب حضرات صحابہؓ تھے وہ براہِ راست حضور اکرم ﷺ سے فیض یافتہ تھے اس لئے وہی حضرات قرآن و حدیث کی مراد کو صحیح طور پر سمجھ سکتے تھے لہٰذا ان حضرات نے جو سمجھا ہے وہ ہمارے لئے معیار اور مشعل راہ ہے اور قرآن و رسول کے ایک ہوتے ہوئے حضرات صحابہؓ کے مابین بے شمار مسائل میں اختلاف تھا، ائمہ اربعہ نے چونکہ ان ہی حضرات اور ان سے فیض یافتہ حضرات تابعین کی فہم و بصیرت پر اعتماد کیا ہے اور انہی کے اقوال و مذاہب کو اختیار کیا ہے اس لئے ائمہ اربعہ میں بھی مسائل میں اختلاف واقع ہوا۔ اور صحابہؓ کے باہمی اختلاف کے متعلق حدیث ہے:

"سألت ربی عن اختلاف اصحابی" .........الخ .

حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں۔میں نے اپنے رب سے اپنے بعد صحابہؓ کے باہمی اختلاف کے متعلق پوچھا، اللہ تعالیٰ نے بذریعۂ وحی بتلایا کہ.....اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہارے صحابہؓ میرے نزدیک ایسے ہیں جیسے آسمان کے ستارے کہ ان میں بعض کی روشنی بعض سے زیادہ ہے۔(مگر روشنی ہر ایک میں ضرور ہوتی ہے) جو شخص آپ کے صحابہؓ کے مسائل مختلفہ میں کسی مسلک کو اختیار کریگا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہوگا۔ (مشکوٰۃ شریف ص ۵۵۴)

اور یہ اختلاف مبنی علی الاخلاص ہوتا ہے اس لئے مذموم نہیں بلکہ پسندیدہ اور باعث رحمت ہے، چنانچہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: "اختلاف امتی رحمة" میری امت کا اختلاف

رحمت ہے، حدیث پاک میں جس اختلاف کو رحمت فرمایا ہے اسکا صحیح مصداق یہی صحابہؓ وائمہ کا اختلاف ہے۔ صحابہؓ کے باہمی اختلاف کی بے شمار مثالیں حدیث کی کتابوں میں ملتی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ صحابہؓ کے اختلاف کے چند نمونے ذکر فرماتے ہیں:

**"وقد کان فی الصحابةؓ والتابعین ومن بعدهم من یقرء البسملة ومن لایقرء........الخ**

ترجمہ: صحابہؓ وتابعین میں اوران کے بعد کے زمانہ میں بعض ایسے تھے جو نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے اور بعض جہراً نہیں پڑھتے تھے اور بعض نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے۔ بعض پچھنہ لگانے نکسیر پھوٹنے اور قے کرنے کی وجہ وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے اور اس کو ناقض وضو نہیں سمجھتے تھے، بعض لوگ مس ذکر اور عورتوں کو شہوت سے ہاتھ لگانے کو ناقض وضو سمجھ کر وضو کرتے تھے اور بعض لوگ نہیں کرتے تھے، بعض لوگ آگ سے پکی ہوئی اشیاء کھانے کے بعد وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے، بعض لوگ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ مترجم ص/۳۷۶ ج:۱)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ ''الاعتدال فی مراتب الرجال'' میں صحابہ کے باہمی اختلاف کی چند مثالیں بیان فرماتے ہیں:

(۱) شرمگاہ کو چھونے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے، حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا۔

(۲) سمندر کے پانی سے وضو کرنا جمہور صحابہؓ کے نزدیک جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک مکروہ ہے۔

(۳) جمعہ کے دن خوشبو کا استعمال کرنا جمہور صحابہؓ کے نزدیک مستحب ہے حضرت ابو ہریرہؓ کے نزدیک واجب ہے۔

(۴) حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے نزدیک زندوں کے رونے سے مردے کو عذاب ہوتا ہے، حضرت عائشہؓ سختی سے اسکا انکار کرتی ہیں۔

(۵) امام زہریؒ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ میں اختلاف تھا کہ

رمضان کے روزوں کی قضاء کا لگاتار رکھنا ضروری ہے یا الگ الگ رکھنا بھی جائز ہے۔

(۶) ایک بڑی جماعت کا صحابہؓ میں سے مذہب یہ تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان میں سے حضرت انسؓ، ابو ہریرہؓ، عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عائشہؓ وغیرہ بھی ہیں۔ لیکن خلفائے راشدینؓ اور جمہور صحابہؓ کا مذہب یہ ہے کہ اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا مذہب ہے کہ تیمم میں کہنیوں تک ہاتھ پھیرنا ضروری ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مذہب ہے کہ پہنچوں تک کافی ہے۔

(۸) حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت انسؓ کا مذہب ہے کہ نمازی کے سامنے سے گدھا گزر جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ کا مذہب ہے کہ نہیں ٹوٹتی۔

(۹) اگر صرف دو مقتدی ہوں تو اکثر صحابہؓ کے نزدیک امام کو آگے کھڑا ہونا چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا مذہب ہے کہ ان دونوں کے درمیان کھڑا ہونا چاہیئے۔

(الاعتدال فی مراتب الرجال المعروف بہ اسلامی سیاست ص/۲۰۲-۲۰۳)

(۱۰) مسلم نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمرؓ عورتوں کو غسل کے وقت حکم کرتے تھے کہ سر کے بالوں کو کھول لیا کریں، یہ بات حضرت عائشہؓ نے سنی تو فرمایا: ابن عمرؓ سے تعجب ہے کہ وہ عورتوں کو سر کھولنے کا حکم دیتے ہیں ان کو سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دیتے، یقیناً میں اور رسول اللہ ایک برتن سے نہایا کرتے تھے اور میں اس سے زیادہ نہیں کرتی تھی کہ اپنے سر پر تین بار پانی بہالیا کرتی تھی۔ (حجۃ اللہ البالغۃ ص/۳۲۳ ج:۱)

(۱۱) جمہور کا مسلک یہ ہے کہ طواف میں رمل کرنا سنت ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں اس کو رسول اللہ ﷺ نے اتفاقی طور پر ایک امر عارض کی وجہ سے کیا تھا اور وہ یہ کہ مشرکین نے کہا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے بخار نے کمزور کر دیا اور یہ رمل کرنا سنت نہیں ہے۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ص/۳۲۳ ج:۱)

اور بھی بے شمار مسائل ہیں کہ جن میں صحابہؓ رضی اللہ عنہم اجمعین کا باہمی اختلاف ہے، ترمذی شریف کا مطالعہ کرنے والے بخوبی اسکا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ صحابہؓ کے مابین اختلاف کے وجوہ کو حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ میں بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے، اختلاف

کے وجوہ کو بیان فرمانے کے بعد آپؒ تحریر فرماتے ہیں:

**"وبالجملة فاختلفت مذاهب اصحاب النبی ﷺ واخذ عنهم التابعون وکذلک کل واحد ما تیسر له" ........الخ.**

ترجمہ: حاصل کلام یہ کہ ان وجوہ سے صحابہ کے مذاہب مختلف ہوگئے تھے اور ان سے تابعین نے اسی طرح حاصل کیا جس طرح جس کو توفیق ہوئی (تابعین نے) جس حدیث رسول کو اور جن مذاہب صحابہ کو سنا اس کو یاد کیا اور سمجھا اور جہاں تک ہوسکا مختلف امور کو جمع کیا اور بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دی اور بعض کو اپنی نظر میں ضعیف سمجھا اگر چہ وہ کبار صحابہ سے مروی تھے۔ جیسے حضرت عمرؓ اور ابن مسعودؓ کا مذہب ہیکہ وہ جنبی کیلئے تیمم کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ جب عمارؓ اور عمران بن حصینؓ وغیرہ کی احادیث مشہور ہوئیں تو ان کو وہ مذہب ضعیف معلوم ہوا۔ اسی طرح تابعین میں سے ہر عالم کا ایک مذہب اس کے خیال کے موافق قائم ہوگیا۔ پس ہر شہر میں ایک امام قائم ہوگیا۔ جیسے مدینے میں سعید بن میسب اور سالم بن عبداللہ بن عمرؓ ہوئے اور ان کے بعد وہیں مدینہ میں امام زہریؒ، قاضی یحیٰی ابن سعید اور ربیعہ ابن عبدالرحمٰن ہوئے۔ اور مکہ میں عطار ابن ابی رباح تھے۔ کوفہ میں ابراہیم نخعی اور شعبی تھے۔ بصرہ میں حسن بصریؒ تھے یمن میں طاؤس بن کیسان تھے۔ اور شام میں مکحول تھے پس خدا نے بہت سے قلوب کو ان کے علوم کا گرویدہ بنایا اور لوگوں نے نہایت رغبت سے ان سے حدیث، صحابہ کے فتویٰ اور اقوال اور خود ان کے مذاہب اور ان کی تحقیقات کو حاصل کیا اور ان سے مسائل کا استفسار کیا اور مسائل کا خوب ان میں تذکرہ رہا تمام معاملات کے مرجع رہے۔ سعید بن میسب اور ابراہیم اور ان کے ہم مرتبہ لوگوں نے تمام ابواب فقہ کو مرتب کردیا تھا، اور ہر باب کے متعلق ان کے پاس اصول وقواعد مرتب تھے جن کو انہوں نے اپنے اسلاف سے حاصل کیا تھا۔

سعید بن میسب اور ان کے اصحاب کا یہ مذہب تھا کہ فقہ میں حرمین کے علماء سب سے زیادہ پختہ ہیں اور ان کے مذہب کی بنیاد عبداللہ بن عمرؓ، عائشہؓ، اور عبداللہ بن عباسؓ کے فتوے اور مدینہ کے قاضیوں کے فیصلے ہیں ان سب علوم کو انہوں نے بقدر استطاعت جمع کیا اور ان میں تفتیش کی نظر سے دیکھا جن مسائل میں علماء مدینہ کا اتفاق دیکھا ان کو خوب مستحکم طور سے اختیار کیا اور جو مسائل ان

کے نزدیک مختلف فیہ تھے ان میں سے قوی اور راجح کو اختیار کیا ان کے نزدیک ان کے راجح ہونے کی وجہ یہ یا تھی کہ اکثر علماء نے اس طرف میلان کیا تھا یا وہ کسی قیاس قوی کے موافق تھے یا کتاب وحدیث سے مصرح طور پر مستنبط ہوئے تھے یا اسی طرح کا کوئی اور امر تھا جب انہوں نے اپنے محفوظات میں مسئلہ کا جواب نہ پایا تو اس کو ان کے کلام سے حاصل کیا اور کتاب وسنت کے ایماء پر اور اقتداء اکا تتبع کیا اسکی وجہ سے ہر ایک باب میں بکثرت مسائل ان کو حاصل ہو گئے۔ ابراہیم اور ان کے شاگردوں کی رائے یہ تھی کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ان کے شاگرد فقہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد ہیں جیسے علقمہؒ نے مسروق سے کہا تھا کہ کوئی فقیہ عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ قابل وثوق نہیں ہے اور امام ابوحنیفہؒ نے امام اوزاعیؒ سے کہا تھا کہ ابراہیم سالمؒ سے زیادہ فقیہ ہیں اور اگر صحابی ہونے کی فضیلت عبداللہ بن عمرؓ میں نہ ہوتی تو میں کہہ دیتا کہ علقمہؒ عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ فقیہ ہے اور عبداللہ بن مسعودؓ تو عبداللہ بن مسعودؓ ہے۔ اور امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی اصل عبداللہ بن مسعود کے فتوے، حضرت علیؓ کے فیصلے، قاضی شریحؒ اور دیگر قضاۃ کوفہ کے فتاویٰ ہیں۔ پس ان میں سے امام ابوحنیفہؒ نے بقدر امکان مسائل فقہیہ کو جمع کیا اور جیسے اہل مدینہ کے آثار سے مدینہ کے علماء نے تخریج کی تھی ایسے ہی کوفہ کے آثار سے انہوں نے تخریج مسائل کی۔ پس ہر باب کے متعلق مسائل فقہ مرتب ہو گئے اور حضرت سعید بن میسبؒ فقہائے مدینہ کی زبان تھے اور ان کو عمرؓ کے فیصلے اور حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث سب سے زیادہ یاد تھیں، اور ابراہیم فقہائے کوفہ کی زبان تھے، پس جب وہ دونوں کوئی بات کہتے اور کسی کی جانب اس کو منسوب نہ کرتے تو وہ اکثر صراحۃً یا کنایۃً یا کسی اور طرح سے سلف میں سے کسی کی طرف منسوب ہوتی تھی۔ پس فقہائے مدینہ اور کوفہ نے ان دونوں پر اتفاق کیا، ان سے علم حاصل کیا اور سمجھا اور اس علم کے ذریعہ دیگر مسائل کی تخریج کی''۔

(حجۃ اللہ البالغۃ مع ترجمہ نعمۃ اللہ السابغۃ ص ۳۲۵-۳۲۶-۳۲۷-۳۲۸ ج:۱۔

باب اختلاف الصحابۃؓ والتابعینؒ فی الفروع)

ائمہ کے باہمی اختلاف کی اور بھی بہت سی وجوہ ہیں جن کو مفصل حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں اور حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے اختلاف ائمہ اور الاعتدال فی مراتب الرجال وغیرہ میں بیان کیا ہے اس لئے ائمہ کے باہمی اختلاف کی وجہ سے تشویش واقع

ہونے اور شکوک وشبہات پیدا کرنے اور اعتراض کرنے کا کوئی وجہ جواز نہیں۔علامہ شعرانیؒ ائمہ کے باہمی اختلاف کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''عزیز من !اگر تو بہ نظر انصاف دیکھے گا تو یہ حقیقت واضح اور منکشف ہو جائے گی ، کہ ائمہ اربعہ اوران کے مقلدین سب کے سب طریق ہدایت پر ہیں اور اس کے بعد کسی امام کے کسی مقلد پر بھی اعتراض کا خیال نہیں ہوگا اس لئے کہ یہ امر ذہن نشین ہو جائیگا کہ ائمہ اربعہ کے مسالک شریعت مطہرہ میں داخل ہیں اوران کے مختلف اقوال امت کیلئے رحمت ہوکر نازل ہوئے۔حق تعالیٰ شانہٗ جو علیم وحکیم ہیں ان کی مصلحت اسی امر کو مقتضی تھی ،حق سبحانہٗ وتعالیٰ اگر اس کو پسند نہ فرماتے تو اس کو بھی اسی طرح حرام قرار دیتے جس طرح کہ اصل دین میں اختلاف کو ممنوع قرار دیا۔عزیز من! مبادا تجھ پر یہ امر مشتبہ ہو جائے کہ تو ائمہ کے فروعی اختلاف کو اصولی اختلاف کے مشابہ اوراس کے حکم میں سمجھنے لگے جس کی وجہ سے تیرا قدم میدان ہلاکت میں پڑ جائے ،حضور اقدس ﷺ نے اس امت کے اختلاف فرعی کو رحمت قرار دیا ہے........الخ (از اختلاف الائمہ ص/۳۳-۳۴)

یہ ہے ائمہ کے باہمی اختلاف کی وجہ علماء اکابر کی نظر میں۔مگر تعجب خیز بات یہ ہے کہ غیر مقلدین ائمہ پر تو یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اللہ ایک ،رسول ایک ،قرآن ایک ، پھر مسائل میں اختلاف کیوں ہے؟ حالانکہ خود ان کے علماء میں بھی بے شمار مسائل میں اختلاف ہے، جب سب کچھ ایک ہے تو پھر تمہارے یہاں بھی یہ اختلاف کیسا؟

## علمائے غیر مقلدین کے باہمی اختلاف کے چند نمونے ملاحظہ ہوں

(۱) علامہ شوکانی اور نواب صدیق حسن خان غیر مقلد اس کے قائل ہیں کہ ستر عورت نماز میں شرط نہیں ہے، اور وحید الزماں صاحب غیر مقلد اس کے قائل ہیں کہ ستر عورت نماز میں شرط ہے بغیر اس کے نماز نہیں ہوتی۔(ہدیۃ المہدی)

(۲) نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد کے قول میں مؤذن کو اجرت دیکر رکھنا جائز نہیں ہے (بدور الاہلۃ ص/۴۶) اور مولوی وحید الزمان غیر مقلد کہتے ہیں کہ اس وقت جواز اخذ اجرت میں کوئی شبہ نہیں ہے۔(ہدیۃ المہدی ص/۸۷)

(۳) مولوی وحید الزمان غیر مقلد کے نزدیک مؤذن کا مذکر ہونا شرط ہے، (ہدیۃ المہدی) اور نواب صدیق حسن خان غیر مقلد کے نزدیک شرط نہیں ہے بلکہ عورتوں مردوں کا ایک حکم ہے۔ (بدور الاہلۃ ص/۴۶)

(۴) نواب صدیق حسن صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ اذان واجب ہے، (بدور الاہلۃ ص/۴۶) اور مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ سنت ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص/۴۶)

(۵) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کے نزیک رنڈی کی خرچی حرام ہے اور اس کے یہاں دعوت کھانا درست نہیں ہے۔ اس سے معاملہ کرنا درست نہیں ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسرار اللغۃ پارہ دہم ص/۱۵۶۔ میں اسی کی تصریح ہے۔ اور مولوی عبداللہ صاحب غازی پوری غیر مقلد کے نزدیک حلال ہے۔ اور توبہ اسکا ذریعہ ہے۔

(۶) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کے نزدیک قرآن وحدیث سے بیماریوں پر رقیہ کرنا درست ہے اور دوسرے غیر مقلدین کے نزدیک ناجائز ہے۔ (اسرار اللغۃ پارہ دہم ص/۱۱۸)

(۷) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ اگر مواقیت سے پہلے کسی نے احرام باندھ لیا تو جائز ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص/۹۶ ج:۶) اور نواب صدیق حسن خاں صاحب غیر مقلد کہتے ہیں کہ جائز نہیں ہے۔ (بدور الاہلۃ ص/۱۳۹)

(۸) نواب صاحب فرماتے ہیں کہ وطی سے حج باطل نہیں ہوتا (بدرو الاہلۃ ص/۱۴۱) مولوی وحید الزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ باطل ہوجاتا ہے، آئندہ سال اعادہ کرے۔ (ہدیۃ المہدی ص/۲۱۱ ج:۶)

(۹) مولوی بشیر قنوجی کہتے ہیں کہ تراویح میں ختم کے دن تین مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھنا بدعت ہے وہ حافظ کو منع کردیا کرتے تھے۔ مولوی وحید الزماں کہتے ہیں کہ بدعت نہیں جائز ہے۔ (اسرار اللغۃ ص/۴۶ پارہ چہارم)

(۱۰) نواب صدیق حسن خان صاحب کہتے ہیں کہ اذان وقت میں ہونی چاہئے وقت سے پہلے جائز نہیں، اور حضرت بلالؓ کی اذان شب میں ایقاظِ نائم وارجاع قائم کیلئے ہوتی تھی نماز فجر کے واسطہ نہیں تھی (بدور الاہلہ ص/۴۷) لیکن مولوی وحید الزماں غیر مقلد کی رائے یہ ہے کہ فجر کے

لئے دوا ذانیں ہونی چاہئیں۔ چناچہ اسرار اللغہ میں مصرح ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص/٦٤)

(۱۱) مولوی وحیدالزماں غیر مقلد کہتے ہیں اسی طرح گانا بجانا تفریح طبع کے لئے مختلف فیہ ہے اور عید اور شادی اور خوشی کی رسموں میں بقول راجح جائز بلکہ مستحب ہے۔ (اسرار اللغہ پارہ ہشتم ص/٨٦) اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد کہتے ہیں مزامیر وغیرہ حرام ہیں۔ (بدور الاہلہ ص/٥١٣) یہی مذہب ابن تیمیہ اور ابن قیم کا ہے۔

(۱۲) مولوی وحیدالزماں غیر مقلد کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں صحیح یہ ہے کہ فاتحہ جہراً (یعنی بلند آواز سے) نہ پڑھے (ہدیۃ المہدی ۲۲۱) اور نواب صدیق حسن خان صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ جہر ثابت ہے۔ اور آہستہ پڑھنا مستحب نہیں۔ (بدور الاہلہ ص/٦٢)

(۱۳) نور الحسن غیر مقلد کہتے ہیں کہ زنا کی بیٹی سے نکاح کرنا جائز ہے (عرف الجاری ص/١١٢) لیکن عبدالجلیل سامرودی غیر مقلد کہتے ہیں کہ جائز نہیں کیونکہ صحاح ستہ میں اس کا ذکر نہیں۔ (العذاب المہین ص/٥٢)

(۱۴) مولوی وحیدالزمان غیر مقلد فرماتے ہیں کہ مال تجارت میں زکوٰۃ واجب نہیں (بدور الاہلۃ ص/١٠٣) اور مولوی عبدالجلیل غیر مقلد کہتے ہیں کہ مال تجارت میں عامۂ اہلحدیث کے نزدیک زکوٰۃ واجب ہے۔ (العذاب المہین ص/٢٨-٢٩)

(۱۵) مولوی وحیدالزمان اہلحدیث فرماتے ہیں کہ آجکل مولود مروجہ پر انکار جائز نہیں، (ہدیۃ المہدی ص/١١٨) لیکن مولوی ثناء اللہ اہلحدیث فرماتے ہیں کہ بدعت ہے۔ (اہلحدیث کا مذہب ص/٣٤)

(۱۶) نواب صدیق حسن خان اہلحدیث کے نزدی چاندی اور سونے کے زیور میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ (بدور الاہلۃ ص/١٠١) لیکن مولوی وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں دلیل کے اعتبار سے وجوب قوی ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص/٥ ج: ٦/)

(۱۷) نواب صدیق حسن خان اہلحدیث فرماتے ہیں، قبلۂ دین مددے، کعبۂ ایمان مددے، ابن قیم مددے، قاضی شوکانی مددے (یہ کہنا جائز ہے)......... (ہدیۃ المہدی ص/٢٣ ج: ١۔ نفح الطیب ص/٤٧) لیکن مولوی ثناء اللہ امرتسری اس کو ناجائز اور شرک قرار دیتے ہیں۔ (اہلحدیث کا

مذہب از صفحہ ۷ تا ۱۴)

(۱۸) نواب صدیق حسن خان صاحب اہلحدیث قبلہ وکعبہ لکھنا جائز سمجھتے ہیں چنانچہ عبارت نمبر ۱۷ اس پر شاہد ہے، لیکن مولوی عبدالجلیل صاحب غیر مقلد اس کو نا جائز کہتے ہیں۔ (العذاب المہین ص ۱۰۰)

(۱۹) داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ غسل کے بعد وضو کرنا چاہیئے اور صاحب ہدیۃ المہدی وحید الزمان فرماتے ہیں کہ نہیں کرنا چاہیئے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۲)

(۲۰) مولوی عبدالجلیل سامرودی غیر مقلد کہتے ہیں کہ مسافر کی مقیم کے پیچھے نماز جائز ہے۔ (العذاب المہین ص ۱۷) لیکن علی حسن خان غیر مقلد فرماتے ہیں کہ ہرگز اقتداء نہ کرے، مجبوری ہو تو پچھلی دو رکعتوں میں شریک ہو۔ (البنیان المرصوص ص ۱۶۳)

(۲۱) نور الحسن غیر مقلد کہتے ہیں مشت زنی جائز ہے۔ (عرف الجاری ص ۲۱۴) لیکن مولوی عبدالجلیل صاحب غیر مقلد فرماتے ہیں کہ مشت زنی جائز نہیں۔ (العذاب المہین ص ۵۳)

(۲۲) مولوی وحید الزمان غیر مقلد فرماتے ہیں کہ غیر اللہ کو نداء کرنا مطلقاً جائز ہے (ہدیۃ المہدی ص ۲۳) مولوی ثناء اللہ اس کو شرک فرماتے ہیں۔ (اہلحدیث کا مذہب ص ۱۹)

(۲۳) مولوی وحید الزمان غیر مقلد کہتے ہیں کہ غسل میں بدن کا ملنا مستحب ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۱) اور نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ واجب ہے چار تکبیروں سے سدا کم وبیش۔ (بدور الاہلۃ ص ۳۱)

(۲۴) مولوی وحید الزمان غیر مقلد کہتے ہیں کہ نماز جنازہ میں چار پانچ سے زیادہ تکبیریں کہنا جائز ہے۔ (ہدیۃ المہدی ص ۲۱۷) نواب صاحب اہلحدیث فرماتے ہیں کہ چار تکبیروں سے قصداً کم وبیش کرنا بدعت ہے۔ (بدور الاہلۃ ص ۹۱)

## چوتھا اشکال:

غیر مقلدین کا اسی سے ملتا جلتا ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ چاروں مذہب کس طرح حق ہو تے ہیں اس لئے کہ حق متعدد نہیں ہوتا صرف ایک ہی ہوتا ہے لہٰذا سب کی بات غلط ہے اور

بہتر یہی ہے کہ تقلید کا قلادہ گردن سے نکال کر براہ راست قرآن وحدیث پر اپنی فہم وسمجھ کے مطابق عمل کیا جائے۔

جواب: یہ ہے کہ مذاہب اربعہ کا ماٗخذ اور مرجع ایک ہی ہے اس لئے سب کو ناحق سمجھنا گویا قرآن وحدیث ہی کو موجب ضلالت وگمراہی قرار دینا ہے۔ (معاذ اللہ) اس لئے یہ خیال بالکل گمراہ کن ہے۔ کعبۃ اللہ کی چار سمتیں ہیں (مشرق، مغرب، شمال وجنوب) اور ان چار سمتوں میں بسنے والے لوگ اپنی اپنی سمت کے اعتبار سے کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے ہیں، ہر ایک کی سمت دوسرے سمت والے کے اعتبار سے مخالف ہے مگر اس کے باوجود سب کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ سمتیں اگرچہ مختلف ہیں مگر سب کا مرکز ایک ہی کعبۃ اللہ ہے، اسی طرح متداول مذاہب اربعہ کا مرجع اور ماٗخذ ایک ہی ہے وہ سب قرآن وحدیث پر عمل کرتے ہیں اس لئے مذاہب اربعہ صحیح کہلائیں گے، فرق صرف یہ ہے کہ ایک امام کبھی آیات محتمل المعانی میں سے ایک معنیٰ کو بقرائن وشواہد راجح کر کے اس پر عمل کرتا ہے اور دوسرا اس معنیٰ کو مرجوح قرار دیکر ترک کر دیتا ہے، اسی طرح وہ احادیث جو بظاہر متعارض ہیں ایک امام اپنی تحقیق وتفتیش کے مطابق حسب قواعد وضوابط ایک حدیث کو ترجیح دے کر اس کو معمول بہ قرار دیتا ہے اور دوسرا امام اسی حدیث کو اپنے اصول وقواعد اور اپنی تحقیق واجتہاد سے مرجوح قرار دیتا ہے اور دوسری حدیث کو راجح قرار دیکر اس کو اپنے مسئلہ کی بنیاد بناتا ہے، کبھی ایک امام حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتا ہے اور دوسرا امام دوسری نصوص کو سامنے رکھ کر حدیث کی مراد تک پہنچنے کی سعی کرتا ہے اور اس مراد پر عمل پیرا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ، اور اس کی مثالیں تعامل صحابہؓ میں بھی ملتی ہیں۔

(۱) بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے واقعہ میں صحابہؓ سے فرمایا "لایصلّین احدکم الا فی بنی قریظۃ"، تم میں سے کوئی شخص نماز عصر بنی قریظہ کے علاوہ کہیں نہ پڑھے، راستہ میں عصر کی نماز کا وقت ہو گیا، صحابہؓ کی رائیں مختلف ہو گئیں، ایک جماعت نے حضور ﷺ کے فرمان مبارک کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے کہا کہ ہم راستہ میں نماز عصر نہ پڑھیں گے اور بعض حضرات نے کہا کہ ہم تو یہیں نماز پڑھیں گے، حضور ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ جلدی جلدی سے بنی قریظہ پہنچ جائیں (بہر حال ہر

ایک نے اپنی فہم اور اجتہاد کے موافق نماز پڑھی ) بعد میں یہ واقعہ حضور ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا آپ ﷺ نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی اور کسی پر ملامت نہیں کی۔

(بخاری شریف ص ۵۹۱/ مجتبائی، الاجتہاد فی التقلید ص ۸/)

مذکورہ واقعہ میں ایک جماعت نے حدیث کے ظاہری الفاظ پر عمل کر کے نماز نہ پڑھی اور دوسری جماعت نے اجتہاد کیا اور اس کے بعد حدیث کی جو مراد ان کی سمجھ میں آئی اس پر عمل کیا اور نماز پڑھ لی، حضور اقدس ﷺ نے کسی کی تغلیط نہیں فرمائی، سب کی نماز کو صحیح قرار دیا۔

(۲) نسائی نے حضرت طارقؓ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص جنبی ہو گیا اور پانی نہ ہونے کی وجہ سے نہ غسل کیا نہ تیمّم کیا اور نہ نماز پڑھی، بعد میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا قصہ بیان کیا، آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انکی تصویب فرمائی۔ دوسرے ایک صحابی کو ایسا ہی واقعہ پیش آیا انہوں نے تیمّم کر کے نماز پڑھ لی اور خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا عمل بیان کیا آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی بھی تصویب فرمائی۔ غور کیجئے! دونوں حضرات نے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور بظاہر دونوں کے عمل میں تضاد ہے مگر حضور اقدس ﷺ نے کسی تغلیط نہیں فرمائی یہی حال ائمۂ اربعہ کا ہے۔ اور جیسے حضور ﷺ کی ہدایت ہے کہ تاریک رات میں (یا جنگل میں) جب قبلہ مشتبہ ہو جائے تو اس پر واجب ہے کہ تحری کرے اور جس طرف تحری واقع ہو اور قبلہ ہونے کا گمانِ غالب ہو جائے اس طرف منہ کر کے نماز پڑھے، اب مثلاً چند افراد ہیں اور سب نے اپنی اپنی تحری کے موافق چار سمتوں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی تو باوجود اختلاف کے از روئے حدیث سب کی نماز صحیح ہو جائے گی، یہی حال ائمۂ اربعہ کا ہے کہ سب قرآن وحدیث کو سامنے رکھ کر اجتہاد کرتے ہیں، اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو جائے تو چونکہ مأخذ و مرجع ایک ہی ہے اس لئے سب کا عمل صحیح کہلائے گا، ہاں اصابت حق صرف ایک کو حاصل ہوگا مگر عنداللہ سب ماجور ہوں گے، البتہ مصیب کو دوہرا ثواب (اجر) ملے گا (ایک سعی کا دوسرا اصابت حق کا) اور مخطی کو ایک اجر ملے گا، صحیحین میں حدیث ہے:

"اذا حکم الحا کم فاجتهد فاصاب فله اجران واذا اجتهد فأخطأ فله اجر واحدٌ".

یعنی جب شرعی حکم لگانے والا کوشش کرتا ہے اور صحیح بات کو حاصل کر لیتا ہے تو اس کو دوہرا ثواب ملتا ہے اور جب کوشش کرتا ہے اور حق کو نہ پاسکا تو اس کو اکہرا ثواب ملتا ہے۔

ظاہر بات ہے کہ ثواب کا ملنا کم ہو یا زیادہ یہ عند اللہ مقبول ہونے کی دلیل ہے لہٰذا چاروں مذاہب عند اللہ مقبول ہیں اور حق کس کو حاصل ہوا اس کا علم خدا ہی کو ہے لیکن چونکہ ہر ایک امام نے اصابتِ حق کی سعی کی ہے اس لئے ہر ایک کا اپنے کو حق پر کہنا بھی صحیح ہے۔

واللہ اعلم

## پانچواں اشکال:

ان کا ایک گھسا پٹا اعتراض یہ بھی ہے کہ جب چاروں مذہب حق ہیں تو ایک ہی کا پابند رہنا کیوں ضروری ہے؟

اس کا جواب اوراقِ سابقہ میں تقلید کے ثبوت میں ضمناً گزر چکا ہے، مختصراً یہ کہ اگر ایک شخص کو یہ اجازت ہو جائے کہ جب چاہے عمل کیلئے کسی امام کا قول اختیار کرے اور دوسری مرتبہ کسی اور کے قول پر عمل کرے تو اس صورت میں احکامِ شرع کی پابندی نہ ہوگی، نفس کا اتباع ہوگا اور اس کا نفس جو پسند کرے گا اس پر عمل کریگا اور مسائلِ شریعت بازیچۂ اطفال بن جائیں گے، مسائلِ اجتہادیہ میں مثلاً اگر وہ ایک سال امام شافعیؒ کی پیروی کر کے مینڈک وغیرہ کو حلال جانے اور اس کو کھائے اور اس کے بعد امام شافعیؒ کی اس مسئلہ میں پیروی چھوڑ کر امام ابوحنیفہؒ کا مقلد بن کر مینڈک وغیرہ کو حرام کہے تو اس آیت کا مصداق ہوگا، "**یحلونہ عاماً ویحرمونہ عاماً**" کہ ایک سال کفار حلال کر لیتے ہیں اور دوسرے سال حرام بنا لیتے ہیں، وہ بھی اسی طرح خلط ملط کرنے لگے گا اور اس خلط ملط کو اصطلاحِ شرع میں "تلفیق" کہتے ہیں اور تلفیق جمہور محققین کے نزدیک مذکورہ آیت کے پیشِ نظر حرام ہے، علاوہ ازیں جب مسائلِ اجتہادیہ اختلافیہ میں کچھ دن امام شافعیؒ کے مذہب پر عمل کیا تو اس کے پاس اس کے حق ہونے کی کیا دلیل اور حجتِ شرع تھی؟ اس کے بعد اس کو چھوڑ کر دوسرا مسلک اختیار کیا تو جس مسلک کو چھوڑا اس میں کیا نقص اور خامی تھی؟ اور علم نہ ہوتے ہوئے اس کے باطل ہونے پر کیا دلیلِ شرعی قائم کی؟ اگر کسی

شخص کے سمجھانے سے تبدیل مذہب کیا ہے تو یہ تقلید ہے۔ پانچویں مذہب کی جس کے حق ہونے پر کوئی دلیل شرعی قائم نہیں ہے اور یہی صورت دین کو کھلونا بنانا ہے، اس لئے پوری امت نے ایک ہی مذہب کی پابندی (یعنی تقلیدِ شخصی) کو ضروری قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

## (۱) امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ

## (۲) ضرورتِ تدوینِ فقہ

## (۳) [illegible]ک میں مذہبِ حنفی کا رواج

امام الائمہ [illegible]امة، سید الفقہاء والمحدثین، حافظِ حدیث حضرت امام ابوحنیفہؒ اعلیٰ درجہ کے مجتہد، محدث، ثقہ، صدوق، زاہد، خاشع اور متورع تھے۔ ان کے مناقب اور فضائل میں کبار محدثین اور علماء حنفیہ، شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ رطب اللسان ہیں اور ہزار ہا رسائل تصنیف فرما چکے ہیں، مثلاً:

**الخیرات الحسان فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفة النعمان ،تالیف ابن حجر مکی.**

**مناقب الامام الاعظم :تالیف موفق بن احمد مکیؒ.**

**مناقب الامام الاعظم تالیف ابن البزار الکردریؒ .**

**عقود الجمان تالیف حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعیؒ .**

**تبییض الصحیفة تالیف علامہ سیوطیؒ .**

**الانتصار لامام ائمة الامصار علامہ سبط ابن الجوزیؒ .**

**اخبار ابی حنیفہؒ واصحابہ تالیف ابو عبد اللہ حسین بن علی صمیریؒ .**

وغیرہ وغیرہ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو حدائق حنفیہ ص ۸۱-۸۲-۸۳)

ائمہ میں امام اعظم آپؒ کا لقب تھا، علماء و محدثین کا بہت بڑا گروہ آپؒ کے ماننے والوں میں

رہا ہے اور امت محمدیہ کا نصف سے زیادہ حصہ اب بھی آپؒ کے پیچھے چل رہا ہے، آپؒ عہدِ صحابہؓ میں پیدا ہوئے، ورع، اور تقویٰ، جود وسخا، علم وفضل کے جملہ کمالات آپؒ میں موجود تھے۔ آپؒ کا اصلی وطن کوفہ ہے اس وقت حدیث کا سب سے زیادہ بڑا مرکز تھا کیونکہ کوفہ میں ہزاروں صحابہؓ کا قیام رہ چکا ہے، ایک ہزار سے زیادہ فقہاء پیدا ہوئے، جن میں تقریباً ڈیڑھ سو صحابہؓ تھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ جیسے جلیل القدر صحابی وہاں قیام فرما چکے تھے، کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے چار ہزار سے زیادہ اور حضرت ابو ہریرہؓ کے آٹھ سو سے زیادہ شاگرد تھے، امام صاحبؒ کی تعلیم وتربیت اتنے بڑے علمی مرکز میں ہوئی اور علماء حرمین سے بھی برابر استفادہ فرماتے رہے۔

## امام صاحبؒ کے متعلق حدیثی بشارت:

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے، حضرت ابو ہریرہؓ اسکے راوی ہیں، فرماتے ہیں:

**"قال رسول اللہ ﷺ: لو كان الايمان عند الثريا ليذهب به رجل من فارس أو قال من ابناء فا رس حتىٰ يتناولهٗ".**

(مسلم شریف ص ۳۱۲ ج:۲۔ بخاری شریف ص ۷۲۷)

یعنی اگر ایمان ثریا کے پاس بھی ہوگا تو ابنائے فارس میں سے ایک شخص اس کو وہاں سے حاصل کریگا۔

علامہ شامیؒ بروایت ابونعیم عن ابی ہریرہؓ اور بروایت شیرازی عن قیس بن سعد بن عبادہؓ حدیث کے الفاظ یہ نقل فرماتے ہیں:

**"ان النبی ﷺ قال لو كان العلم معلقاً لثريا لتنا وله رجال من ابناء فارس (او قال لتناوله قوم من ابناء فا رس).**

حضور اقدس اارشاد فرماتے ہیں اگر علم ثریا پر بھی معلق ہوگا تو اس کو ابنائے فارس کی ایک قوم (کچھ لوگ) ضرور حاصل کریگی۔ (شامی ص ۴۹ ج:۱)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے معجم طبرانی میں اس طرح مروی ہے اگر دین ثریا پر بھی معلق ہوگا

تو اس کو کچھ لوگ ابنائے فارس میں سے ضرور حاصل کریں گے۔ ان احادیث کے متعلق جن کو امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ اور دیگر محدثین نے روایت کی ہے۔ علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ ان احادیث کا صحیح مصداق امام ابو حنیفہؒ ہیں، علامہ سیوطیؒ کے اس قول کے متعلق ان کے ایک شاگرد فرماتے ہیں:

**"ما جزم به شيخنا من ان ابا حنيفةؒ هو المراد من هذا الحديث ظاهر لا شک فيه لانه لم يبلغ من ابناء فارس في العلم مبلغه .....**

یعنی وہ بات جو ہمارے شیخ علامہ سیوطیؒ نے فرمائی ہے کہ اس حدیث کا مصداق امام ابو حنیفہؒ ہیں بالکل صحیح ہے، اس لئے کہ ابنائے فارس میں سے کوئی بھی عالم امام ابو حنیفہؒ کے برابر کا نہ ہوا۔ (شامی ص/۴۹ ج:۱)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے بھی اس حدیث کا مصداق امام ابو حنیفہؒ کو قرار دیا ہے۔
(مکتوبات شاہ ولی اللہ، مکتوب یازدہم ص/۷۷ مطبع مطلع العلوم مراد آباد)

صاحب غایۃ الاوطار فرماتے ہیں:

"بالیقین معلوم ہوا کہ صحیحین کی حدیث مذکور (لوکان العلم ...أوالایمان) عندالثریا لنالہ رجال من فارس) کا محمل صحیح امام اعظم اور ان کے اصحاب ہیں کیونکہ اہلِ فارس میں ان سے زیادہ تر (بڑھکر) کوئی عالم، عالی فہم دقیقہ رس نہیں ہوا، تو امام کے واسطے یہ بشارت اور فضیلت عظیم الشان ہے۔ (غایۃ الاوطار ترجمہ درمختار ص/۲۳ جلد اول)

## امام صاحبؒ تابعی ہیں:

آپؒ کا تابعی ہونا مشہور اور مسلم ہے۔ علامہ ابن حجر مکی ہیثمیؒ "الخیرات الحسان" میں تحریر فرماتے ہیں:

**"وفي فتاوىٰ الشيخ الامام ابن حجر انه ادرک جماعة من الصحابة كانوا بالكوفة بعد مولده بها سنة ثمانين فهو من طبقة التابعين ولم يثبت ذٰلک لاحد من ائمة الامصار المعاصرين لهٗ كالاوزاعيؒ با لشام والحمادين بالبصرة**

**والثوری بالکوفة ومالک بالمدینة الشریفة واللیث بن سعد بمصر... انتھیٰ...**

**وحینئذ فھو من اعیان التابعین........الخ.**

یعنی شیخ الاسلام علامہ ابنِ حجرؒ کے فتاویٰ میں ہے کہ انہوں نے (یعنی امام ابوحنیفہؒ نے) ۸۰ھ میں اپنی پیدائش کے بعد کوفہ میں جو صحابہؓ کی ایک جماعت مقیم تھی ان کو پایا ہے (یعنی دیکھا ہے) اس لئے تابعین کے طبقہ میں ان کا شمار ہوتا ہے اور یہ شرف آپؒ کے معاصر ائمہ میں سے کسی کو حاصل نہ ہوا، جیسے شام میں امام اوزاعیؒ تھے، بصرہ میں دو حماد تھے کوفہ میں امام ثوری رحمہ اللہ، مدینہ منورہ میں امام مالکؒ، مصر میں امام سعد بن لیثؒ تھے۔ اس بناء پر آپؒ اجلّ تابعین میں سے ہیں۔

(الخیرات الحسان ص/۲۱۔ الفصل السادس)

آپؒ کے ثقہ، صدوق اور جید الحفظ ہونے کے متعلق اور آپؒ کی تعدیل وتوثیق میں بڑے بڑے نقادِ فن اور کبار محدثین نے بھی بہت کچھ بیان کیا ہے، موقع کی مناسبت سے چند کبار محدثین (جو اپنے زمانہ کے مشہور محدث اور ائمہ جرح وتعدیل ہیں) کا بیان ہم نقل کرتے ہیں:

## (۱) سید الحفاظ امام یحییٰ بن معین متوفی ۲۳۳ھ:

آپؒ مشہور بزرگ، محدث اور فنِ رجال کے متبحر عالم تھے، امام بخاریؒ وغیرہ کے استاذ ہیں، جن کے بارے میں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کو سوائے یحییٰ بن معین[1]......؟ (علی بن مدینی)..... کے کسی کے سامنے حقیر نہیں سمجھا، آپؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی اعلیٰ درجہ کی تعدیل وتوثیق فرمائی ہے، ایک مرتبہ آپؒ سے امام ابوحنیفہؒ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا:

**"ثقة مامون ماسمعت احداً ضعّفهٗ".**

وہ ثقہ تھے (حدیث میں) مامون تھے۔ میں نے کسی محدث کو ان کی تضعیف کرتے ہوئے نہیں سنا۔ (عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ص/۶۶ ج:۳)

اور فرماتے تھے:

---

(۱) مفتی صاحب رحمہ اللہ سے یہاں تسامح ہوا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کا قول مذکور علی بن المدینی کے متعلق ہے (دول الاسلام للذہبی ج ۱/ ص/۱۰۳، ط دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)۔

"القراء ة عندی قراء ة حمزة و الفقه فقه ابی حنیفةؒ".

میرے نزدیک قراءتوں میں حمزہؒ کی قراءت اور فقہ میں ابوحنیفہؒ کی فقہ عمدہ ہے۔

(الخیرات الحسان ص/۳۱)

## (۲) امامِ نقد رجال یحییٰ بن سعید قطانؒ متوفی ۱۹۸ھ:

بڑے محدث ہیں، فنِ رجال کے ماہرین میں سے ہیں، امام احمدؒ اور علی بن مدینیؒ ان کے شاگرد ہیں اور عصر سے مغرب تک جوان کے درس کا وقت تھا درس میں مؤدب کھڑے ہو کر ان سے حدیث کی تحقیق کیا کرتے تھے، امام قطانؒ باوجود اس فضل وکمال کے امام اعظمؒ کے درس میں شریک ہوتے تھے اور ان کی شاگردی پر فخر کرتے تھے اور آپؒ نے اکثر مسائل میں امام صاحبؒ ہی کی تقلید کی ہے، تمام کتبِ صحاح میں ان سے روایات ہیں، آپؒ امام صاحبؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) "ما سمعنا احسن من رأی ابی حنیفةؒ ومن ثمه کان یذهب فی الفتویٰ الیٰ قوله".

یعنی ہم نے امام ابوحنیفہؒ سے بڑھکر کسی کو صاحب الرائے نہیں پایا اور اسی بناء پر آپؒ انہی کے قول پر فتویٰ دیتے تھے۔ (الخیرات الحسان ص/۳۱)

(۲) "جالسنا واللہ اباحنیفةؒ وسمعنا منه وکنت واللہ اذا نظرت الیه عرفت فی وجهه انه یتقی اللہ عزوجلّ".

واللہ ہم امام ابوحنیفہؒ کی مجالس میں بیٹھے ہیں اور ان سے استفادہ کیا ہے اور واللہ جب بھی ان کے چہرۂ مبارک کی طرف نظر کرتا تھا تو مجھے یقین ہوتا تھا کہ وہ اللہ عزوجل کے خوف وخشیت سے پوری طرح متصف ہیں۔ (موفق ص/۱۹۱ ج:۱)

(۳) "لیس للناس غیر ابی حنیفةؒ فی مسائلِ تنوبهم قال وکان فی اول امره لم یکن کل ذاک ثم استعجل امره بعد ذٰلک وعظم".

لوگوں کو جو مسائل پیش آتے ہیں ان کو حل کرنے کے واسطے امام ابوحنیفہؒ کے سوا دوسرا نہیں ہے،

پہلے پہل امام صاحبؒ کے علمی کمالات زیادہ نمایاں نہ تھے پھر یکدم بڑی تیزی سے ان کی قدر ومنزلت اور عظمت ترقی کرتی گئی۔ (موفق ص/۴۵ ج:۲)

## (۳) امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مُبارکؒ متوفی ۱۸۱ھ

آپ ائمہ کبار میں سے ہیں اور فنِ حدیث کے رکنِ اعظم ہیں۔ یحیٰ بن معینؒ، امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ محدثین عظام کے استاذ ہیں۔ امام بخاریؒ نے سب سے پہلے عبداللہ بن مبارکؒ ہی کی کتابیں یاد کی تھیں، مسلّم طور پر آپ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔ بخاری ومسلم میں ان کی روایت سے بے شمار احادیث ہیں۔ آپ امام ابوحنیفہؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ جب امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کے دفورِ علم سے اس قدر متاثر ہوئے کہ آخری عمر تک آپ سے جُدا نہ ہوئے اور امام صاحب کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کی بڑے وقیع الفاظ میں مدح، تعدیل وتوثیق فرمائی ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

**(۱) کان احفظ لاحادیث رسول الله ﷺ وسمع من الامام الکثیر و کان یحث الناس علیٰ اتباعه قالَ کنّا نختلف الیٰ مشائخ الحجاز و العراقِ فلم یکن مجلس اعظم برکةً ولا اکثر نفعاً من مجلس الامام .**

یعنی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رسول اللہ کی احادیث کے بڑے حافظ تھے اور آپ نے امام صاحب سے بہت سی احادیث سنی ہیں۔ آپ لوگوں کو امام صاحب کی اتباع کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہم حجاز اور عراق کے مشائخ کی مجالس میں آتے جاتے ہیں۔ لیکن امام صاحب کی مجلس سے زیادہ کوئی مجلس بابرکت اور نفع بخش نہیں دیکھی۔ (مناقب کردری ص ۱۰۳ ج ۱)

**(۲) قال اختلفت الی البلاد فلم اعلم باصول الحلال و الحرام حتّٰی لقیته.**

میں تمام شہروں میں علم کی طلب کے لئے گیا ہوں۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کی ملاقات سے قبل تک حلال وحرام کے اصول سے واقف نہ ہوسکا۔ (کردری ص ۱۰۳ ج ۱)

**(۳) جالستُ الناس فلم اَر احدًا اعلم بالفتوی منه.**

میں علماء کی مجالس میں بیٹھا ہوں۔ لیکن آپ سے بڑھ کر کسی کو فتویٰ دینے کے قابل نہیں دیکھا۔
(کردری ص۱۰۴ ج۱)

(۴) لولامخافة الافراط ما قدّمتُ عليه احدًا من العلماء.

اگر مجھے (لوگوں کی طرف سے) افراط کا الزام دیئے جانے کا خوف نہ ہوتا تو میں امام صاحبؒ پر کسی کو ترجیح نہ دیتا۔ (کردری ص۱۰۳ ج۱)

(۵) غَلَبَ على الناسِ بالحفظ و الفقه و العلم و الصيانة و الديانة و شدّة الورع.

آپ نے اپنے حفظ، فقہ، علم، احتیاط، دیانت اور اعلیٰ درجہ کے تقویٰ کی وجہ سے سب پر غلبہ پالیا۔ (جامع بیان العلم وفضلہ بحوالہ تقلیدِ ائمہ ص۱۱۳)

(۶) كان افقه الناس مارأيت اَفْقَهَ مِنه.

امام ابوحنیفہؒ لوگوں میں سب سے بڑے فقیہ تھے۔ میں نے آپ سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں دیکھا۔ (الخیرات الحسان ص۲۹)

(۷) ان احتيج للرأى فرأى مالكؒ وسفيانؒ وابى حنيفةؒ وهو اَفْقَهُهُمْ واَحْسَنُهُمْ واغوصهم فطنة واغصهم على الفقه.

اگر رائے کی ضرورت ہو تو مالکؒ، سفیانؒ، اور ابوحنیفہؒ کی رائے کو لینا چاہئے اور ابوحنیفہ ان میں سب سے زیادہ فقیہ ہیں اور ان کی سمجھ ان سب میں فقہ کے اندر اچھی باریک اور گہری ہے۔
(الخیرات الحسان ص۲۹ فصل ۱۳)

(۸) ليس أحد احقّ اَن يقتدىٰ بهٖ من ابى حنيفة لانّهٗ كان اماماً تقِيًّا وَرَعاً عَالِماً فَقِيْهاً كشف العلمَ كشفاً لم يكشفهُ احدًا ببصرٍ وفهمٍ وفطنةٍ.

یعنی امام ابوحنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی لائقِ اقتدا نہیں۔ کیونکہ وہ امام متقی، خداترس عالم اور فقیہ تھے علم کو اپنی بصیرت، سمجھ اور عقل سے ایسا منکشف کیا کہ کسی نے نہیں کیا۔

(الخیرات الحسان ص۲۹ فصل ۱۳)

## (۴) امام اعمش کوفیؒ متوفی ۱۴۸ھ علیٰ قول:

کوفہ کے جلیل القدر محدّث وفقیہ تابعی تھے اور محدثین کے شیخ الشیوخ ہیں۔ باوجودیکہ امام صاحب کے اساتذہ کے طبقہ میں تھے۔ مگر امام صاحب کے تفقہ واجتہاد کے بڑے مدّاح تھے۔ ایک مرتبہ کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو بے تکلف فرمایا۔ اس مسئلے کا بہترین جواب ابوحنیفہ ہی دے سکتے ہیں اور اس کے بعد فرمایا:

**"واظنُّ انّه بورک فی العلم"۔**

میں خیال کرتا ہوں خدا نے ان کے علم میں بڑی برکت دی ہے۔ (الخیرات الحسان ص ۱۴)

(۲) ایک بار امام صاحبؒ سے چند مسائل میں گفتگو کی۔ آپ نے جواب دیا تو اس کو بہت پسند فرمایا اور پوچھا کہ یہ جواب آپ نے کس دلیل سے دیا ہے؟ امام صاحب نے فرمایا فلاں احادیث سے جو آپ ہی سے سنی تھیں۔ امام صاحب اس پر اور متحیر ہوئے اور فرمایا بس کافی ہے آپ نے تو حد ہی کردی، میں نے جو احادیث سودن میں تم سے بیان کی تھیں وہ آپ نے ایک ہی ساعت میں سنا دیں۔ مجھے یہ علم نہ تھا کہ آپ ان احادیث پر عمل کررہے ہیں۔ اور فرمایا:

**"یَامعَاشر الفُقهَاءِ انتم الاطباء ونحن الصیادلة"۔**

اے گروہِ فقہاء واقعی ہم لوگ عطّار (دوافروش) ہیں اور آپ لوگ طبیب ہو۔

(الخیرات الحسان ص ۶۱ فصل ۳۰)

## (۵) امیر المؤمنین فی الحدیث شعبہ بن حجاجؒ متوفی ۱۶۰ھ:

ائمۂ صحاح کے اعلیٰ رواۃ میں سے ہیں۔ سفیان ثوریؒ ان کو امیر المؤمنین فی الحدیث کہا کرتے تھے۔ حضرت شعبہ امام صاحب کے ساتھ خاص تعلق رکھتے تھے، موفق میں ہے:

**(۱) کان شعبة اذا سُئِلَ عن ابی حنیفة اطنب فی مدحه وکان یهدی الیه فی کل عام طرفة.**

جب امام شعبہ سے ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا جاتا تو امام صاحب کی تعریف وتوصیف کرتے اور ہر سال امام صاحب کے لئے نیا تحفہ بھیجتے۔ (موفق ص ۴۶ ج ۲)

(۶) جب آپ کو امام صاحب کی وفات کی خبر پہونچی تو اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا اور فرمایا:

"طفیء عن الکوفة نورُالعلم اما انّھم لایرون مثله ابدا".

آج کوفہ کا چراغِ علم گل ہوگیا اور اب اہل کوفہ کو قیامت تک آپ کی نظیر نہ ملے گی۔

(الخیرات الحسان ص ۶۴ فصل ۳۲)

## (۶) امام حدیث علی بن مَدینیؒ، متوفی ۲۳۴ھ:

اتنے بڑے امام فن ہیں کہ ان کی شاگردی امام بخاریؒ، امام ابوداؤدؒ جیسے کبار محدثین نے کی ہے۔ بڑے بڑے محدّثین آپ کی مدح میں رطب اللسان ہیں۔ آپ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

"ابوحنیفة روی عنه الثوری وابن المبارک وحمّاد بن زید وھشام ووکیع وعباد بن العوام وجعفر بن میمون وھو ثقة لا بأس به".

یعنی ابوحنیفہؒ سے سفیان ثوریؒ، ابن مبارکؒ، حماد بن زیدؒ، ہشام، وکیع، عباد بن عوام اور جعفر بن میمون نے (جو سب کے سب پیشوائے محدثین اور صحاح ستہ کے ائمہ میں سے ہیں) روایتِ حدیث کی ہے۔ اور وہ ثقہ ہیں۔ (امام ابوحنیفہؒ میں اصول جَرح وتعدیل کی رو سے) کوئی عیب نہیں ہے۔

(الخیرات الحسان ص ۶۷)

## (۷) امام حدیث سفیان ثوریؒ۔ متوفی ۱۶۱ھ:

آپ نہایت عظیم المرتبت شخص ہیں۔ اپنے زمانے کے بڑے درجہ کے محدث تھے۔ خطیب نے لکھا ہے کہ ان کی امامت، پختگی، ضبط، حفظ، معرفت، زہد وتقویٰ پر علماء کا اتفاق ہے۔ امام صاحبؒ بھی ان کے قدردان تھے۔ اور بڑی تعریف کرتے تھے۔ آپ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

(۱) کان واللہ شدیدا لاخذ للعلم ذَاباً عنِ المحارم لا یأخذ اِلَّا بِمَا صَحَّ عنه علیه السَّلام شدید المعرفة بالناسخ والمنسوخ وکان یطلب احادیث الثقات

والاخیر من فعل النبیّ علیہ الصلوٰۃ والسّلام.

یعنی بخدا امام ابوحنیفہ علم حاصل کرنے میں بڑے مستعد اور منہیات کی روک تھام کرنے والے تھے۔ وہی حدیث لیتے تھے جو حضور اکرم ﷺ سے پایۂ صحت کو پہونچ چکی ہو۔ ناسخ و منسوخ کی پہچان میں قوی ملکہ رکھتے تھے۔ اور وہ قابل اعتماد حضرات کی روایات اور آپ ﷺ کے آخری عمل کی تحقیق و تلاش میں رہتے تھے۔ (کردری ص ۱۰ اج ۲، الخیرات الحسان ص ۳۰)

(۲) عن محمد بن المنتشر الصنعانی قال کنتُ اختلف الیھما فاذا جئت لابی حنیفة قال لی من این اقبلت قلت من عند سفیان فیقول جئت من عند رجلٍ لوکان علقمة والاسود حَیَّیْنِ لاحتاجا الیه واذا اَتیتُ سفیان قال جئتَ من این؟ قلتُ جئتُ من عند ابی حنیفة قال جئتَ من عند افقه اهل الارض.

یعنی محمد بن منتشر صنعانیؒ فرماتے ہیں کہ میں ابوحنیفہؒ اور سفیان ثوریؒ کے پاس آیا جایا کرتا تھا۔ جب ابوحنیفہؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا تو فرماتے کہاں سے آرہے ہو؟ میں کہتا سفیان کے پاس سے۔ آپ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آئے ہو کہ اگر علقمہ اور اسود بھی موجود ہوتے تو وہ ان کے محتاج ہوتے۔ اور جب سفیان کے پاس جاتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آرہے ہو؟ میں کہتا ابوحنیفہ کے پاس سے۔ فرماتے تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو کہ روئے زمین پر ان جیسا کوئی فقیہ نہیں۔ (کردری ص ۱۱ اج ۲)

(۳) کان الثوری اذا سئل عن مسئلةٍ دقیقةٍ یقول ماکان احدٌ یحسن ان یتکلّم فی ھٰذا الأمر الّا رجل قد حسد ناہ ثم یَسْئَل اصحاب ابی حنیفة ما یقول صاحبکم فیحفظ الجواب ثم یفتی.

سفیان ثوریؒ سے جب کوئی دقیق مسئلہ دریافت کیا جاتا تو فرماتے اس مسئلہ میں کوئی عمدہ تقریر نہیں کرسکتا سوائے اس شخص کے جس پر ہم حسد کرتے ہیں (یعنی امام ابوحنیفہؒ) پھر امام صاحب کے شاگردوں سے دریافت کرتے کہ اس مسئلہ میں تمہارے استاذ کا کیا قول ہے اور وہ جو جواب دیتے اس کو یاد کرکے اس کے موافق فتویٰ دیتے۔ (موفق ص ۱۴ اج ۲)

## (۸) محدّث شہیر یزید بن ہارونؒ متوفی ۲۰۶ھ:

اپنے زمانہ کے امام کبیر محدّث وثقہ تھے۔ امام اعظمؒ، امام مالکؒ اور سفیان ثوریؒ کے شاگرد ہیں۔ یحییٰ بن معین، علی بن مدینی وغیرہ شیوخ کے استاذ ہیں تلامذہ کا شمار نہیں۔ ستر ہزار ایک وقت میں ہوتے تھے۔ چالیس سال تک عشاء کے وضوء سے صبح کی نماز ادا کی (بحوالہ انوار الباری ص۸۰ مقدمہ حصہ اول) آپ امام صاحبؒ کے متعلق فرماتے ہیں

**(۱) کتبتُ عن الف شیخ حملت عنهم العلم فما رأیتُ واللّٰهِ فیهم اشدّ ورعاً من ابی حنیفة ولا احفظ للسانه.**

میں نے ہزار ہا شیوخ سے علم حاصل کیا۔ لیکن خدا کی قسم میں نے ابوحنیفہ سے زیادہ کسی کو متقی اور زبان کا سچا نہیں پایا۔ (موفق ص۱۹۵ ج۱)

**(۲) أنبأ محمد بن سعد ان سمعتُ من حضر یزید بن هارون وعندهٗ یحییٰ بن معین وعلی بن المدنی واحمد بن حنبل وزهیر بن حرب وجماعة اٰخرون اذ جاء ه مستفتٍ فسئالهٗ عن مسئلةٍ قال فقال لهٗ یزید اذهب الیٰ اهل العلم قال فقال لهٗ ابن المدینی الیس اهل العلم والحدیث عندک قال: اهل العلم اصحابُ ابی حنیفة وانتم صیَادلة.**

یعنی:۔ ایک دن یزید بن ہارون کی مجلس میں یحییٰ بن معین اور امام احمدؒ وغیرہ موجود تھے۔ ایک شخص نے آکر مسئلہ دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا اہل علم کے پاس جاکر دریافت کرلو۔ علی بن مدینی بولے کیا آپ کے پاس اہل علم نہیں؟ فرمایا اہل علم اصحابِ ابوحنیفہؒ ہیں۔ تم تو عطار (دوافروش) ہو۔ (موفق ص۴۷ ج۲)

**(۳) وسئل متیٰ یحلّ للرجل ان یفتی فقال اذاکان مثل ابی حنیفة.......الخ**

کسی نے پوچھا ایک عالم فتویٰ دینے کے کب قابل ہوتا ہے؟ فرمایا جب وہ امام ابوحنیفہؒ جیسا ہو جائے۔ ان سے کہا گیا آپ عجیب بات کہتے ہو؟ فرمایا ہاں، بلکہ اس سے زیادہ مجھے آپ کی تعریف کرنا چاہیے۔ میں نے ان سے بڑا کسی کو عالم، فقیہ اور متورّع نہیں دیکھا۔ ایک روز میں نے

ان کو دیکھا کہ ایک شخص کے دروازے کے سامنے دھوپ میں بیٹھے ہیں۔ میں نے عرض کیا سائے میں ہو جاتے۔ فرمایا۔ اس گھر والے پر میرے کچھ روپے قرض ہیں۔ اس لئے اس کے گھر کے سائے میں بیٹھنا مجھے ناپسند ہوا۔ یزید بن ہارون نے یہ واقعہ بیان کر کے فرمایا: وای ورع اکبر من هذا؟ بتاؤ اس سے بڑا درجہ بھی ورع کا ہو سکتا ہے؟ (موفق ص۱۹۱ ج۱)

## (۹) امام وکیع بن جرّاحؒ۔ متوفی ۱۹۷ھ:

امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور اصحابِ ستہ کے کبار شیوخ میں سے ہیں۔ امام صاحبؒ سے بہت حسنِ ظن رکھتے تھے اور آپ کی بہت تعریف فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کی مجلس میں کوئی حدیث پیش ہوئی جس کا مضمون بہت مشکل تھا وہ کھڑے ہو گئے اور ٹھنڈی سانس بھر کر کہا اب ندامت سے کیا فائدہ وہ شیخ یعنی ابوحنیفہ کہاں ہیں۔ جن سے یہ اشکال حل ہوتا۔

**انه قدوقع يوماً حديث فيه غموض فوقف وتنفّسَ الصعداء وقال لاتنفع الندامة اين الشيخ فيفرّج عنا.** (کردری ص۹۷ ج۱)

(۲) میں نے کسی شخص سے جو ابوحنیفہ سے افقہ اور اچھی طرح نماز پڑھنے والا ہو ملاقات نہیں کی۔ (حدائق حنیفہ ۷۸)

## (۱۰) حافظ الحدیث امام ابو یوسفؒ متوفی ۱۸۲ھ:

امام ابو یوسف علمِ حدیث میں امام احمد، علی بن مدینی، یحییٰ بن معین وغیرہ اکابر محدثین کے استاذ ہیں۔ یہ تمام امام بخاریؒ وغیرہ محدثین کے شیوخ میں سے ہیں۔ امام ابو یوسف، امام ابو حنیفہ کے مشہور تلامذہ میں سے ہیں۔ آپ امام صاحبؒ کے متعلق فرماتے ہیں:

**(۱) كان هو ابصر بالحديث الصحيح مِنّي.**

آپ میرے بہ نسبت صحیح احادیث کے بہت زیادہ جاننے والے تھے۔

(الخیرات الحسان ۶۱ الفصل ۳۰)

**(۲) يقول مارأيتُ احداً اعلم بتفسير الحديث من ابى حنيفةؒ وكنا نختلف فى**

المسئلة فنأتی اباحنیفة فکان یخرجها من کمّه فیدفعه الینا.

آپ فرماتے تھے۔ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے زیادہ حدیث کی تفسیر کا عالم نہیں دیکھا۔ ہمارا کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو ہم امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپ اس کا فوراً ہی حل پیش کر کے تشفی کر دیتے تھے۔ (موفق ص۴۳ ج۲)

(۳) عصام بن یوسف قلتُ لابی یوسفؒ اجتمع الناس علی انّهٗ لایتقدّمک احدٌ فی المعرفة وَالفِقهِ فقال مامعرفتی عند معرفة ابی حنیفة الّا کنهرٍ صغیرٍ عند نهر الفرات.

عصام بن یوسفؒ کا بیان ہے کہ میں نے ابو یوسف سے کہا کہ علماءِ وقت کا اتفاق ہے کہ آپ سے بڑھ کر علمِ حدیث وفقہ میں کوئی عالم نہیں ہے۔ تو فرمایا۔ میرا علم امام صاحب کے علم کے مقابلہ میں بہت ہی کم ہے ایسا سمجھو جیسے دریائے فرات کے پاس ایک چھوٹی سی نہر۔ (موفق ص۴۲ ج۲)

## (۱۱) امام مالکؒ متوفی ۱۷۹ھ:

ایک مرتبہ امام شافعیؒ نے امام مالکؒ سے چند محدثین کا حال دریافت کیا۔ امام مالکؒ نے ان کے احوال بیان فرمائے۔ پھر امام ابوحنیفہ کے متعلق پوچھا تو فرمایا:

"سُبحَانَ اللهِ لَمْ اَرَمِثْلَهٗ".

سبحان اللہ وہ عجیب شخص تھے۔ قسم بخدا میں نے ان کا مثل نہیں دیکھا۔

(الخیرات الحسان ص۲۹ فصل ۱۳)

## (۱۲) امام شافعیؒ متوفی ۲۰۴ھ:

فرماتے ہیں:

"الناس عیال فی الفقه علیٰ ابی حنیفة مارأیت ای عَلمتُ احدًا افقه منه".

لوگ فقہ میں ابوحنیفہ کے عیال ہیں۔ کیونکہ میں نے ان سے بڑا فقیہ کسی کو نہیں دیکھا۔

(۲) من لم ینظر فی کتبهٖ لم یتبحّر فی العلم ولایتفقّه.

جو شخص ابوحنیفہؒ کی کتابوں کو نہ دیکھے۔ وہ نہ علم میں تبحر ہوگا اور نہ فقیہ بنے گا۔

(الخیرات الحسان ص۲۹ فصل ۱۳)

## (۱۳) امام احمد بن حنبلؒ متوفی ۲۴۱ھ:

فرماتے ہیں:

**"انّهٗ من اهل الورع والزهد وایثار الأخرةِ بمحل لایُدرِکُهٗ احدٌ ....الخ".**

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علم وتقویٰ، زہد اور اختیار آخرت میں اس درجہ پر تھے کہ کوئی ان کو نہیں پہنچ سکا۔ (الخیرات الحسان ص۳۰ فصل ۱۳، شامی ص۵۶ ج۱)

## (۱۴) امام حدیث مسعر بن کدامؒ متوفی ۱۴۲ھ:

ائمہ صحاح ستہ کے شیوخ میں سے ہیں اور محدثین کے پیشوا جن کی جلالت قدر کے شیخ المحدثین، امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ معترف ہیں۔ سفیان ثوریؒ اور سفیان بن عیینہ کے اساتذہ میں ہیں۔ باوجود اس جلالتِ شان کے امام ابوحنیفہؒ سے استفادہ فرماتے تھے۔ عبداللہ ابن مبارکؒ کا بیان ہے:

**"رأیتُ مسعرًا فی حلقة ابی حنیفة یسئله ویستفید منه".**

میں نے مسعر کو امام ابوحنیفہؒ کے حلقۂ درس میں دیکھا کہ وہ آپ سے سوالات کرتے ہیں اور آپ سے استفادہ فرمارہے ہیں۔ (خیرات حسان ص۲۹)

آپ امام ابوحنیفہؒ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

(۱) جو شخص اپنے اور خدا کے درمیان امام ابوحنیفہ کو وسیلہ بنائے اور ان کے مذہب پر چلے۔ میں امید کرتا ہوں اس کو کچھ خوف نہ ہوگا۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے:

**حسبی من الخیرات ما اعددته　یوم القیامة فی رضی الرحمان**

**دین النبی محمد خیر الوریٰ　ثم اعتقادی مذهب النعمان**

(حدائق ص۷۹)

**(۲) مر مسعر بن کدام بابی حنیفة واصحابه فوجدهم قد ارتفعت اصواتهم فاقام ملیًّا ثم قال هٰؤلاءِ افضل من الشهداء والعبّاد والمجتهدین هٰؤلاء یجهدون فی احیاء سنّة محمد ﷺ ویجتهدون فی اخراج الجهال من جهلهم......الخ.**

یعنی: ایک مرتبہ مسعر بن کدام امام ابوحنیفہؒ اور آپ کے اصحاب کی مجلس کے پاس سے گذرے۔ دیکھا کہ مسائل فقہ کے مذاکرے ہو رہے ہیں اور خوب بلند آواز سے بحث ہو رہی ہے۔ کچھ دیر ٹھہر کر سنتے رہے۔ پھر فرمایا کہ ''یہ لوگ شہداء اور عابدین اور تہجد گذاروں سے افضل ہیں۔ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کو زندہ کر رہے ہیں اور جہلاء کو ان کے جہل سے نکالنے کی سعی کر رہے ہیں۔ (موفق ص ۲۴۹ ج ۱)

## (۱۵) محدّثِ شہیر امام اوزاعیؒ۔ متوفی ۱۵۷ھ:

جلیل القدر محدث، فقیہ اور مجتہد تھے۔ ایک مرتبہ امام اوزاعیؒ نے عبداللہ ابن مبارکؒ سے کہا:

**''من هٰذا المبتدع الذی خرج بالکوفة یکنی ابا حنیفة''.**

یہ کون مبتدع کوفہ میں پیدا ہوا جس کی کنیت ابوحنیفہ ہے؟ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں: میں نے کوئی جواب نہ دیا اس کے بعد امام صاحبؒ کے چیدہ چیدہ مسائل ان کو دکھائے۔ جب انہوں نے ان مسائل کو پڑھا اور دیکھا کہ یہ مسائل نعمان بن ثابت کی طرف منسوب ہیں تو فرمایا: مَنْ هٰذا؟ یہ نعمان بن ثابت کون ہیں؟ میں نے کہا یہ ایک شیخ ہیں جن سے عراق میں ملاقات ہوئی۔

**''قال هٰذا نبیلٌ من المشائخ اذهب فاستکثر منه''.**

فرمایا یہ تو مشائخ میں بڑی قابل قدر شخصیت معلوم ہوتی ہے۔ تم جاؤ اور ان سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرو۔

**''قلتُ هٰذا ابو حنیفة الّذی نهیتَ عنه''.**

میں نے کہا یہ وہی ابوحنیفہ ہیں جن سے مجھ کو آپ نے روکا تھا۔ پھر امام اوزاعی اور امام صاحب مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے۔ اور ملاقات ہوئی تو کچھ مسائل میں آپ سے گفتگو کی۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان مسائل کو بڑی عمدہ تشریح کے ساتھ بیان کیا۔ جب وہ دونوں حضرات جدا ہوئے تو امام اوزاعیؒ

نے ابن مبارکؒ سے فرمایا:

**"غبطتُ الرجل بکثرةِ علمه ووفور عقله واستغفر الله تعالی لقد کنتُ فی غلطٍ ظاهرٍ الزم الرجل فانهٗ بخلاف مابلغنی عنه".**

مجھے اس شخص کے کثرت علم اور وفور عقل پر غبطہ ہوا اور میں خدا سے استغفار کرتا ہوں ان کے بارے میں جو کچھ کہا۔ میں اس بارے میں کھلی غلطی پر تھا۔ جاؤ ان کی صحبت کو لازم کرلو۔ کسی طرح ان کا ساتھ نہ چھوڑو۔ کیونکہ ان کے بارے میں جو چیزیں مجھ کو پہنچی تھیں۔ میں نے ان کو ان کے بالکل خلاف پایا۔ (الخیرات الحسان ص۳۰ فصل ۱۳، مناقب کردری ص۳۹ ج۱)

## (۱۶) محدّث کبیر مکّی بن ابراہیمؒ۔ متوفی ۲۱۵ھ:

جلیل القدر حافظِ حدیث وفقیہ ہیں۔ امام بخاریؒ ابن معینؒ وغیرہ کے استاذ ہیں۔ فرماتے ہیں:

**"کان ابو حنیفة اعلم اهل زمانه".**

ابو حنیفہؒ اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم تھے۔ (خیراتِ حسان ص۲۹)

## (۱۷) محدّث شہیر شقیق بلخیؒ، متوفی ۱۹۴ھ:

بڑے عالم، محدّث، زاہد، عارف اور متوکل تھے۔ فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہؒ اعلم الناس، اورع الناس، اَعبدُ الناس، اکرم الناس اور دین میں بڑی احتیاط کرنے والے تھے۔

(حدائق حنفیہ ص۷۶)

علاوہ ازیں صدہا محدّثین نے امام ابوحنیفہؒ کی تعریف، توثیق اور تعدیل فرمائی ہے اور آپ کو حافظ حدیث اور فقیہ نبیل فرمایا ہے۔ اور آپ کی جلالتِ قدر اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ آپ بے شمار محدثین عظام کے شیخ ہیں اور وہ صحاح ستہ کے مصنفین، امام بخاریؒ، امام مسلمؒ وغیرہ وغیرہ امام ابوحنیفہؒ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں کسی نے خوب کہا ہے:

امام اعظمؒ کے شاگردوں کے ہیں شاگرد بھی ارشد
بخاریؒ، شافعیؒ، مسلمؒ، نسائی، ترمذیؒ، احمدؒ

ان مناقب کے باوجود بھی اگر کوئی متعصب اور شپّرہ چشم امام ابوحنیفہؒ کو مجروح اور ضعیف کہے اور ان کی روایات کو قابل احتجاج نہ سمجھے۔ یا یوں کہے کہ آپ کو صرف ۱۴ یا ۱۷ احدیثیں یاد تھیں تو اس سے زیادہ کور عقل، متعصب اور حقائق کا منکر کون ہوگا؟

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام اعظمؒ نے خواب دیکھا کہ آپ حضور اکرم ﷺ کے مرقد شریف کھود رہے ہیں۔ اور آپ کی مبارک و مطہر ہڈیوں کو جمع کر رہے ہیں۔ امام صاحبؒ نے خواب کی تعبیر دریافت کرانے کے لئے ایک شخص کو امام ابن سیرین کی خدمت میں بھیجا، امام المعبّرین نے جب خواب سنا تو سوال کیا کہ اس خواب کا دیکھنے والا کون ہے؟ فرستادہ نے جواب نہ دیا۔ اُس شخص نے پھر دوسری مرتبہ خواب کی تعبیر دریافت کی، آپ نے پھر وہی سوال کیا کہ کس شخص نے یہ خواب دیکھا ہے؟ اس نے سکوت کیا اور نام ظاہر نہیں کیا اور تیسری مرتبہ تعبیر دریافت کی، تو امام ابن سیرین نے تعبیر ارشاد فرمائی:

**"صَاحبُ هٰذهِ الرؤیا یُبرزُ علماً لم یسبقه احدٌ الیه ممّن قبله"۔**

اس خواب کو دیکھنے والا علم کو اتنا واضح کریگا (یعنی جمع کریگا) کہ ان سے پہلے کسی نے اس طرح سبقت نہیں کی ہوگی (اس سے علم فقہ کی تدوین اور قرآن و سنت کے علوم کو جمع کرنے کی طرف اشارہ ہے)۔

مرقات المفاتیح میں ہے:

**"أی ابوحنیفة فی النوم کانه ینبش قبر النبی ﷺ فبَعث مَنْ سأل محمد بن سیرین فقال مَنْ صاحبُ هٰذهِ الرؤیا ولم یجب عنها ثم سأله الثانیة فقال مثل ذٰلک ثم سأله الثالثة فقال صاحبُ هٰذهِ الرؤیا یبرز علماً لم یسبقهُ احدٌ"۔**

(مرقات المفاتیح ص ۲۸ ج ۱ مطبوعہ ملتان)

شیخ علی بن عثمان ہجویری لاہوری (عرف داتا گنج بخشؒ) متوفی ۴۶۵ھ جن کا شمار ہند و پاک کے اولیاء کبار میں ہوتا ہے۔ تصوف کی مشہور و معروف کتاب "کشف المحجوب" کے مصنف ہیں۔ حنفی المذہب تھے۔ امام ابوحنیفہؒ سے خاص عقیدت تھی۔ ان کا نام "امام اماماں

ومقتدائے سنیاں، شرف فقہاء وعز علماء'' کی حیثیت سے لیا ہے اس ضمن میں امام ابوحنیفہؒ اور مذہب کے متعلق اپنا ایک دلچسپ خواب تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

''من کہ علی بن عثمان الجلّابی ام وفقنی اللہ بدمشق شام بودم، بر سر گور مؤذن رسول خدائے ا خفتہ، خود را بمکہ دیدم اندر خواب کہ پیغمبر ا ازباب بنی شیبہ اندر آمدہ پیرے را در بر گرفتہ چنانکہ اطفال را در برگیرند بشفقتے من پیش دویدم بر دست وپایش بوسہ دادم ودر تعجب بودم کہ آں کیست و آں حالت چیست؟ وے بر باطن واندیشہ من مشرف شدہ مرا گفت ایں امام تو واہل دیار تست یعنی ابوحنیفہؒ مرا بہ ایں خواب امید بزرگ است وبااہل دیار خود ہم ودرست گشت ازیں خواب مرا کہ وے یکے ازاناں بودہ است کہ ازاوصاف طبع فانی بودند وباحکام شرع باقی وبداں قائم چنانچہ برندہ وے پیغمبر ا بودہ است واگر وے خود رفتے باقی الصفت بودے یا مخطی بود یا مصیب چوں برندہ او پیغامبر ا بود فانی الصفت باشد ببقائے صفت پیغمبر ا وچوں بر پیغمبر ا خطا صورت نگیرد وبر آنکہ بد وقائم بود، نیز صورت نگیرد وایں رمز لطیف است۔

(کشف المحجوب ص/۱۳۱ طبع سمرقند وص/۸۶ طبع لاہور ۱۳۹۸ھ)

ترجمہ: میں کہ علی بن عثمان جلّابی ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے شام کے شہر دمشق میں حضور ﷺ کے مؤذن حضرت بلالؓ کے مزار کے سرہانے سورہا تھا خواب میں دیکھتا ہوں کہ مکہ معظمہ میں حاضر ہوں اور رسول اللہ ﷺ باب بنی شیبہ سے داخل ہورہے ہیں جس طرح کسی بچے کو پیار سے گود میں اٹھاتے ہیں آپ ایک پیر مرد کو گود میں اٹھائے ہوئے ہیں، میں دوڑتا ہوا حضور میں پہنچا۔ اور آپکے ہاتھ پاؤں کو بوسہ دینے لگا اور تعجب میں تھا کہ یہ کون ہے؟ اور یہ کیا حالت ہے؟ حضور ﷺ کو میرے خطرۂ قلب پر اطلاع ہوگئی۔ ارشاد فرمایا کہ یہ شخص تیرا اور تیری قوم کا امام ہے یعنی ابوحنیفہ اس خواب سے مجھے اپنے اور اپنی قوم کے حق میں بڑی امیدیں قائم ہوگئیں۔ اور مجھے اس خواب سے یہ بھی منکشف ہوگیا کہ امام ابوحنیفہؒ ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنے صفاتِ ذاتی سے فانی ہو چکے ہیں اور محض احکام شرع کے لئے باقی رہ گئے ہیں اس لئے کہ ان کے حامل رسول اللہ ﷺ تھے، اگر میں انہیں چلتے دیکھتا تو معلوم ہوتا کہ وہ باقی الصفات ہیں، اور باقی الصفات کے لئے خطا

وصواب دونوں کا امکان ہے لیکن چونکہ انہیں رسول اللہ ﷺ کی گود میں دیکھا اس سے معلوم ہوا کہ انکا وجود ذاتی فنا ہو چکا ہے اور اب جو انکا وجود قائم ہے وہ رسول اللہ ﷺ کے وجود سے قائم ہے اور چونکہ خود رسول اللہ ﷺ کے لئے کسی طرح کی خطا کا امکان نہیں اس لئے جس کا وجود ان میں فانی ہو چکا وہ بھی امکانِ خطا سے پاک ہے۔ (یاد رہے) یہ ایک لطیف رمز ہے۔

## ضرورتِ تدوین فقہ:

جب تک دنیا میں صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین رہے ان میں جو حضرات فقیہ و مجتھد تھے اور افتاء کا کام کرتے تھے وہ پوری اسلامی حکومت میں پھیلے ہوئے تھے اور پیش آمدہ مسائل کا حل کرتے تھے ۱۱۰ھ میں جب جماعتِ صحابہ کے آخری فرد حضرت ابوالطفیلؓ اس دنیا سے تشریف لے گئے تو ان کے بعد مستقلاً احکام کی نشر و اشاعت کا کام انکے شاگردوں (یعنی تابعین) نے شروع کر دیا، اس وقت سات مقامات ایسے تھے جو علوم نبویہ کا مرکز تھے وہاں دارالافتاء قائم تھے۔ ان مقامات میں بڑے بڑے جید تابعی علماء موجود تھے وہ سات مقامات یہ ہیں۔ مدینہ منورہ، مکہ معظّمہ، کوفہ، بصرہ، دمشق (شام)، مصر، یمن۔

کوفہ بڑی خصوصیات کا حامل تھا ہزاروں صحابہ کا یہاں قیام رہ چکا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ۔ اور حضرت ابوہریرہؓ کے ہزاروں تلامذہ یہاں موجود تھے اس لئے کوفہ علمِ حدیث و فقہ میں مرجع خلائق بنا ہوا تھا۔ ۱۲۰ھ سے پہلے تک امام اابوحنیفہؒ کوفہ کے مشہور محدث و فقیہ امام حمادؒ کے حلقۂ درس کے ایک ممتاز طالب علم تھے۔ امام حماد کے انتقال کے بعد ان کے درسگاہ کے صدر نشین اور ایک مستقل معلم و مفتی ہوئے۔

امام صاحبؒ نہایت ذکی، فہیم و متفکر تھے۔ آپ نے اطراف عالم پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ اختلاف احوال و زماں کی وجہ سے ایک صدی ہی میں عالم میں بہت کچھ تغیر و تبدل آ چکا ہے اور آئندہ ادوار میں یہ تغیر نہیں رک سکتا واضعین حدیث نے وضع حدیث کا فتنہ اٹھا رکھا ہے اور دوسرے فتنے بھی سر اٹھا رہے ہیں۔

اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اب علم ایک جگہ اور ایک فرد کے پاس نہیں ہے بلکہ وہ اطراف عالم

میں پھیل چکا ہے اس لئے آپکو خیال پیدا ہوا کہ اگر اس کو یکجا جمع نہ کیا گیا تو یہ علم ضائع ہو جائے گا نیز امام صاحبؒ کے پیش نظر یہ بھی تھا کہ آج سے پہلے جو افراد تھے وہ آج نہیں ہیں زمانہ انحطاط کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے لہٰذا آج جو جبال العلوم ہیں ان سے استفادہ کرنا چاہیئے اور اس علم کو ایک جگہ جمع کر دینا چاہیئے اور قیامت تک آنے والی نسلوں کے لئے ایسا دستور العمل مرتب کر دینا چاہیئے جو زندگی کے ہر موڑ پر انکے لئے مشعل راہ ہو اور جس میں تمام چیزوں کی رعایت ہو ان اسباب کی بنا پر امام ابو حنیفہؒ نے فقہ کی تدوین کا کام شروع کر دیا۔

## کیفیت تدوین فقہ:

اس اہم کام کو انجام دینے کے لئے آپ نے اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے چالیس (۴۰) ماہرین اشخاص منتخب فرمائے اور ایک کمیٹی کی تشکیل کی جن کے مبارک اسما یہ ہیں۔

(۱) امام زفرؒ متوفی ۱۵۸ھ
(۲) امام مالکؒ بن مغول متوفی ۱۵۹ھ
(۳) امام داؤد طائی متوفی ۱۶۰ھ
(۴) امام مَندِل بن علیؒ متوفی ۱۶۸ھ
(۵) امام نصر بن عبد الکریمؒ متوفی ۱۶۹ھ
(۶) امام عمرو بن میمونؒ متوفی ۱۷۱ھ
(۷) امام حبان بن علیؒ متوفی ۱۷۲ھ
(۸) امام ابو عصمہؒ متوفی ۱۷۳ھ
(۹) امام زہیر بن معاویہؒ متوفی ۱۷۳ھ
(۱۰) امام قاسم بن معینؒ متوفی ۱۷۵ھ
(۱۱) امام حماد بن الامام اعظمؒ متوفی ۱۷۶ھ
(۱۲) امام ہیاج بن بسطامؒ متوفی ۱۷۷ھ
(۱۳) امام شریک بن عبد اللہؒ متوفی ۱۷۸ھ

(۲۱) امام اسد بن عمروؒ متوفی ۱۸۸ھ
(۲۲) امام محمد بن الحسنؒ متوفی ۱۸۹ھ
(۲۳) امام علی بن مسہرؒ متوفی ۱۸۹ھ
(۲۴) امام یوسف بن خالدؒ متوفی ۱۸۹ھ
(۲۵) امام عبد اللہ بن ادریسؒ متوفی ۱۹۲ھ
(۲۶) امام فضل بن موسیٰؒ متوفی ۱۹۲ھ
(۲۷) امام علی بن طبیانؒ متوفی ۱۹۲ھ
(۲۸) امام حفص بن غیاثؒ متوفی ۱۹۴ھ
(۲۹) امام وکیع بن جراحؒ متوفی ۱۹۷ھ
(۳۰) امام ہشام بن یوسفؒ ۱۹۷ھ
(۳۱) امام یحیٰ بن سعید القطانؒ متوفی ۱۹۸ھ
(۳۲) امام شعیب بن اسحاقؒ متوفی ۱۹۸ھ
(۳۳) امام ابو حفص بن عبد الرحمٰنؒ متوفی ۱۹۹ھ

(۱۴)امام عافیہ بن یزیدؒ متوفی ۱۸۰ھ (۳۴)امام ابو مطیع بلخیؒ متوفی ۱۹۹ھ
(۱۵)امام عبداللہ بن مبارکؒ متوفی ۱۸۱ھ (۳۵)امام خالد بن سلیمانؒ متوفی ۱۹۹ھ
(۱۶)امام ابو یوسفؒ متوفی ۱۸۲ھ (۳۶)امام عبدالحمیدؒ متوفی ۲۰۳ھ
(۱۷)امام محمد بن نوحؒ متوفی ۱۸۲ھ (۳۷)امام حسن بن زیادؒ متوفی ۲۰۴ھ
(۱۸)امام ہشیم بن بشیر السلمیؒ متوفی ۱۸۳ھ (۳۸)امام ابو عاصم النبیلؒ متوفی ۲۱۲ھ
(۱۹)امام ابو سعید یحییٰ بن زکریاؒ متوفی ۱۸۴ھ (۳۹)امام مکی بن ابراہیمؒ متوفی ۲۱۵ھ
(۲۰)امام فضیل بن عیاضؒ متوفی ۱۸۷ھ (۴۰)امام حماد بن دلیلؒ ۲۱۵ھ

(امانی الاحبار، الجواہر المضیۃ۔ بحوالہ امام اعظم ابو حنیفہؒ ص/۱۸۳ اص/۱۸۴
مصنف مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری دامت برکاتہم)

یہ حضرات سب کے سب درجۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے تھے۔ پھر ان چالیس میں سے دس بارہ حضرات کی ایک اور مخصوص مجلس تھی جس کے رکن امام ابو یوسفؒ، امام زفرؒ، داؤد طائیؒ، یوسف بن خالدؒ، یحییٰ بن زکریا، زائدہؒ، امام محمدؒ، عبداللہ بن مبارکؒ اور خود امام ابو حنیفہؒ تھے۔

(الجواہر المضیہ ص/۱۴ ج ا۔ بحوالہ امام اعظم ابو حنیفہؒ ص/۱۷۸)

اس مجلسِ تدوین فقہ کے متعلق امام وکیع بن جراحؒ مشہور محدّث، امام شافعیؒ کے استاذ فرماتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ کے کام میں کس طرح غلطی باقی رہ سکتی تھی جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ابو یوسف، حفص بن غیاث، حبان، مندل جیسے ماہرینِ حدیث ان کے ساتھ تھے۔ اور لغت وعربیت کے ماہر قاسم بن معن یعنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعودؓ کے صاحبزادے جیسے شریک تھے اور داؤد بن نصیر طائی، فضیل بن عیاض زہد اور تقویٰ اور پرہیزگاری رکھنے والے حضرات موجود تھے۔ لہٰذا جس کے رفقاء کار اور ہمنشین ایسے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کرسکتا۔ کیونکہ غلطی کی صورت میں صحیح امر کی طرف واپس کرنے والے لوگ موجود تھے۔

(جامع المسانید ص/۳۳۔ بحوالہ امام اعظم ابو حنیفہؒ ص/۱۷۸)

## استنباطِ مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کا طریقہ:

امام ابوحنیفہؒ نے استنباط مسائل کا یہ طریقہ مقرر کیا کہ اولاً کتاب اللہ پھر سنتِ نبویہ پھر آثارِ صحابہ اور اس کے بعد قیاس، امام صاحب کی نظر احادیث کے بارے میں بہت دور بین تھی۔ وہ حدیث کے قوی، ضعیف، مشہور، آحاد کے علاوہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ آخری امر جس پر جناب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا ہے وہ کیا تھا اور مسائل کے استنباط میں امام صاحب سوچ سوچ کر اس قسم کی جزئیات پر بھی بحث کرتے تھے کہ جن کا وجود ابھی تک نہیں ہوا تھا اس وجہ سے امام صاحبؒ نے مجلس تدوین فقہ میں ان تمام مسائل پر بحث فرمائی کہ جن کے وقوع کا امکان ہوسکتا تھا۔ آپ کے اردگرد تلامذہ کا مجمع ہوتا اور ہر شخص کو احادیث، آثار اور اجماع و قیاس کی روشنی میں آزادی سے گفتگو و بحث کا موقع دیا جاتا تھا۔ اور امام صاحب کے سامنے سب ہی اپنے اپنے دلائل بیان کرتے اور بحث میں بسا اوقات انکی آواز بھی بلند ہو جاتی تھی اور بحث کے دوران خود امام صاحب سے (جو سب کے مسلم شیخ واستاذ تھے) بھی بعض حضرات اختلاف کر بیٹھتے اور یہاں تک کہہ دیتے کہ آپ نے فلاں دلیل میں خطا کی ہے۔

بعض اجنبی لوگ امام صاحب سے کہہ دیتے کہ آپ اتنی بے باکی سے بات کرنے والوں کو کیوں نہیں روکتے؟ تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے خود ان کو آزادی دی ہے اور ان کو اس امر کا عادی بنا دیا ہے کہ کسی سے مرعوب نہ ہوں اور یہ لوگ ہر ایک کے حتیٰ کہ میرے دلائل پر بھی نکتہ چینی کریں تاکہ صحیح بات بالکل منقح ہو کر سامنے آجائے بہر حال اس طرح آپ جزئیات پیش فرماتے اور جواب حاصل کرتے اگر سب کا جواب ایک ہی ہوتا تو مسئلہ اسی وقت قلمبند کر لیا جاتا۔ ورنہ پھر بحث کا سلسلہ جاری رہتا اور جو بھی آخر میں فیصلہ ہوتا وہی بات قرار پاجاتی کبھی کبھی ایک مسئلہ میں مہینوں گزر جاتے جب کلام بہت طویل ہو جاتا تو آخر میں امام صاحبؒ بحیثیت صدر مجلس تقریر شروع فرماتے اور سب دم بخود ہمہ تن متوجہ ہو کر امام صاحبؒ کے فرمودات سنتے اور آپ ایسا محکم فیصلہ فرماتے کہ سب اسے تسلیم کر لیتے اور کبھی ایسا قول بھی ہوتا کہ بعض اراکین اپنی رائے پر قائم رہتے تو اس صورت میں سب کے اقوال قلمبند کر لئے جاتے تھے۔ تقریباً بائیس سال کی مدت میں امام صاحب نے قانون اسلامی کو مدوّن کر لیا۔ یہ کتابیں کتبِ ابی حنیفہؒ کے نام سے

مشہور ہوئیں۔ یہ مجموعہ ۸۳ ہزار دفعات پر مشتمل تھا۔ جس میں ۳۸ ہزار مسائل عبادات کے متعلق تھے۔ باقی ۴۵ ہزار مسائل کا تعلق معاملات اور عقوبات سے تھا۔

(از امام اعظم ابوحنیفہؒ ملخص حضرت مفتی عزیز الرحمٰن بجنوری دامت برکاتہم وانوار الباری شرح بخاری مصنفہ حضرت مولانا سید احمد رضا خان صاحب بجنوری دامت برکاتہم)

امام صاحبؒ کا یہ مدون شدہ قانون اس وقت کے تمام علماء اور والیانِ ریاست کے کام آیا عدالتوں میں سرکاری طور پر داخل کرلیا گیا اور اسی کے مطابق فیصلے ہونے لگے، یحییٰ بن آدمؒ فرماتے ہیں:

**"قضیٰ به الخلفاء والائمة والحکام واستقر علیه الامر".**

خلفاء، حکام، اور ائمہ، امام صاحبؒ کی مدون کردہ فقہ کے مطابق فیصلے کیا کرتے تھے، بالآخر اسی پر فیصلے ہونے لگے۔ (موفق ص ۱۴۱ ج: ۲)

**"وقال محمد بن اسحاق الندیم فی "الفهرست" والعلم براً وبحراً وشرقاً وغرباً، بُعداً وقرباً تدوینه رضی الله عنه".**

یعنی بر و بحر، شرق و غرب، دور اور نزدیک، ہر جگہ کا علم امام ابوحنیفہؒ کی تدوین کا ثمرہ ہے۔

(بحوالہ "فقه اهل العراق وحدیثهم للعلامة زاهد کوثری المتوفی ۱۳۷۱ھ ص ۵۷)

**"وقال بعض الائمة لم یظهر لاحد من ائمة الاسلام المشهورین مثل ما ظهر لابی حنیفةؒ من الاصحاب والتلامیذ ولم ینتفع العلماء وجمیع الناس مثل ما انتفعوا به وبا صحابه فی تفسیر الاحادیث المتشابهة والمسائل المستنبطة والنوازل والقضاء والاحکام"**

یعنی اسلام کے مشہور اماموں میں سے کسی امام کو اتنے زیادہ رفقاء و تلامذہ نصیب نہیں ہوئے جتنے امام ابوحنیفہؒ کو ہوئے، اور علماء اور تمام لوگوں نے مشکل احادیث کی تشریح اور مستنبط مسائل کی تخریج اور احکام کے سلسلہ میں جتنا ان سے اور ان کے تلامذہ سے فائدہ اٹھایا اتنا کسی اور سے منتفع نہیں ہوئے۔ (الخیرات الحسان بحوالہ فقہ اہل العراق وحدیثھم ص ۵۷)

## امت کا ایک بڑا طبقہ مذہب حنفی کا پیرو رہا ہے:

قدیم زمانے سے آج تک امت کا ایک بڑا طبقہ مذہب حنفی کا پیرو رہا ہے، چنانچہ محدث حافظ ابنِ اثیر جزری شافعیؒ جامع اصول کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

**"لو لم یکن للہ سر خفی لما کان شطر ھٰذہ الا مۃ من اقدم عھد الیٰ یو منا ھٰذا یعبدون اللہ سبحا نہ علیٰ مذھب الامام الجلیل (ای ابی حنیفۃؒ)".**

یعنی اس میں خدا کا کوئی مخفی راز ہے کہ اس امت کا نصف سے زیادہ حصہ قدیم زمانہ سے لیکر آج تک امام اعظمؒ کے طریقہ پر خدا کی عبادت کر رہا ہے (یعنی مسلک حنفی کا پیرو ہے)۔

(بحوالہ فقہ اہل العراق وحدیثھم ص؍۵۷)

محدث ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں:

**"وبا لجملۃ فاتباعہ اکثر من اتباع جمیع الائمۃ من علماء الامۃ کما ان اتباع النبی ﷺ اکثر من اتباع سائر الانبیاء وقد ورد انھم ثلثا اھل الجنۃ والحنفیۃ ایضاً تحبی ثلثی المؤمنین".**

یعنی حاصل کلام امام ابوحنیفہؒ کے متبعین دیگر ائمہ کے متبعین سے زیادہ ہیں جس طرح کہ حضور ﷺ اقدس اکے متبعین دیگر انبیاء کے متبعین سے بہت زیادہ ہیں، جیسا کہ حدیث میں ہے، اہل جنت کے دوثلث آپ اکی امت میں سے ہوں گے اسی طرح امت محمدی کے دوثلث حنفی ہیں۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح ص؍۲۷ ج:۱، تذکرۃ الامام الاعظم ابی حنیفہؒ مطبوعہ ملتان پاکستان)

امام ابوحنیفہؒ کو اور آپؒ کے متبعین کو مغفرت کی بشارت بھی دی گئی ہے، منا قب امام اعظم للعلامہ کردریؒ میں ہے:

**"واستدخلہ الکعبۃ فقام علیٰ رجلہ وقرء نصف السبع المثانی ثم قام علیٰ رجلہ الاخریٰ وختم النصف الثانی وقال یا رب ما عرفتک حق المعرفۃ وما عبدتک حق العبا دۃ فھب لی نقصان الخدمۃ بکمال المعرفۃ فنودی من زاویۃ البیت عرفت فاحسنت المعرفۃ وخدمت فاخلصت الخدمۃ غفرنا لک ولمن کان**

**علیٰ مذہبک الیٰ قیام الساعۃ"۔**

یعنی جب امام ابوحنیفہؒ حج کیلئے تشریف لے گئے تو کعبۃ اللہ میں داخل ہوئے اور ایک پیر پر کھڑے ہوکر نصف قرآن اور دوسرے پیر پر کھڑے ہوکر دوسرا نصف قرآن پڑھکر ختم کیا اور دعاء فرمائی، اے پروردگار! جیسا تجھے پہچاننے کا حق ہے میں نے تجھے نہیں پہچانا اور جیسا تیری عبادت کرنے کا حق ہے میں نے تیری عبادت نہیں کی، مجھے ناقص خدمت کے طفیل اپنی کامل معرفت عطاء فرما، کعبۃ اللہ کے ایک کونے سے آواز آئی تم کو بہت اچھی طرح معرفت حاصل ہے، اور تم نے خالص عبادت کی، ہم نے تمہاری اور اس شخص کی جو تمہارے مذہب پر چلے مغفرت کردی۔

(کردری ص/۵۵ ج:۱)

## ہندو پاک میں مذہب حنفی کا رائج ہونا:

حاصلِ کلام یہ کہ امت مرحومہ کا ایک بڑا طبقہ مذہبِ حنفی پر عمل پیرا ہے اور ہندو پاک میں بھی جب سے اسلام آیا ہے اور مسلمان غازیوں، مجاہدوں نے اس کو فتح کیا اس وقت سے ہندو پاک میں مذہب حنفی رائج ہے، امراء و حکام سے لیکر عوام الناس تک سب کے سب مقلد خصوصاً حنفی تھے۔ مولانا عبدالرشید نعمانی رحمہ اللہ (سابق استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ و جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی) اپنے ایک مضمون میں تحریر فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

"آپ کشور ہند کے تمام فاتحوں اور غازیوں کی تاریخ اور ان کے حالات پر نظر ڈالئے محمود غزنوی علیہ الرحمہ سے لیکر اورنگزیب عالمگیر بلکہ سید احمد شہید بریلوی علیہ الرحمہ تک کوئی غیر حنفی اور فاتح نہیں ملے گا، اس زمانہ میں عوام و خواص سب کے سب عقیدہ و عمل کے لحاظ سے حنفی مذہب کے پیرو تھے، چنانچہ کشمیر کے بارے میں محمد بن قاسم فرشتہ کے الفاظ ہیں:

"رعایائی آں ملک کلہم اجمعین حنفی مذہب اند

(یعنی اس ملک کے رعایا حنفی تھے)"۔ (تاریخ فرشتہ ص/۳۴۷ طبع نولکشور)

اور اس سے قبل تاریخ رشیدی کے حوالہ سے ناقل ہے:

"مرزا حیدر در کتاب رشیدی نوشتہ کہ مردم کشمیر تمام حنفی مذہب بودہ

اند"۔ (تاریخ رشیدی ص/۳۳۶)

(یعنی تاریخ رشیدی میں مرزا حیدر نے تحریر کیا ہے کہ کشمیر کے لوگ حنفی مذہب کے پیرو تھے)

اور حضرت مجدد الف ثانیؒ مغل امپائر کے فرماں رواکے بارے میں رقمطراز ہیں:

"سلطانِ وقت حنفی می گیرد واز اہل سنت میداند"

(یعنی بادشاہِ وقت خود اہل سنت والجماعت اور حنفی ہے)۔

اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ "تحصیل التعرف فی الفقه والتصوف" میں ارقام فرماتے ہیں:

"واهل الروم وما وراء الهند حنفيون".

اہلِ روم اور اہلِ ہند سب حنفی ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"روزے در حدیث لو کان الدین عند الثریا لنا له رجال اوٗرجل من هولآء یعنی اهل فارس وفی روایة لنا له رجال من هٰولآء بلاشک مذاکره می کردم فقیر گفت امام ابوحنیفهؒ دریں حکم داخل است که خدا تعالیٰ علم فقه را بردست وے شائع ساخت وجمع ازاهل اسلام راباآں فقه مهذب گردانید خصوصاً در عصر متأخر که ذی دولت همیں مذهب است وبس ،درجمیع بلدان وجمیع اقالیم بادشاهان حنفی اند وقضاۃ واکثر مدرساں واکثر عوام حنفی"

ایک روز ہم اس حدیث پر گفتگو کر رہے تھے کہ اگر دین ثریا پر بھی ہوتو اس کو ان سے یعنی اہل فارس میں سے کچھ لوگ یا ان میں سے ایک شخص ضرور حاصل کریگا اور ایک روایت میں بغیر شک کے ہولاء کا ہی لفظ مذکور ہے یعنی اہل فارس کے کچھ لوگ ضرور حاصل کریں گے، فقیر (حضرت شاہ صاحبؒ) نے کہا کہ امام ابوحنیفہؒ اس حکم میں داخل ہیں کہ حق تعالیٰ نے علمِ فقہ کی ان کے ہاتھ سے اشاعت فرمائی اور اہل اسلام کی ایک جماعت کو اس فقہ کے ذریعہ آراستہ فرمایا خصوصاً پچھلے دور میں کہ بس یہی مذہب ذی دولت ہے، تمام شہروں اور تمام ملکوں میں بادشاہ حنفی ہیں، قاضی اور اکثر مدرسین اور عوام حنفی ہیں۔

(کلمات طیبات مکتوب حضرت شاہ ولی اللہ مکتوب یازدہم طبع مطبع العلوم مرادآباد ۱۳۰۸ھ)

مزید آپ تفہیماتِ الٰہیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

**"وجمهور الملوك وعامة البلدان متمذهبين بمذهب ابى حنيفةؒ".**

عام سلاطین اور تمام ممالک کے (باشندے) امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کے پیرو کار ہیں۔

(تفہیماتِ الٰہیہ ص ۲۱۲ شائع کردہ مجلس علمی ڈابھیل ۱۳۵۵ھ)

ایک طرف ہندوستان میں فاتحین وغازیوں کی آمد ہوئی تو انہیں کے ساتھ ساتھ سرزمین ہند مشائخ سلوک وطریقت کے قدومِ میمنت سے مشرف ہوتی رہی، دورِ غزنوی میں ان بزرگوں کی آمد کا یہ اہتمام تھا کہ ادھر حسین زنجانیؒ کا جنازہ لاہور سے نکل رہا تھا اور ادھر حضرت علی ہجویریؒ صاحبِ کشف المحجوب کا داخلہ ہو رہا تھا، غوریوں کے عہد میں جب دہلی یہاں کے فرماں رواؤں کا دارالملک بنا تو پھر ان حضرات کی آمد میں اضافہ ہی ہوتا چلا گیا، مشائخ سہروردیہ، شیوخِ فردوسیہ، بزرگانِ قادریہ، حضراتِ چشت، اہلِ بہشت سب کی آمد کا تانتا بندھ گیا۔ ان حضرات کی آمد سے اخلاص کا نور چمکا اور کفرِ زار ہند میں اسلام کو وہ فروغ ہوا کہ ہندوستان کے وہ باشندے جو اپنے آپ کو پوتر سمجھتے تھے جن کے نزدیک دوسروں کے مذہب کو قبول کرنا تو بڑی بات ہے ان سے ہاتھ ملانے تک کو گوارانہ کرتے تھے، آہستہ آہستہ بطوع ورغبت داخلِ اسلام ہوتے چلے گئے اور آج ہندوستان و پاکستان و بنگلہ دیش میں جو بفضلہ تعالیٰ اہل اسلام کی تعداد پچیس کروڑ کے لگ بھگ ہے، وہ سب انہی بزرگوں کی مساعئ جمیلہ کا صدقہ اور انہی کی اخلاص کی برکت ہے، یہ سب کے سب مشائخ حنفی تھے اور ان کے مریدین بھی حنفی تھے جیسا کہ سطورِ بالا سے معلوم ہوا۔

یہ ہے اس ہندوستان میں شمعِ اسلام اور مذہب حنفی کے فروزاں ہونے کی مختصر داستان، پھر دو وقت اس سرزمین پر ایسے بھی آئے جن میں یہ ڈر تھا کہ اسلام کی یہ شمع فروزاں جس کو غازیوں نے اپنے خون سے اور اہل دل نے اپنی شعلہ نفسیوں سے سب تک روشن رکھا تھا، نصیب دشمناں کہ کہیں بجھ نہ جائے، ایک اکبری دورِ الحاد کہ جس کے اثرِ بد کو حضرت مجدد الفِ ثانیؒ اپنی تربیت باطنی سے اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنی علمی کاوشوں کے ذریعہ زائل کیا، جزاهم الله خير الجزاء عنا وعن سائر المسلمين، دوسرا انگریز کا عہد بالخصوص ۱۲۷۲ھ کا ہنگامہ کہ جس میں اس ملک کے اندر مسلمانوں کے اقتدار کا بالکل خاتمہ ہو گیا اور ہر طرف مسلمانوں کے خون سے ہولی

کھیلی جانے لگی۔

## ہندو پاک میں غیر مقلدیت، نیچریت، اور قادیانیت کا فتنہ:

طرح طرح کے فتنوں نے سر اٹھایا، لا مذہبیت (یعنی غیر مقلدیت) نیچریت اور قادیانیت نے جنم لیا، اہلِ بدعت نے زور باندھا اور ہر طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر مصیبت ٹوٹ پڑی، لیکن حق تعالیٰ کو ابھی اس ملک میں اسلام کو باقی رکھنا منظور تھا، دہلی کی عربک کالج سے دو طالبعلم نکلے جن کی علمی تربیت شیخ وقت حاجی امداد اللہ فاروقی مہاجر مکیؒ نے کی، میری مراد ان دو طالبعلموں سے حضرت محدث گنگوہی مولانا رشید احمدؒ، اور حضرت متکلمِ اسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے ہے۔ قدرت کو ان دونوں سے کام لینا تھا آگے چل کر ان کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ ایسی درسگاہ کی بنیاد رکھی جائے جو اس دورِ انحطاط میں مسلمانوں کے دینی علوم کی نشر و اشاعت اور انکی علمی و دینی تربیت کا مرکز ہو چنانچہ دیوبند جیسی گمنام بستی میں مسجد چھتہ میں انار کے درخت کے نیچے دارالعلوم کی بنیاد رکھی، اس درسگاہ سے حدیث، تفسیر، فقہ اور مذہب حنفی کی کیسی سرسبزی و شادابی ہوئی، وہ سب پر عیاں اور اظہر من الشّمس ہے اور اس علمی چمن سے ہزاروں کی تعداد میں علماء و مشائخ پیدا ہوئے وہ ایک ایسی حقیقت ہے، جسکا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

(از ماہنامہ الفرقان اکتوبر و نومبر ۱۹۸۰ء بتغیر)

الغرض تیرھویں صدی کے آخر میں مسلمانانِ ہند کی اپنی زندگی کی وحدت کو جو شدید خطرہ فتنۂ غیر مقلدیت (لا مذہبیت) کے طوفان کی وجہ سے پیش آ گیا تھا اور جس کی پیش رفت کو اس دور کے علماء حقہ نے اپنی جان توڑ کر مساعئ جمیلہ سے روک دیا، اس فتنہ (یعنی غیر مقلدیت) کا اثر گجرات کی سرزمین پر بھی پہنچا اور سورت کی ایک بستی ''سامرود'' میں ایک غیر مقلد بنام ''مولانا محمد سامرودی'' پیدا ہوئے اور غیر مقلدیت کی اشاعت اور اس کو فروغ دینا شروع کیا اور لوگوں میں فتنہ کھڑا کر کے ان کے اتحاد کو زد پہنچایا اور حنفی علماء اور عوام کو اپنی دل آویز باتوں سے ایذا رسانی شروع کی اور طرح طرح کے دعوے اور چیلنج کرنے لگے۔

## علامہ ابومحمد عبدالحق حقانی اور مولانا محمد سامرودی کا مناظرہ:

بالآخران کا علامہ ابومحمد عبدالحق حقانیؒ (صاحب تفسیر حقانی) کے ساتھ بمقام ڈابھیل (ضلع سورت گجرات) ۷ر جمادی الاول ۱۳۰۳ھ بروز جمعہ ایک مناظرہ ہوا اور دوسرا مناظرہ بمقام سورت ۸ر جمادی الاول ۱۳۰۳ھ جناب مولانا علی عیدروس قدس اللہ سرہ العزیز کے آستانہ مبارک پر صحنِ مسجد میں ہوا (یہ دونوں مناظرے جس کو جناب محمد ابراہیم پولس پٹیل (جنہوں نے ڈابھیل کے مناظرہ کا سرکاری طور پر بندوبست کیا تھا) نے طبع کرائے وہ ہمارے پاس محفوظ ہیں، مولانا محمد سورتی صاحب مناظرہ کا چیلنج کرتے تھے اور دعویٰ کرتے تھے ''کسی نے اپنی ماں کا دودوھ پیا ہے کہ مجھ سے بحث وگفتگو کرے کیا مجال جو میرے سامنے آجائے'' اور کبھی بابانگِ دہل یہ دعویٰ کرتے ''میرے مقابلہ میں ہرگز کوئی نہ آسکے گا۔ آوے اور جس علم میں چاہے بحث کرے'' گاؤں والے ان دعوؤں سے پریشان تھے مجبور ہوکر جب حنفیوں نے ان کے چیلنج کو قبول کیا اور ان کو مناظرہ کی دعوت دی تو لیت ولعل شروع کر دیا اور بہانہ بازی کرنا چاہی مگر وہ اپنی شاطرانہ چال میں کامیاب نہ ہوئے، اور بڑی مشکل سے مناظرہ کرنے پر آمادہ ہوئے، مناظرہ کی روئیداد کے متعلق اس مطبوعہ مناظرہ کے دیباچہ میں ہے:

''پولیس پٹیل ڈابھیل والے نے اپنی جماعت وسرکار سے بندوبست ضروری کر کے مولوی سامرودی صاحب سے کہلا بھیجا کہ تشریف لاؤ، آپ کا مقولہ کہ کوئی کیا مجال رکھتا ہے مجھ سے گفتگو کرنے کی، اس کا صدق وکذب معلوم ہو جائے، پس اگر صدق ہو تو ہم آپکا طریقہ اختیار کریں والا نہیں تو آپ تائب ہوکر دین حق پر آجاؤ اور حنفی مذہب اختیار کرو اور پورت مقلد بن جاؤ، تاکہ آپکی ہماری صلاح رہے اور فساد موقوف ہو جاوے، غرض تین دن تک نہیں آئے، لیت ولعل کرتے رہے، ان کے لڑکے کا مقدمہ تھا (جس کا وہ بہانہ کررہے تھے) وہ بھی موقوف رہا اور ان کا یہ عذر باقی نہ رہا، آخرالامر چند صاحب سامرود گئے اور بہت طرح سے قائل کئے، حضرت پہلے فرماتے تھے اور اب کیا کرتے ہو؟ آپ کا عذر ہم ہرگز قبول نہیں کریں گے، آپ نے دین میں فساد ڈال رکھا ہے اور اب وقت پر حیلے حوالے کرتے ہو کیا سچائی کی یہی علامت ہے؟ آخر مجبور ہوئے اور بجز تشریف آوری کے بن نہ پڑی، الحاصل جمعہ کے دن قصبہٗ ڈابھیل میں جناب عالی میاں جمال الدین

صاحب عثمانی دام اجلالہم کی مسجد شریف میں بحث شروع ہوئی نو بجے سے بارہ بجے تک گفتگو رہی وہاں پر دس پندرہ گاؤں کے لوگ شریک تھے، اور سورت، راندیر، بریاؤ، نوساری سے بھی چند صاحب تشریف لائے تھے، ان صاحبوں کے روبرو جو جو سولات وجوبات جانبین میں ہوئے وہ سب قلم بند کر لئے گئے، اور اس پر مولوی عبدالحق صاحب اور مولوی محمد سامرودی کی صحیح (یعنی دستخط) اور پٹیل مذکور وغیرہ چند معتمدین کی گواہی کرائی گئی تا کہ کوئی صاحب انکار نہ کریں اور مولوی عبدالحق صاحب اثناء مباحثہ میں محتسبانہ خندہ رو ہو کر فرماتے تھے مولانا ذرا سوچ بچار کر جواب دیجئے کہ یہ نوشتہ مشتہر ہو کر اہل علموں کے ملاحظہ میں گزرے گا اور بندہ تو فقط آپ لوگوں کا فساد دور کرنے آیا ہے......الیٰ قولہ......حاصل کلام آخر میں یہ ہوا کہ مولوی سامرودی صاحب ''دلیل کی تعریف کیا ہے'' اس بات کا جواب نہ دے سکے، دس پندرہ منٹ غور کرنے کے بعد فرمایا مولانا صاحب آج معاف رکھو اور ملتوی رکھو کتاب دیکھ کر بتاؤں گا، اور اس مباحثہ کو کل شہر سورت میں مقرر رکھو، پس جناب مولوی عبدالحق صاحب ان کے انتظار میں تین دن اپنا وقت ضائع کر چکے تھے، بعد میں نماز جمعہ چلنے کے ارادہ میں تھے مگر اس کے باوجود اخلاقِ کریمانہ سے قبول فرمائے، پس مجلس برخواست ہوئی اور جناب مولانا مخدومی مکرمی مولوی عبدالرشید صاحب موصوف الصدر نے خطبہ پڑھ کر نماز جمعہ پڑھائی، بعدہٗ ہفتہ کے روز بعد نماز ظہر جناب مولانا وسیدنا علی عیدروس صاحبؒ کے آستانۂ مبارک پر صحنِ مسجد میں گفتگو شروع ہوئی۔ اس مجلس میں تخمیناً چار پانچ ہزار آدمی تھے، چنانچہ منجملہ ان کے عالی معظم ومکرم مولائی وسیدی حضرت سید علوی صاحب دام ظلہم تشریف رکھتے تھے، اور جناب مولانا محمد صاحب ابن مولوی اسماعیل صاحب وجناب مولانا مولوی محمد کاظم صاحب ابن مولوی محمد اشرف صاحب وجناب مولانا سلیمان صوفی صاحب لاجپوری وغیرہ اکثر اہل علم وساداتِ کرام وشرفاءِ شہر سلمہم اللہ تعالیٰ تشریف رکھتے تھے اور جناب غلام نبی صاحب فوجدار سورت بھی واسطے انتظام وبندوبست مجلس کے تشریف لائے تھے غرض کہ ان سب صاحبان ذی شان خاص وعام نے سب گفتگو سنی اور سب اس کے شاہد وگواہ ہیں پس باوجود اس دعویٰ اور وعدۂ کتاب کے بھی دلیل کا جواب اور تعریف نہ کر سکے اور بجز ''ہیں ہیں، ہاں ہاں'' کچھ نہ بن پڑی، وہ دعویٰ خواب وخیال ہو گئے اور صدق وکذب ظاہر ہو گیا، آخر الامر جناب مولوی عبدالحق صاحب نے سب

صاحبان مجلس کے روبرو فرمایا کہ مولانا صاحب اگر آپ نہیں جانتے تو مقر کیوں نہیں ہوتے اور بے فائدہ باتیں کیوں کرتے ہو، خیر عاجز نے تم کو معاف کیا اب بندہ تقریر علمی اور دلائل عقلی ونقلی سے التزام وجوب مذہبِ واحد کا سب اہل مجلس کے روبرو آپ کو ثابت کردیتا ہے. لیکن انصاف کیجئے اور غور سے سنئے یہ کہہ کر جناب مولانا عبدالحق صاحب گھنٹے ڈیڑھ گھنٹے بحث علمی ودلائل نقلی وعقلی بیان فرماتے رہے. جمیع صاحبانِ مجلس سے نداء آفرین وصدائے آفرین آتی تھی. اور سب کی نگاہ وکان انہی کی طرف لگے تھے پس یہ سن کر غیر مقلدین نے خصوصاً اکثر گاؤں کے لوگوں نے لامذہبی سے توبہ کی اور تقلید کے قائل بدل وجان ہوئے، اور مذہب حنفی قبول کئے حق تعالیٰ قبول فرمائے اور باقی ماندوں کو بھی توبہ نصیب کرے مگر مولوی سامرودی صاحب نے آخر انصاف نہ کیا اور نہ سمجھے بلکہ غصہ میں آکر نامناسب باتیں کرنے لگے، اس پر بھی مولوی عبدالحق صاحب نے سکوت فرمایا الخ..........

مندرجہ بالا اقتباس سے واضح ہوگیا کہ مولوی محمد سامرودی صاحب مناظرہ میں بالکل لاجواب ہوگئے، گو انہوں نے اپنی شکست تسلیم نہیں کی لیکن اسی مناظرہ کا اثر سمجھئے کہ بعد میں غیر مقلدیت سے صمیم قلب سے توبہ کی، اور اس زمانہ کے مشہور ومعروف ولی کامل بلند پایہ بزرگ عارف باللہ، فنافی اللہ حضرت شیخ پیر موسیٰ جی ترکیسریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے بیعت ہوئے اور شیخ کی عقیدت دل میں اس طرح گھر کرگئی کہ اس کے بعد انہی کے ہوکر رہ گئے اور اپنے شیخ کی مدح میں ایک عربی قصیدہ لکھا وہ قصیدہ کراماتِ موسویہ (جس میں شیخ پیر موسیٰ جیؒ کی سوانح وکمالات وکرامات کا ذکر ہے، امام اہل سنت عبدالشکور صاحب لکھنویؒ کی تالیف ہے) میں شائع ہوگیا ہے اسی کرامات موسویہ کے دیباچہ میں ہے ''قصیدہ کے مصنف ممدوح پہلے غیر مقلد تھے اور عدمِ تقلید میں نہایت غالی ومتعصب تھے، حضرات صوفیہ سے ویسا ہی انکار شدید رکھتے تھے جیسا کہ اس فرقہ میں ہوتا ہے۔ اپنی جماعت کے امام ومقتدیٰ ومرجع تھے، مگر حضرت ولی پیر مرشد (پیر جی موسیٰ جیؒ) کے فضائل وکمالات کا غلغلہ (شور) جو ان کے کانوں میں پہنچا اور سعادتِ ازلی نے ان کی دستگیری کی، تو دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ بچشم خود جاکر دیکھیں کہ اس غلغلہ کی اصلیت کہاں تک ہے اور جس چیز کو وہ اب تک مستبعد ومستکرہ سمجھتے تھے اس کی حقیقت کیا

ہے چنانچہ حاضر ہوئے دیکھا تو اس غلغلہ سے کہیں زیادہ ان کی حالت پائی جیسا کہ اپنے قصیدہ میں انہوں نے لکھا ہے۔

وقَدْ كُنْتُ مِن بُعْدٍسَمِعْتُ صِفَاتِهِ فَوَجَدْتُهَا اَضْعَافَ وَصْفِ فَخَامِ

اور میں سنتا تھا دور سے ان کی صفات کو پھر میں نے ان صفات کو پایا دو چند سہ چند اوصافِ اکابر سے۔

وَرَأَيْته عَلَماً دَلِيْلاً حُجَّةً وَلِسَالِكِي المِنهَاجِ خَيْرَاِمَامِ

اور میں نے انہیں دیکھا اللہ کی نشانی اور راہنما اور حجت اور رہروانِ طریقت کے لئے بہترین پیشوا۔

خوارق عادت کا مشاہدہ کیا منجملہ اس کے یہ کہ حضرت ولی مُرشد نے ان کو کشف قبور کرایا وغیرہ ذالک۔ المختصر وہ انکار اور نفرت جو حضرات اولیاء اللہ کی طرف سے قلب میں مضمر تھی ارادت ومحبت میں متبدل ہوگئی اور بے اختیار دل اسی طرف کھینچنے لگا جس طرف کھچنا چاہئے، حضرت ولی مرشد کے حلقہ فیوض میں داخل ہوئے اور جو حق تعالیٰ نے چاہا پایا اسی حالت جوش وخروش میں یہ قصیدہ تالیف فرمایا اس انقلاب عظیم کی وجہ سے ان کی جماعت ان سے متنفر ہوگئی...... الخ

(کراماتِ موسویہ ص/۵-۶)

اس کے بعد مولانا محمد سورتی کی نسل میں ایک شخص مولوی عبدالجلیل سامرودی پیدا ہوئے جن کے متعلق مولانا محمد سورتی کے بھانجے جناب محمد سورتی کا مقولہ کراماتِ موسویہ میں منقول ہے اور ان کے (مولانا محمد سورتی صاحب کے) کے دو پوتے آجکل موجود ہیں جن میں ایک مولوی عبدالجلیل صاحب نوجوان عالم ہیں مگر فنون وعلوم سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے صرف کچھ دینیات عربی وغیرہ سے........ الخ (ص/۶)

## غیر مقلد مولوی عبدالجلیل سامرودی کا مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مناظرہ:

یہ مولوی عبدالجلیل غالی درجہ کے غیر مقلد تھے اور انہوں نے اپنی فتنہ انگیز طبیعت کی وجہ سے

حد سے زیادہ فتنہ پھیلایا اور لامذہبیت (یعنی غیر مقلدیت) کی اشاعت میں اور مذہب حنفی کو بدنام کرنے اور کتب فقہ سے عوام الناس کو بدظن کرنے کی جان توڑ کوشش کی ان کا بھی بمقام ڈابھیل متکلم اسلام مولانا شبیر احمد عثمانیؒ کے ساتھ مناظرہ ہوا جس کے دیکھنے والے آج بھی بکثرت بقید حیات ہیں خود احقر بھی اس مناظرہ میں شریک تھا، سامرودی صاحب بڑے دعوے کرتے تھے اور بڑے طمطراق کے ساتھ بیل گاڑی میں کتابیں بھر کر ڈابھیل پہنچے مگر اس مناظرہ میں مجمع عام میں ایک لفظ بھی نہ کہہ سکے اور بالکل لاجواب ہو کر وہاں سے نکلے۔ مگر اس کے بعد بھی اپنی نازیبا حرکات سے باز نہ آئے اور ایک پمفلٹ شائع کیا گیا جو ان کی طرف منسوب تھا اور آخر میں ان کا نام درج تھا لوگوں کو کتب فقہ سے بدظن کرنے اور ان کتابوں کو فحش لٹریچر ثابت کرنے کی غرض سے غسل اور روزے وغیرہ مسائل کے متعلق چند عربی عبارتوں کا مثلاً:

**(ولو وطی میتة اؤ بهیمة وهو التفخیذ او قبل او لمس ان انزل قضیٰ والا فلا**

(شرح الوقایہ ص/۳۱۲ ج:۱، مالم یبطل بہ الصوم)

**او انزل بنظر او فکراو ادام النظر والفکر،**

(نور الایضاح ص/۱۶۸، باب ملیفسد الصوم)

**اذا ادخل ذکره فی بهیمة او میتة من غیر انزال او مسّ فرج بهیمة او قبلها فانزل او اقطر فی احلیله ماء او دهنا وان وصل الیٰ المثانة علیٰ المذهب، واما فی قبلها فمفسد اجماعاً لانه کالحقنة،**

(درمختار مع الشامی ص/۱۳۷۔ او۔ ۱۳۸ ج:۲)

**وانزال المنی بوطی میتة او بهیمة ووجود ماء رقیق بعد النوم اذا لم یکن ذکره منتشراً قبل النوم،**

(نور الایضاح ص/۲۶ فصل فیما یوجب الغسل)

نہایت گندے اور بازاری الفاظ میں ترجمہ کیا گیا اور بزعمِ خود یہ باور کرایا گیا تھا کہ یہ کتابیں مذہب حق کی نہیں ہوسکتیں کہ اس میں ایسی گندی اور فحش باتیں درج ہیں، حکومت نے فحش الفاظ

اورگندے مضامین شائع کرنے کی بناء پر دفعہ/۲۹۲ کے بموجب جس کے نام سے یہ طبع ہوا تھا اس کواور جس پریس میں چھپا تھا اس کے مالک کو گرفتار کرلیا اور اس پر سرکاری مقدمہ دائر کیا۔

## غیر مقلد مولوی عبدالجلیل سامرودی کے پمفلٹ کے جواب میں عدالت کے اندر جماعت غیر مقلد کی موجودگی میں احقر کا بیان:

اس سلسلہ میں ایل، آئی، بی شعبہ کے سب انسپکٹر جناب جی ایم گربانی نے احقر کا تعاون کرنا چاہا، احقر نے اللہ پر اعتماد کرتے ہوئے قبول کیا اور پمفلٹ میں جن عبارتوں کا ترجمہ پیش کیا گیا تھا ان کی حقیقت کو ثابت کیا کہ بے شک یہ الفاظ ہماری کتب فقہ میں درج ہیں مگر ان کا جو ترجمہ کیا گیا یہ صحیح نہیں ہے ان کا دوسرا صحیح ترجمہ ہوسکتا ہے اور احقر نے اس کو ایک مثال سے واضح کیا کہ کوئی اپنی ماں کو ''ماں'' کہنے کے بجائے ''باپ کی جورو'' کہے تو یہ حقیقت کے اعتبار سے غلط نہیں مگر یہ کہنا بے ادبی سمجھا تا ہے اور ہر ایک اس کو برا کہتا ہے یہی حال ان عبارتوں کا ہے ان کا صحیح اور مہذب ترجمہ ہوسکتا ہے مگر چونکہ پمفلٹ لکھنے والے کا مقصد ہی مذہب حنفی کی تخفیف ہے اور لوگوں کو کتب فقہ سے بدظن کرنا ہے اس لئے انہوں نے ان عبارتوں کا ایسا فحش اور گندے الفاظ میں ترجمہ کیا ہے۔

احقر نے تمام مسائل کا جواب تحریراً بھی دیا جو مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا اور کورٹ میں حاضر ہوکر (جہاں ہزاروں کی تعداد میں لوگ موجود تھے، غیر مقلدین بھی بڑی تعداد میں تھے) تقریراً بھی بیان دیا جو تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک جاری رہا جس میں بنیادی طور پر یہ ثابت کیا کہ فقہاء نے یہ مسائل کیوں بیان کئے ہیں اور اس قسم کے الفاظ استعمال کرنے پر کیوں مجبور ہوئے، جس کی کچھ تفصیل فتاوٰی رحیمیہ اردو جلد دوم ص/۲۰ تا ص/۲۹ پر درج ہے الحمد للہ مجسٹریٹ کو اطمینان ہوا (حالانکہ ابھی صرف ایک مسئلہ پر کلام کیا تھا) اور ان عبارتوں کی حقیقت اور ضرورت اس پر واضح ہوگئی، اس کے بعد سامرودی صاحب سے کچھ نہ بن پڑا تو اس کے وکیل نے مشورہ دیا کہ اب چھٹکارے کی صرف ایک صورت ہے کہ تم یہ بیان دیدو کہ یہ پمفلٹ نہ میں نے لکھا ہے (اگر لکھا نہیں تھا تو شروع ہی سے انکار کردینا تھا) نہ اس کو چھپوایا ہے نہ تقسیم کیا ہے، چنانچہ وکیل کے

مشورے پر یہ بیان دیدیا کہ میں نے نہ لکھا ہے نہ چھپوایا ہے نہ تقسیم کیا ہے، اسی طرح پریس کے مالک نے بیان دیا کہ میرے پریس میں نہیں چھپا ہے، ان کے اس بیان پر سیکنڈ کورٹ کے فرسٹ کلاس مجسٹریٹ جناب سی ڈی گوشاڑیا نے یہ فیصلہ کیا کہ اس پمفلٹ کا لکھنے والا ''سامرودی'' ہے اور یہ پمفلٹ ''اناویل بندھو پرنٹنگ پریس'' میں چھپا ہے، یہ صحیح طور پر ثابت نہیں ہوسکا، سامرودی صاحب کو اور پریس کے مالک کو بری الذمہ قرار دیکر رہا کردیا گیا، اور اس پمفلٹ کو غیر قانونی ہونے کی وجہ سے ضبط کرلیا گیا اس مقدمہ کی تفصیل ماہنامہ پیغام کاوِی ضلع بھروچ ۱۹۵۸ء کے فائلوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔

سامرودی صاحب کا انتقال ہوچکا ہے اب ان کے جانشین یہ فریضہ انجام دے رہے ہیں، آئے دن کچھ نہ کچھ مذہب حنفی کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہتے ہیں، جمبوسر ضلع بھروچ گجرات سے ''ندائے حق'' نام کا ایک ماہنامہ رسالہ جاری کر رکھا ہے، شاید ہی اس کا کوئی شمارہ اس قسم کی نازیبا حرکتوں سے خالی ہوتا ہو، تقریباً ہر شمارے میں تقلید کی مذمت اور احناف کے خلاف طعن وتشنیع ضرور ہوتی ہے اور سال بہ سال بیس رکعت تراویح کے متعلق لمبا چوڑا پمفلٹ (جس کا مفصل جواب دیدیا گیا ہے اور چھپ بھی گیا ہے) شائع کرتے رہتے ہیں اور عوام کو مذہب حنفی سے بدظن کرنے کی انتھک کوشش کرتے رہتے ہیں ان کی اس فتنہ انگیزی کی وجہ سے بعض لوگ ان کے ہم خیال ہوگئے، چنانچہ سائل بھی (غالباً) انہی کا ہم خیال ہوچکا ہے، اس بناء پر ان کے سوال کا یہ طویل جواب لکھا گیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے احباب واقرباء کو اور امت محمدیہ (ﷺ) کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور حق کی ہدایت نصیب کرے اور فتنوں سے محفوظ رکھ کر حسنِ خاتمہ کی دولت عطاء فرماوے۔

**آمین بحرمة سيد المرسلين صلى الله عليه وآله وصحبه اجمعين .**

فقط واللہ اعلم بالصواب ۲۸؍ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ

تتمۂ جواب اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں۔

# تتمہ جواب

مستفتی نے سوال میں تحریر کیا ہے:

''نماز میں رفع یدین کرنا نبی ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کی سنت سے ثابت ہے اور یہ مسئلہ حنفی مذہب کی کتاب ہدایہ جلد اول صفحہ نمبر ۳۷۹ میں موجود ہے۔''

مستفتی نے یہ دو حوالے پیش کر کے یہ باور کرانے کی ناکام کوشش کی ہے کہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ہدایہ میں رفع یدین اور آمین بالجہر کو سنت لکھا ہے حالانکہ سوال میں جن صفحات کا حوالہ دیا گیا ہے اس صفحہ پر یا اس کے آگے پیچھے کہیں اس کا بیان بھی نہیں ہے۔ لہذا اس بات کو صاحب ہدایہ کی طرف منسوب کرنا قطعاً غلط افتراء جھوٹ ہے اور عوام الناس کو دھوکہ دینا ہے۔ رفع یدین کے متعلق صاحب ہدایہ کی عبارت ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:

**"ولا یرفع یَدَیه الاّ فی التکبیر الاولیٰ خلافاً للشافعیؒ فی الرکوع وفی الرفع منه لقوله علیه السلام لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن تکبیرة الافتتاح وتکبیرة القنوت وتکبیرات العیدین وذکر الاربع فی الحج والذی یُرویٰ من الرفع محمولٌ علی الابتداء کذانقل عن ابن الزبیرؓ."**

(ہدایہ اوّلین صفحہ نمبر ۹۲۔۹۳، ج ۱/، باب صفة الصلوٰة)

ترجمہ و مطلب: اپنے دونوں ہاتھوں کو تکبیر افتتاح (یعنی تکبیر تحریمہ) کے علاوہ کسی اور موقع پر نہ اٹھائے، امام شافعیؒ کے خلاف۔ امام شافعیؒ کے نزدیک رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے اٹھتے ہوئے بھی رفع یدین کرے۔ ہماری دلیل یہ حدیث ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا لا تُرفع الایدی...... سات مقامات کے علاوہ کسی اور جگہ رفع یدین نہ کیا جائے (۱) تکبیر افتتاح کے وقت۔ (۲) دعاء قنوت پڑھنے کیلئے تکبیر کہنے کے وقت۔ (۳) عیدین کی (زائد) تکبیرات کہنے کے وقت۔ اور بقیہ چار مقام حج میں ہیں۔ اور رفع یدین سے متعلق جو مروی ہے وہ ابتدائے اسلام پر محمول ہے۔ (یعنی ابتدائے اسلام میں یہ طریقہ تھا پھر یہ متروک ہو گیا) حضرت ابن زبیر رضی اللہ

عنہما سے یہی منقول ہے۔حاشیہ میں ہے:

**"فانّ عبد الله بن الزبير رأى رجلاً يصلّي في المسجد الحرام فكان يرفع يديه عند الركوع وعند رفع الرأس منه فلما فرغ من صلاته قال لاتفعل فانّ هٰذا شئ فعله النبيّ ﷺ ثمّ ترك".**

یعنی عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے مسجد حرام میں ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا کہ وہ رکوع کرتے اور رکوع سے سر اٹھاتے ہوئے رفع یدین کرتا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوگیا تو آپ نے اس سے فرمایا لاتفعل تم رفع یدین مت کرو۔ نبی اکرم ﷺ نے پہلے رفع یدین کیا پھر ترک کردیا۔ (حاشیہ ۲ ہدایہ اوّلین صفحہ نمبر ۹۳)

ھکذا آمین الجھر سے متعلق ہدایہ کی عبارت ملاحظہ فرمائیں:

**"واذا قال الامام ولاالضآلين قال آمين ويقولها الموتم... الى قوله ويخفونها لماروينا من حديث ابن مسعود ولانه دعاء فيكون مبناه على الاخفاء".**

(ہدایہ اوّلین صفحہ نمبر ۸۷ باب الصلوۃ)

یعنی: جب امام ولا الضالین کہے تو وہ آمین کہے اور مقتدی بھی آمین کہیں اور تمام حضرات آمین آہستہ سے کہیں جیسا کہ ابن مسعودؓ کی حدیث سے ثابت ہے (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث صاحب ہدایہ نے اسی صفحہ پر اوپر نقل فرمائی ہے)

**لقول ابن مسعود اربع يخفيهنّ الامام وذكر من جملتها التعوذ والتسمية وآمين.**

(یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام مخفی آواز سے کہے اور ان چار میں تعوذ، تسمیہ اور آمین کا ذکر فرمایا۔)

ولانہ دعاءاور دلیل عقلی یہ ہے کہ آمین دعاء ہے اور دعاء کا مبنیٰ اخفاء ہے (کہ دعا آہستہ آواز میں مانگی چاہیے) (ہدایہ اوّلین صفحہ نمبر ۸۷ باب صفۃ الصلوٰۃ)

ناظرین رفع یدین اور آمین بالجہر کے متعلق صاحب ہدایہ کی عبارت اور ان کا فیصلہ ملاحظہ

فرمائیں۔ سوال میں جوابات ان کی طرف منسوب کی گئی ہے ہدایہ میں اس چیز کا نام ونشان بھی نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ثابت ہوتا ہے۔ لہٰذا یہی کہا جائے گا کہ یہ صاحب ہدایہ پر بہتان ہے۔ (سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ)

اب ہم مختصراً ہر دو مسائل کی مزید تحقیق پیش کرتے ہیں:

## رفع یدین:

سکون وخشوع نماز کی روح ہے چنانچہ رسول مقبول ﷺ کا ارشاد ہے:

اسکنوا فی الصلوٰۃ نماز میں سکون اختیار کرو۔ (مسلم شریف صفحہ نمبر ۱۸۱ ج ۱)

لہٰذا جس قدر نماز کے اندر سکون کا لحاظ ہوگا اسی قدر نماز مقبول ہوگی۔ ابتدائے اسلام میں بعض ایسے امور جو سکون کے خلاف تھے وہ نماز میں مشروع تھے مثلاً۔ نماز میں ہاتھ اٹھا کر سلام کرنا۔ سلام کا جواب دینا۔ نماز میں بات چیت کرلینا۔ نماز میں گردن پھرا کر اِدھر اُدھر دیکھ لینا۔ بعد میں یہ امور بتدریج منسوخ ہوگئے یہی حال رفع یدین کا ہے رسول مقبول ﷺ سے تکبیر تحریمہ کے علاوہ رکوع میں جاتے ہوئے، رکوع سے اٹھتے ہوئے، سجدہ کرتے وقت، سجدہ سے اٹھتے وقت اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت بھی رفع یدین کرنا ثابت ہے، چنانچہ نسائی شریف میں حدیث ہے:

**"عن مالک بن الحویرث ان نبی اللّٰہ ﷺ کان اذادخل فی الصلوٰۃیعنی رفع یدیه واذارکع فعل مثل ذٰلک واذارفع رأسه من الرکوع فعل مثل ذٰلک واذارفع رأسه من السجود فعل مثل ذٰلک کله یعنی رفع یدیه".**

(نسائی شریف ص ۱۱۴)

طحاوی شریف میں ہے:

**"حدثنا ابن ابی داؤد......عن الاعرج عن ابی هریرة انَّ رسول اللّٰه ﷺ کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوة وحین یرکع وحین یسجد".**

(طحاوی شریف ص ۱۰۹ ج ۱)

نیز ایک حدیث میں ہے:

"قال ابو حمید انا اعلمکم بصلوٰة النبی ﷺ ......فاذا قام من الرکعتین کبّر ورفع یدیه حتی یحاذی بهما منکبیه الخ".

(طحاوی شریف ص ۱۰۹)

مگر رفتہ رفتہ قبل و بعد سجدہ اور تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہونے کے وقت رفع یدین متروک ہوگیا۔ جس کو مخالفین بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح رکوع میں جاتے وقت اور اٹھتے وقت رفع یدین متروک ہوگیا (یعنی اس پر عمل نہ رہا) صرف تکبیر تحریمہ کے وقت باقی رہا۔

رفع یدین کے متعلق احناف کا جو مسلک ہے وہ احادیث کے خلاف نہیں۔ مذہب حنفی کے موافق بہت سی احادیث ہیں۔

ترمذی شریف میں ہے:

"حدثنا هناد..... عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود اَلا اُصَلّی بکم صلاة رسول الله ﷺ فصلّٰی فلم یرفع یدیه الا فی اول مرّة. وفی الباب عن البراء بن عازب. قال ابو عیسیٰ حدیث ابن مسعود حدیث حسنٌ وبه یقول غیر واحد من اهل العلم من اصحاب النبی ﷺ والتابعین وهوقول سفیان واهل الکوفه".

ترجمہ: علقمہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تم کو رسول اللہ ﷺ کی نماز نہ پڑھاؤں؟ چنانچہ آپ نے نماز پڑھائی اور صرف اوّل بار یعنی تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کیا۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور یہ فرمایا ہے اس مضمون کی حدیث حضرت براء رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اور اسی کے قائل ہیں بہت سے اہل علم اصحاب نبی ﷺ اور تابعین میں سے۔ اور یہی قول سفیان ثوری اور اہل کوفہ کا ہے۔

(ترمذی شریف ص ۳۵ ج ۱) (باب رفع الیدین عند الرکوع)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی حدیث ابوداؤد نے روایت کی ہے۔

حدثنا محمد بن الصباح ..... عن البراء (بن عازب) انّ رسول الله ﷺ کان اذا

**افتتح الصلوٰۃ رفع یدیه الیٰ قریب من اذنیه ثم لا یعود.**

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ جب نماز شروع فرماتے تو کانوں کے قریب تک دونوں ہاتھ اٹھاتے (رفع یدین کرتے) اور پھر نہ کرتے۔

(ابوداؤد شریف ص۱۱۶ ج ا مجتبائی، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ آنحضور ﷺ کے رازدار، خلوت وجلوت کے ساتھی اور نماز میں بھی حضور ﷺ کے قریب رہتے تھے۔ حضور ﷺ کے افعال کی جس قدر آپ کو اطلاع ہوسکتی تھی وہ ظاہر ہے خصوصاً نماز کے افعال اور نماز کا طریقہ کہ آپ ﷺ کے پیچھے ہی کھڑے رہتے تھے اس لئے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث اس بارے میں بہت قوی حجت ہونی چاہئے۔

امام طحاویؒ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عمل نقل فرمایا ہے:

**فانّ ابا بکرۃ قدحدثنا ابو احمد......عن ابیه انّ علیاً رضی اللہ عنه کان یرفع فی اول تکبیرۃ من الصلوٰۃ ثم لا یرفع بعد.**

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے تھے۔ پھر نہیں اٹھاتے تھے۔

(طحاوی شریف ص۱۱۰)

موطا امام محمدؒ میں ہے:

**قال محمد اخبر ابو بکر بن عبد اللہ النهشلی عن عاصم بن کُلَیبْ الجرمی عن ابیه و کان من اصحاب علیؓ انّ علی بن ابی طالب کرم اللہ وجهه کان یرفع یدیه فی التکبیرۃ الاولیٰ التی یفتتح بها الصلوٰۃ ثم لا یرفعهما فی شیٔ من الصلوٰۃ.**

(موطا امام محمد ص۷۳،۷۴)

طحاوی شریف اور موطا امام محمدؒ کی روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رفع یدین کی حدیث منقول ہے۔ یہ اسی وقت ہوسکتا ہے کہ حضرت علیؓ کے نزدیک رفع یدین کا منسوخ ہونا ثابت ہوگیا

ہو۔ ورنہ حضرت علیؓ اپنی روایت کے خالف عمل نہ کرتے۔

چنانچہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

**فانّ علیّاً لم یکن لیری النبی ﷺ یرفع ثم یترک ھوالرفع بعدہ الّا وقد ثبت عندہ نسخ الرفع فحدیث علیؓ اذا صَحَّ ففیہ اکثر الحجۃ بقول من لا یری الرفع.**

(طحاوی شریف ص۱۱۰)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ترک رفع مروی ہے۔ طحاوی شریف میں ہے:

**وقد رُوِی مثل ذٰلک ایضاً عن عمربن الخطاب رضی اللہ عنہ کما حدثنا ابن ابی داؤد قال ثنا الحمانی قال حدثنا یحیی بن آدم......عن الاسود قال رأیت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ یرفع یدیہ فی اول تکبیرۃ ثم لا یعود.**

یعنی:........اسود فرماتے ہیں: میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا۔ پھر اس کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔ امام طحاویؒ فرماتے ہیں: وھو حدیث صحیح. یہ حدیث صحیح ہے۔ (طحاوی شریف ص۱۱۱)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے رفع یدین کی روایت منقول ہے مگر آپ کا عمل یہ تھا کہ صرف تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ابن عمرؓ کو اس کا نسخ معلوم ہوا ہوگا جب ہی تو آپ نے اپنی روایت کے خلاف عمل کیا۔

امام طحاویؒ نقل فرماتے ہیں:

**قال ثنا ابو بکر بن عیاش عن حصین عن مجاھد قال صلیتُ خلف ابن عمرؓ فلم یکن یرفع یدیہ الاّ فی التکبیرۃ الاولیٰ من الصلوٰۃ.**

یعنی مجاھد فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ صرف تکبیر اولیٰ کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے۔

اس کے بعد امام طحاویؒ فرماتے ہیں:

**فھٰذا ابن عمرؓ قد رأی النبی ﷺ یرفع ثم قد ترک ھو الرفع بعد النبی ﷺ فلا یکون**

الا وقد ثبت عندہ نسخ ما قد رأی النبی ﷺ فعلہ وقامت الحجة علیہ بذلک.

(طحاوی شریف ص ۱۱۰)

زجاجۃ المصابیح میں ہے:

عن عبد العزیز بن حکیم. قال رأیت ابن عمرؓ یرفع یدیہ حذاء اذنیہ فی اول تکبیرة افتتاح الصلوٰة ولم یرفعھما فیما سوی ذلک. (رواہ محمد)

یعنی: عبدالعزیز بن حکیم فرماتے ہیں کہ میں نے ابن عمرؓ کو تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں کانوں کے مقابل ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا اور اس کے علاوہ کسی اور موقع پر ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔

(زجاجۃ المصابیح ص ۲۲۸ ج ۱، مؤطا امام محمدؒ ص ۷۳ باب افتتاح الصلوٰۃ)

## رفع یدین سے متعلق امام ابوحنیفہؒ اور امام اوزاعیؒ کا مناظرہ:

زجاجۃ المصابیح میں ہے:

وفی مسند امامنا ابی حنیفة عن سفیان بن عیینة قال اجتمع ابو حنیفة والاوزاعی فی دار الحناطین بمکة فقال الاوزاعی لابی حنیفة ما بالکم لا ترفعون ایدیکم فی الصلوٰة عند الرکوع وعند الرفع منہ فقال ابو حنیفة لِاَجْلِ انہ لم یصح عن رسول اللہ ﷺ فیہ شیء. قال کیف لا یصح وقد حدثنی الزھری عن سالم عن ابیہ عن رسول اللہ ﷺ انہ کان یرفع یدیہ اذا افتتح الصلوٰة وعند الرکوع وعند الرفع منہ. فقال لہ ابو حنیفة وحدثنا حماد عن ابراھیم عن علقمہ والاسود عن ابن مسعود انّ رسول اللہ ﷺ کان لا یرفع یدیہ الا عند افتتاح الصلوٰة ولا یعود لشیء من ذلک. فقال الاوزاعی احدّثک عن الزھری عن سالم عن ابیہ وتقول حدثنی حماد عن ابراھیم. فقال لہ ابو حنیفة کان حماد اَفْقَہَ من الزھری. وکان ابراھیم اَفْقَہَ من سالم. وعلقمة لیس بدون ابن عمرؓ فی الفقہِ وان کانت لابن عمرؓ صحبة ولہ فضل صحبة فالاسود لہ فضل کثیر وعبد اللہ

**هو عبد الله فسكت الاوزاعی.**

ترجمہ: مسند امام ابوحنیفہؒ میں سفیان بن عیینہ سے منقول ہے کہ مکّہ معظّمہ میں بمقام دارالحناطین امام ابوحنیفہؒ کی امام اوزاعیؒ سے ملاقات ہوئی تو امام اوزاعیؒ نے امام صاحب سے دریافت کیا کہ آپ لوگ رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔ اس وجہ سے کہ اس سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ سے کوئی صحیح حدیث (قابل حجت) ثابت نہیں۔ اس پر امام اوزاعیؒ نے فرمایا کیوں ثابت نہیں؟ مجھے زھری نے۔ اُن سے سالم نے۔ اُن سے اُن کے والد ابن عمر رضی اللہ عنھما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ آغازِ نماز میں رفع یدین کرتے تھے اور قبل الرکوع اور بعد الرکوع بھی (رفع یدین کرتے تھے)۔ امام ابوحنیفہ نے اس کا جواب دیا مجھے حماد نے۔ اُن سے ابراہیم نخعی نے۔ اُن سے اسود و علقمہ نے۔ اُن سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ صرف نماز کی ابتداء میں رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔ امام اوزاعی نے فرمایا میں عن زهری عن سالم عن ابن عمر رضی الله عنهما روایت کررہا ہوں اور آپ اس کے مقابلے میں عن حماد عن ابرهيم عن علقمه عن ابن مسعود روایت پیش کرتے ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا: حماد زہری سے اور ابراہیم سالم سے زائد ہیں (فقہ میں)۔ گو ابن عمر رضی اللہ عنہما کو صحابی ہونے کی فضیلت حاصل ہے تاہم تفقہ میں علقمہ ان سے کم نہیں اور عبداللہ (ابن مسعودؓ) تو عبداللہ ہی ہیں۔ یہ سُنکر امام اوزاعی خاموش ہو گئے۔

(زجاجۃ المصابیح ص۲۲۹ ج۱)

## رفع یدین نہ کرنے کے متعلق غیر مقلّدین کے پیشوا

### مولانا ثناء اللہ امرتسری کا بیان:

جیسا کہ ہمارا مذہب ہے رفع یدین ایک مستحب امر ہے۔ جس کے کرنے ہر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے سے نماز میں کوئی خلل نہیں آتا۔

(اہل حدیث کا مذہب ص۷۹ از مولانا ثناء امرتسری)

؎ بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا  جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

مذکورہ بیان سے واضح ہوا کہ بقول مولانا ثناءاللہ صاحب رفع یدین ایک مستحب امر ہے۔نہ کرنے پر نماز کی صحت میں کوئی خلل نہیں آتا۔لہٰذا غیر مقلدین کا اس کو معرکۃ الآراء مسئلہ بنا لینا اور احناف کے خلاف طعن و تشنیع کرنا کہ یہ لوگ احادیث کے خلاف کرتے ہیں (حالانکہ احناف کا عمل احادیث کے موافق ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا) یہ طعن بے اصل معاندانہ ہے اور خواہ مخواہ عوام الناس کو ورغلانا ہے۔

## آمین بالجہر:

ابتداء اسلام میں آنحضور ﷺ تعلیم صرف قولاً ہی نہیں عملاً بھی دیا کرتے تھے۔اس کی کئی نظریں ہیں۔مثلاً: نماز جنازہ میں جو دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔ظاہر ہے کہ اس کا خفیہ پڑھنا ہی مشروع ہے تاہم یہ بھی ثابت ہے کہ آنحضور ﷺ کبھی تعلیم کی غرض سے جہراً بھی پڑھا کرتے تھے۔

چنانچہ مسلم شریف میں ہے:

**حدثنی هارون بن سعید......یقول سمعت عوف بن مالکٍ یقول صلّٰی رسول الله ﷺ علیٰ جنازةٍ فحفظتُ من دعائه وهویقول اللّٰهمّ اغفرله وارحمه وعافِه واعف عنه.......الخ.**

یعنی عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک جنازے کی نماز پڑھائی اور آپ نے نماز میں جو دعا پڑھی وہ میں نے یاد کرلی۔دُعا یہ ہے:

**اَللّٰهُم اغْفِرْلَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَوَسِّعْ مَدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَانَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْاَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلاً خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ.**

(مسلم شریف ص ۳۱۱ ج ۱)

اسی طرح ظہر اور عصر میں قراءت سرّاً پڑھی جاتی ہے مگر گاہے آنحضرت ﷺ ایک آدھ آیت

جہراً بھی پڑھ دیا کرتے تھے تاکہ مقتدیوں کو معلوم ہو جائے آپ نے کونسی سورت پڑھی۔

(مشکوۃ شریف ص۷۹)

الغرض اس کی بہت سی نظریں مل سکتی ہیں۔اسی طرح آغاز اسلام میں حضور اکرم ﷺ بغرض تعلیم آمین جہراً کہتے تھے۔معارف السنن میں ہے:

**قال الشیخ رحمه الله: وقد یجاب عن الجهر بأنه کان للتعلیم...... الی قوله..... قال الشیخ: ویؤیده ما اخرجه الحافظ ابو بشر الدولابی فی کتاب "الاسماء والکنی" (۱۔۱۹۷) من حدیث وائل فیه: وقرأ "غیر المغضوب علیهم ولاالضآلین. فقال آمین یمدّ بها صوته ما اراه الّا لیعلمنا" فهٰذا القول منه صریحٌ فی انه اراد ان یعلمهم سنة التأمین.**

یعنی: شیخ انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔جہراً آمین کہنے کے متعلق ایک جواب یہ ہے کہ یہ بغرض تعلیم تھا اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس کو ابو بشر دولابی نے "کتاب الاسماء والکنیٰ" میں ..ص ۱۹۷ ج ۱۔ پر حضرت وائل سے روایت کی ہے۔اس روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے "غیر المغضوب علیهم ولاالضآلین" پڑھ کر آمین کہی اور آواز کو بلند کیا۔میرا گمان یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ہم کو تعلیم دینے کی غرض سے بلند آواز میں سے آمین کہی۔

(معارف السنن شرح ترمذی ص ۴۰۶ ج ۲ از محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ)

معلوم ہوا کہ آمین جہراً کہنا امت کی تعلیم کے لئے تھا اور جب امت کو تعلیم ہوگئی تو حضور ﷺ نے سرًّا کہنا شروع کر دیا چنانچہ شعبہ کی روایت ہے۔جسے ترمذی وغیرہ نے روایت کی ہے:

**روی شعبة هٰذا الحدیث عن سلمة بن کهیل عن حجر ابی العنبس عن علقمة بن وائل عن ابیه انّ النبی ﷺ قرء غیر المغضوب علیهم ولا الضآلین فقال آمین وخفض بها صوته.**

ترجمہ: شعبہ نے اس حدیث کو روایت کی ہے.....علقمہ اپنے والد حضرت وائل سے روایت

کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے غیر المغضوب علیھم و لا الضآلین پڑھ کر پست آواز سے آمین کہی۔ (ترمذی شریف ص۳۴ ج ا باب ماجاء فی التامین)

زجاجۃ المصابیح میں ہے:

**عن علقمه بن وائل عن ابيه انه صلّٰى مع النبى ﷺ فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضآلين قال آمين وخفض بها صوته. رواه الحاكم وقال صحيح الاسناد ولم يخرجاه.**

حاکم نے علقمہ والی یہ روایت نقل فرمائی ہے اور خفض بها صوته نقل فرمایا اور حاکم نے اس حدیث کی نسبت فرمایا: "صحيح الاسناد ولم يخرجاه" یعنی اس کی سند صحیح ہے اور پھر بھی بخاری ومسلم نے اس کی تخریج نہیں فرمائی۔ (زجاجۃ المصابیح ص۲۵۸ ج۱)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے:

**وعنه عن ابيه انه صلّٰى مع النبى ﷺ فلما بلغ غير المغضوب عليهم ولا الضآلين قال آمين وَاَخفىٰ بها صوتَهٗ. رواه احمد وابو داؤد الطيالسى، وابو يعلى والطبرانى والدارقطنى.**

یعنی: مذکورہ حدیث امام احمد اور ابوداؤد الطیالسی اور ابویعلی نے اپنی اپنی مسانید میں اور طبرانی نے اپنی معجم میں اور دارقطنی نے اپنی سنن میں نقل فرمائی ہے اور ان سب نے واخفىٰ بها صوته روایت کی ہے۔ (زجاجۃ المصابیح ص۲۵۸)

نیز زجاجۃ المصابیح میں ہے:

**وعن ابى وائل قال لم يكن عمر وعلى رضى الله عنهما يجهر ان ببسم الله الرحمن الرحيم ولا بآمين رواه الطبرانى فى تهذيب الأثار.**

یعنی طبرانی نے تھذیب الآثار میں ابووائل سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما (سورۂ فاتحہ شروع کرنے سے پہلے) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (اور ولا الضآلین کے بعد) آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے۔ (زجاجۃ المصابیح ص۲۵۹ ج۱)

اس اثر کو امام طحاویؒ نے بھی معانی الآثار میں بیان کیا ہے:

**حدثنا سلیمان بن شعیب قال حدثنا علی بن معبد قال حدثنا ابوبکر بن عیاش عن ابی سعید عن ابی وائل قال کان عمر وعلی لایجهر ان ببسم الله الرحمن الرحیم ولا بالتعوذ ولابالتامین .**

یعنی: حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اعوذ باللہ اور آمین زور سے نہیں کہتے تھے۔

(معانی الآثار المعروف بہ طحاوی شریف ص۹۹۔ باب قرأۃ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم فی الصلوٰۃ)

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

**عبدالرزاق عن الثوری عن منصور عن ابراهیم قال: خمس یخفیهنّ سبحانک اللهمَّ وبحمدک والتعوذ وبسم الله الرحمن الرحیم وآمین واللّٰهم ربنا ولک الحمد.**

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ پانچ چیزیں (امام کو) آہستہ آواز میں کہنی چاہئے سبحانك اللّٰهم وبحمدك، اعوذ بالله، بسم الله الرحمن الرحيم اور آمین، اللّٰهم ربنا ولك الحمد. (مصنف عبدالرزاق ص۸۷ ج۲)

نیز مصنف عبدالرزاق میں ہے:

**عبد الرزاق عن معمر والثوری عن منصور عن ابراهیم انه کان یسرُّ آمین.**

ابراہیم نخعی آمین آہستہ آواز میں کہتے تھے۔ (مصنف عبدالرزاق ص۹۶ ج۲)

محدث کبیر علامہ محمد یوسف بنوریؒ "معارف السنن" میں تحریر فرماتے ہیں:

**عن ابراهیم قال قال عمرؓ اربع یخفیهنّ الامام، التعوذ وبسم الله الرحمن الرحیم وآمین واللّٰهم ربنا ولک الحمد (ابن جریر) فتلخص انّ اخفاء التامین هو مذهب عمرؓ وعلیؓ وعبد اللهؓ وابراهیم النخعی وجمهور الصحابة والتابعین وسائر اهل الکوفة.**

ابراہیم نخعی سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ آواز سے کہے: اعوذ باللّٰہ، بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم، آمین اور اللّٰھم ربنا ولک الحمد (ابن جریر) خلاصہ کلام یہ ہے، آمین آہستہ آواز سے کہنا یہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہؓ، ابراہیم نخعیؒ جمہور صحابہ، تابعین اور تمام اہل کوفہ کا مذہب ہے۔

(معارف السنن شرح ترمذی ص ۴۱۳ ج ۲)

شیخ الاسلام حضرت علامہ سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کی تحقیق ہے:

''خلفاء راشدینؓ اور اکابر صحابہؓ کا عمل (آمین کے) اخفاء ہی کا تھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعود سے اخفاء ہی منقول ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا طریقہ بھی یہی تھا ورنہ یہ جلیل القدر صحابہؓ آپؐ کے خلاف کیسے کر سکتے تھے۔ (معارف مدنیہ ۳۳ حصہ پنجم)

نیز معارف مدنیہ میں ہے:

(شعبہ اور سفیان والی روایت جمع کی) ایک صورت تو وہ ہے جو پہلے گذری، دوسری یہ جہر بیان جواز کیلئے تھا، تیسرے تعلیم امت کیلئے تھا، چوتھے ابتداء میں تھا اس کے بعد نہیں رہا اس کا قرینہ یہ ہے کہ طبرانی میں "انّہ امّن ثلاث مرّاتٍ" یعنی آپ نے زور آمین تین مرتبہ کہی ہے۔ نیز ابو بشر دولابی نے ''الاسماء والکنیٰ'' میں حضرت وائل سے ہی روایت کیا ہے: حضور ﷺ نے آمین زور سے جو کہی یہ ہمارے سکھانے کے لئے تھی، اس سے زیادہ واضح قرینہ اور کیا ہو سکتا ہے اس بات کا کہ اصل سنّت اخفاء ہے اور جہر عارضی تھا جیسا کہ سبحانک اللّٰھمّ یا التحیّات وغیرہ بعض اوقات زور سے پڑھی جاتی تھیں تعلیم امّت کے لئے، ایسا ہی یہ بھی ہے۔ تیسرے یہ کہ ابوداؤد میں ہے۔ حضرت وائل (۱) رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں دو مرتبہ حاضر ہوئے ایک مرتبہ آمین بالجہر سنا اور دوسری مرتبہ بالاخفاء۔ لہٰذا دونوں کو روایت کر دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہر ابتداء میں تھا بعد میں اخفاء ہو گیا۔ ورنہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جہر کو نہ چھوڑتے، یہ صورتیں جمع اور تطبیق کی ہیں۔ الخ (معارف مدنیہ ص ۳۲ حصہ پنجم)

---

(۱) آمین کے جہر اور سر کے متعلق ترمذی نے دو روایتیں بیان کی ہیں وہ دونوں روایتیں بیان کی ہیں، وہ دونوں روایتیں حضرت وائلؓ سے مروی ہیں۔ سفیان جہراً کہنے کی روایت کرتے ہیں اور شعبہ سراً کی روایت کرتے ہیں۔

## آمین آہستہ کہنے کی ایک اور دلیل:

اس پر سب کا اتفاق ہے کہ آمین سورۂ فاتحہ یا قرآن کا جز نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں آمین کو لکھا نہیں جاتا آمین دعا ہے اور دعا مخفی اور آہستہ آواز میں ہونی چاہیئے۔ قرآن میں ہے۔ اُدْعُوا رَبَّکُمْ تَضَرُّعاً وَّ خُفْیَةً. اپنے رب کو عاجزی و آہستگی سے پکارو۔ اس آیت کریمہ سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ آمین سرًّا کہنا چاہیئے۔

زجاجۃ المصابیح میں ہے:

**وبالقياس علىٰ سائر الاذكار والادعية ولانّ امين ليس من القراٰن اجماعاً فلا ينبغى ان يكون على صوت القراٰن وباخفائها يقع التميز بين القراٰن وغيره فانه اذا جهر بها مع الجهر بالفاتحة يلبس انها من القراٰن كما انه لايجوز كتابته فى المصحف، ولهٰذا اجمعوا علىٰ اخفاء التعوّذ لكونه ليس من القراٰن.**

یعنی آمین سرًّا کہنا ہی راجح ہے دیگر اذکار اور دعاؤں پر قیاس کرتے ہوئے اور اس وجہ سے کہ آمین بالاجماع قرآن میں سے نہیں ہے لہٰذا آمین کو قرآن کی طرح بلند آواز سے کہنا مناسب نہیں ہے آہستہ کہنے سے قرآن اور غیر قرآن میں امتیاز ہو جاتا ہے اسلئے کہ اگر سورۂ فاتحہ کی طرح آمین کو بھی جہراً کہا جائے تو یہ التباس ہوگا کہ آمین قرآن میں سے ہے، جیسا کہ قرآن میں آمین لکھنا جائز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ اعوذ بالله من الشيطان الرجيم بالاجماع آہستہ آواز میں پڑھنا ہے اس بنا پر کہ وہ قرآن میں نہیں ہے۔ الخ

(زجاجۃ المصابیح ص ۲۵۸ ج ۱۔ حاشیہ)

شعبہ والی روایت پر امام ترمذیؒ نے چند شبہات فرمائے ہیں۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

**واخطأ شعبة فى مواضع من هٰذا الحديث فقال من حجر ابى العَنبَسْ وانما هو حجر بن العنبس ويكنى ابا السكن وزاد فيه عن علقمة بن وائل وليس فيه علقمة وانما هو حجر بن العَنبَسْ عن وائل .... الخ**

یعنی شعبہ نے اس حدیث میں چند غلطیاں کی ہیں (۱) شعبہ نے اپنی روایت میں حجر ابو العنبس

کہا ہے حالانکہ حجر ابن العنبس ہے۔(۲) شعبہ نے ان کی کنیت ابوالعنبس بیان کی ہے حالانکہ ان کی کنیت ابوالسکن ہے۔(۳) شعبہ نے اپنی روایت میں علقمہ کی زیادتی کی ہے، حالانکہ اس روایت میں علقمہ نہیں ہیں۔ (ترمذی شریف ص۳۴ ج۱)

جواب یہ ہے کہ حجر کے باپ اور بیٹے دونوں کا نام عنبس ہے یہ بات گو ہندوستان میں معیوب ہے لیکن عرب میں پسندیدہ اور بکثرت رائج تھی (معارف مدنیہ ص۳۱ حصہ ۵)

لہٰذا جس طرح حجر ابن العنبس صحیح ہے۔اسی طرح حجر ابوالعنبس بھی صحیح ہے۔(۲) حجر کی کنیت ابوالسکن بھی تھی اور ابوالعنبس بھی۔ایک شخص کی دو کنیت ہونے میں کوئی اعتراض کی بات نہیں۔

(معارف مدنیہ)

(۳) حجر نے علقمہ اور وائل دونوں سے سنا ہے۔چنانچہ ابوداؤد طیالسی میں تصریح ہے کہ حجر نے کہا ہے کہ میں دونوں سے سنا ہے۔ (معارف مدنیہ ص۳۱ حصہ پنجم)

زجاجۃ المصابیح میں ہے:

**وحجر اسم ابیه عنبس و کنیته ککنیة ابیه ابو العنبس ولا مانع من ان یکون له کنیة اخرٰی ابو السکن لانه یکون لشخص واحد کنیتان بهٰذا جزم ابن حبان فی کتاب الثقات وزاد فیه علقمة لا یضر لانّ الزیادة کان من الثقة مقبولة ولاسیّما من قبل شعبة. الخ**

(زجاجۃ المصابیح ص۲۵۷ ج۱)

## شعبہ کی روایت کی وجوہ ترجیح:

''معارف مدنیہ'' میں ہے:

علاوہ ازیں سفیان مدلّس ہیں اور مدلس کی معنعن روایت میں تدلیس کا امکان وشائبہ ہوتا ہے یہ روایت ایسی ہی ہے اس لئے شائبہ تدلیس موجود ہے۔اس کے برخلاف شعبہ کی روایت اس کمزوری سے پاک ہے کیونکہ شعبہ مدلس نہیں تھے۔نیز ان کی روایت مسلسل بالتحدیث ہے جبکہ سفیان کی روایت معنعن ہے۔یہ شعبہ کی روایت کی وجہ ترجیح ہے۔علاوہ ازیں سفیانؒ اور شعبہؒ کے

بارے میں ائمہ کے مختلف اقوال ہیں۔ان میں راجح یہ ہے کہ شعبہ احادیث کے متون اور رجال کے حفظ میں بڑے ہوئے ہیں اور سفیان صاحبِ ابواب ہیں۔یعنی فقہ میں بڑھے ہوئے ہیں۔یحییٰ ابن سعید قطان، حماد بن سلمہ، احمد بن حنبل، ابوداؤد وغیرہ کے اقوال کا خلاصہ یہی ہے۔خود سفیان کہتے ہیں کہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں۔چونکہ یہ بحث احادیث کی عبارت اور رجال سے تعلق رکھتی ہے اس لئے شعبہ کی روایت قابل ترجیح ہوگی۔یہ شعبہ کی روایت کی دوسری وجہ ترجیح ہے ۔تیسری وجہ ترجیح یہ ہے کہ خود شعبہ فرماتے ہیں جس کسی سے میں نے روایت کی ہے۔اس کے پاس ایک سے زائد مرتبہ گیا ہوں اور جس سے میں نے دس روایتیں سنی ہیں۔اس کے پاس دس سے زائد مرتبہ حاضر ہوا ہوں۔اس سے معلوم ہوا کہ شعبہ ایک ایک روایت کو کئی کئی بار سن کر یاد کرتے تھے تاکہ غلطی کا امکان باقی نہ رہے۔یہ بات سفیان میں نہیں تھی اس لئے شعبہ کی روایت لائق ترجیح ہے ۔چوتھے سفیان کا مسلک خود ان کی روایت کے خلاف ہے۔اس سے معلوم ہوا کہ وہ خود اپنی روایت کو قابل عمل نہ سمجھتے تھے۔یہ شعبہ کی روایت کی چوتھی وجہ ترجیح ہے۔

(معارف مدنیہ ص ۳۲ حصہ پنجم)

فقط واللہ اعلم بالصواب